ریاض المجالس
علامہ طاہر جرولی
جمعیت تبلیغاتِ اسلامی پاکستان

ریاض المجالس

علامہ طاہر جرولی مرحوم

مرتبہ: آل محمد رزمی

احمد بک ڈپو: امام بارگاہ شاہ کربلا
رضویہ سوسائٹی کراچی ۱۸

آئمہ معصومین کے معجزات محبانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ
کے لیے ایمان تازہ کرنے کا ذریعہ اور مادی دنیا کے پرستاروں
کے لیے چیلنج ہیں

حضرت علیؑ کے معجزات

ہدیہ روپے

حضرت عباسؑ کے معجزات

ہدیہ روپے

یہ کتب امیرالمومنین حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور حضرت عباسؑ
فضائل و معجزات پر مشتمل مبسوط مجموعے ہیں جن میں عہد قدیم سے لیکر عہد ج
کے واقعات و معجزات حوالوں کیساتھ درج ہیں اور جن کے مطالعہ سے ق
کو مولائے کائنات اور حضرت عباسؑ علمدار کے اس روحانی تصرف کا اند
ہوسکتا ہے جو فقط انبیاء و اولیاء کا حصہ ہے۔

جناب وصی خاں کی تالیف کردہ مندرجہ بالا کتب ایمانی ذوق کی تسکین
نہایت ضروری ہیں اور قوم کیلئے ایک عظیم سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ملنے کا پتہ: احمد بک ڈپو۔ امام بارگاہ شاہ کربلا رضویہ سوسائٹی کراچی ۱۸

عشرہ محرم

یکم محرم تا ۹ محرم

عنوان

"عزاداری اور اسلام"

بمقام : امام بارگاہ حسینیہ سجادیہ

علامہ طاہر جرولی (مرحوم)

آل صاحب عبقات

أعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لو

لا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق

والصلاة والسلام علی رسول الثقلین

محمود رب المغربین والمشرقین جد الحسن

ابی القاسم محمد و اهلبیت الطیبین

الطاهرین المعصومین لعنت الله

علی اعداىٔهم اجمعین من

یومنا هذا علی یوم الدین

اما بعد فقد قال الله سبحانه تبارک وتعالیٰ

فی کتابه المجید والفرقان الحمید

بسم الله الرحمن الرحیم

لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی مجلس

برادران ملت!

ماہ محرم کا آغاز ہوا۔ کل محرم کا چاند نمودار ہوا اور مسلمان آج سے عزاء سید الشہداء امام حسین علیہ السلام میں مصروف ہوا۔ قابل فخر ہیں وہ لوگ اور مقام فخر ہے بارگاہ ایزدی میں کہ اللہ نے ہم کو اتنی عمر عطا کی اور اتنی توفیق عطا کی کہ ایک اور محرم ہماری زندگی میں آیا۔ ان مجالس میں آپ کی خدمت میں اس سال کے لیے جو موضوع معین ہوا ہے اس کا عنوان ہے "عزاداری اور اسلام"۔ اس لیے کہ ہو سکتا ہے بعض نئے ذہنوں کو یا تاریخ اسلام کے ان اوراق سے ناواقف ذہنوں کو یہ خیال گزرتا ہو کہ یہ محرم اور عزاء سید الشہداء امام حسین علیہ السلام اور اس عزاداری کے برپا کرنے اور منانے کے طریقے شاید اسلام کے آئین، اسلام کے اصول یا اسلام کے فروع سے جدا ہیں۔ یعنی

یہ ایک مخصوص طبقے کا جسے عزادار کہا جاتا ہے' اس کا اپنا طریقہ کار ہے اور اس کا اپنا دستور ہے۔ ان عزاداروں کے کچھ اصول ہیں اور ان عزاداروں کے کچھ رواج ہیں۔ جن اصول اور رواج کے تحت یہ عزاداری منائی جاتی ہے اور اس کا تعلق دین اسلام سے نہیں ہے یا عزاداری کا وجود یا عزاداری کا ثبوت قرآن مجید سے فراہم نہیں کیا جاسکتا یا احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طریقہ کار کو ثابت نہیں کیا جاسکتا یا سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزاداری کا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ یہ بہت سے سوالات ہیں جو ایک ایسے ذہن میں اٹھتے ہیں جس نے دور سے اسلام کو دیکھا ہو اور قریب سے اسلام کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ تو انشاء اللہ اس موضوع پر مسلسل گفتگو اس عشرے میں آپ کی خدمت میں جاری رہے گی۔ عزاداری اور اسلام میں نے جس آیت کی تلاوت آپ کے سامنے کی ہے اس قرآن مجید کی آیت میں ارشاد رب العزت ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ ○

"اے مسلمانو! میرے رسولؐ کی سیرت تمہارے لیے نمونہ عمل ہے"۔ سرور کائنات ختمی مرتبت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو قرآن مجید نے حجت قرار دیا ہے تمام مسلمانان عالم کے لیے جو بھی اپنے کو مسلمان کہتا ہے اس کے لیے یہ بات قطعی طور پر طے ہے کہ حجت اور نمونہ سیرت سرور کائناتؐ ہے۔ جو کچھ سیرت رسولؐ میں ہے وہ سب اسلام ہے اور جو کچھ سیرت رسولؐ میں نہیں وہ اسلام نہیں ہے۔ تو اس چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے انشاء اللہ ثبوت آپ کی خدمت میں فراہم کیے جائیں گے۔

پہلے ہم اس بات پر غور کرلیں کہ اسلام کیا ہے؟ کیا یہی اسلام ہے جو

مسلمانوں کی زندگی ہے یا اسلام کچھ اور شے ہے اور مسلمانوں کی زندگی کچھ اور شے ہے۔ درحقیقت اصولی حیثیت سے اسلام پر عمل کرنے والے کو مسلمان کہتے ہیں جو دین اسلام پر یقین رکھتا ہے جو اس دین میں شامل ہے جو شریعت محمدیؐ پر عمل کرتا ہے۔ درحقیقت اسی کا نام مسلمان ہے۔ مسلم اسی کو کہا جاسکتا ہے جو اللہ کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین رکھے اور اس کے احکام کے اوپر عمل کرے یعنی ہم اگر اسلام کو جان لیں' اسلام کو پہچان لیں' اسلام کو سمجھ لیں تو ہمارے لیے کوئی دشواری نہیں ہے مسلمان کو پہچاننے میں۔ لیکن چودہ سو سال کی تاریخ نے ایک ایسا المیہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے کہ ہم نے اسلام کی کسوٹی پر انسان کو جانچ سے مسلم اور غیر مسلم کی تمیز نہیں کی بلکہ ہم نے مسلمانوں کے کردار' مسلمانوں کے عمل' مسلمانوں کے طرز زندگی کا نام اسلام سمجھ لیا اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں جتنے مکاتب فکر ہیں' مسلمانوں میں جتنے مرکز خیال ہیں اور مسلمانوں میں جتنے لائحہ عمل ہیں اور مسلمانوں کے جتنے سماج اور معاشرے ہیں اور جو ان کی زندگی کا طریقہ ہے' ہم اسے اسلام سمجھتے ہیں۔ کیا ہماری زندگی اسلام کا نمونہ ہے یا ہم کو اسلام کا نمونہ ہونا چاہیے؟ قرآن جانتا تھا اس حقیقت کو کہ انسان کلمہ پڑھے گا "اللہ اکبر" کہے گا "لا الہ الا اللہ" کہے گا "محمد رسول اللہ" کہے گا اور خود جو چاہے گا کرے گا اور اپنے ہر عمل کو اللہ کی طرف منسوب کردے گا یا ہر عمل کو رسول کی طرف منسوب کردے گا یعنی جیسے جیسے زندگی بدلتی جائے گی ویسے ویسے اسلام کی شکل تبدیل ہوتی جائے گی۔ بجائے اس کے کہ لوگ اسلام کے آئینے میں مسلمان کی صورت دیکھیں مسلمان کے آئینے میں اسلام کی صورت دیکھنے کی کوشش کریں گے۔ آج یہی ہماری پریشانی ہے اور آج یہی ہماری زحمتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے ہم جب

بنیادی دین کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تو ہم میں نزاع بھی ہوتی ہے' ہم میں اختلاف بھی ہوتا ہے اور ہم میں فرقے بھی بنتے ہیں اور ہم میں وہ منزل آجاتی ہے' اختلاف کی وجہ سے وہ نزاع اس حد کو بھی پہنچ جاتا ہے کہ مسلمان مسلمان کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے حالانکہ درحقیقت اسلام ساری دنیا کو امن بخشنے کے لیے آیا تھا' اسلام ساری دنیا کے لیے پیغام امن بن کے آیا تھا' اسلام اختلافات کو دور کرنے کے لیے آیا تھا' اسلام ہر طرح کے رنگ و نسل کے فرق کو مٹانے کے لیے آیا تھا مگر ہر شخص آج اسلام میں نظر آتا ہے تو انسان بدل کے مسلمان ہوتا بجائے اس کے مسلمان نے اسلام کو بدلنے کی کوشش کی اور آج جو کچھ بھی اسلام باقی ہے اور بقائے اسلام ہے اور جس جس زاویے سے اور جس جس نظریے سے دنیا کے سامنے اسلام پیش کیا جا رہا ہے اور جن جن طریقوں سے دنیا کے سامنے اسلام کی تصویر پیش کی جا رہی ہے اور اس کا جو رد عمل غیر مسلمین پر پڑ رہا ہے اس کا اندازہ آپ کو اتنا نہیں ہو سکتا جتنا اندازہ ان مسلمانوں کو ہے جو ان ممالک میں رہتے ہیں جہاں غیر اقوام بھی بستی ہیں۔

اس لیے میں انتہائی دردمندانہ طور پر یہ عرض کروں گا کہ میری گفتگو کو انشاء اللہ آپ غور سے سماعت فرمائیں گے۔ میں اس بات کی سعی مستقل کروں گا کہ کوئی جملہ میری زبان سے ایسا نہ نکلے کہ جو کسی کے لیے سبب اذیت ہو' کوئی اشارہ ایسا نہ ہو جو کسی کے لیے باعث تکلیف ہو لیکن کسی کو اگر صحیح اسلام سمجھنے ہی سے تکلیف ہے تو وہ کلمہ سے بھی ناراض ہوتا ہوگا۔ وہ کلمہ کی تفسیر سے کیوں ناراض نہیں ہوگا لیکن فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ اسلام کیا ہے؟ دین اسلام کیوں آیا؟ پیغمبر اسلامؐ نے کیوں زحمتیں اٹھائیں؟ ہم انسان کس لیے خلق کیے گئے؟ ہم کیوں پیدا کیے گئے اور اس کے بعد ہم کو کہاں جانا ہے؟

کس راستے پر گامزن ہونا ہے اور اس کے بعد ہمارے سامنے کونسی کیفیات آئیں گی؟ کونسے نتائج آئیں گے؟ کونسے اثرات آئیں گے اور وہ قہرالٰہی بن کر آئیں گے یا ہمارے اعمال کے نتائج کی شکل میں آئیں گے وہ عنایات الٰہی بن کے آئیں گے' وہ رحمت الٰہی بن کے آئیں گے یا ہمارے خود اعمال کی پاداش میں خود ہمارے اعمال کی جزا میں ہمیں عطا کیے جائیں گے۔ صلوات

اس ذیل میں درمیان مجلس میں ایک گزارش اور کر کے آغاز مطلب کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ایام عزاء ہیں عشرۂ اول ہے اور الحمدللہ کہ کراچی میں بہت بڑی آبادی عزاداران امام حسین علیہ السلام کی ہے اور بڑا ہی وسیع و عریض شہر ہے اور فاصلے بھی یہاں بہت زیادہ ہیں اور مجالس اور عشرہ ہائے مجالس بھی الحمدللہ کثرت سے منعقد ہوتی ہیں لہٰذا ایسے موقع پر یوں بھی اسلام نے وقت کی پابندی احکام اسلامی کے طور پر مسلمانوں کو سکھائی ہے مگر ایسے موقع پر میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ انشاء اللہ پابندی وقت کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ سات بجے سوزخوانی شروع ہوجایا کرے گی اور سوا سات بجے میں منبر پر حاضر ہوجاؤں گا تو اگر آپ وقت پر تشریف لے آئیں گے تو جو وقت آپ کے انتظار میں لگتا ہے تو وہ صرف نہیں ہوگا۔ صلوات۔

دنیا میں بہت سے مذاہب ہیں' صرف اسلام ہی ایک مذہب نہیں ہے۔ عیسائیت بھی ہے' یہودیت بھی ہے۔ دوسرے ممالک میں دوسرے دھرم اور دوسرے مذاہب بھی ہیں اور اس کائنات میں اسلام بھی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کب سے آیا؟ اسلام کب سے شروع ہوا؟ اسلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ قدیم ہونے میں یہ سب سے قدیم مذہب ہے اور جدید ہونے میں یہ سب سے جدید مذہب ہے یعنی جب فہرست مذاہب بنے گی تو زمین

کا پہلا مذہب اسلام ہے اور جب دنیا کی ترقیات کی فہرست بنے گی تو عصری تقاضوں میں کسی تقاضے کو نہ چھوڑنے والا مذہب اسلام ہے یعنی یہ اسلام سرور کائنات ختمی مرتبتؐ سے اس کا آغاز نہیں ہوا ہے۔ آپ ختمی مرتبت ہیں۔ آپ سے اسلام کا آغاز نہیں ہوتا ہے۔ آپ پر اسلام کا اختتام ہوتا ہے۔ آغاز جناب آدم علیہ السلام سے ہوا تھا۔ پہلا انسان جو اس زمین پر بنا کے بھیجا گیا تھا وہ اللہ کا رسول تھا' وہ اللہ کا نبی تھا' وہ خلیفتہ اللہ تھا' وہ اللہ کا نائب بن کر زمین پر آیا تھا۔ جب کوئی ہدایت پانے والا نہ تھا۔ اس وقت بھی ہادی زمین پر موجود تھا اور اس وقت بھی دین زمین پر موجود تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب سے اللہ نے آغاز بشریت کیا' جب سے اللہ نے آغاز انسانیت کیا اسی وقت سے اپنے دین کو شروع کیا۔ دین کیا ہے اور ہم اس پر کیوں عمل کریں اور اس مسئلے پر ہمیں چند منٹ کا وقت آپ سے چاہیے کہ آج ہم پیدا ہوئے جناب آدمؑ سے' نسل آدمؑ چلی' قومیں آتی رہیں' لوگ پیدا ہوتے رہے' لوگ مرتے رہے اور یہ نسل بشری جو اس زمین پر قائم ہوئی اور اس کے مرنے کے بعد جو اسلام کا نظریہ ہے' مجھے وقت نہیں ہے دس دن کے اندر کہ دوسرے مذاہب کے نظریات آپ کے سامنے پیش کرکے میں ایک موازنہ کروں۔ مجھے صرف اسلام کا نظریہ پیش کرنا ہے یعنی اسلام نے یہ نہیں بتایا ہے کہ آئے' پیدا ہوئے' مادر اور پدر کی آغوش میں پلے' پلنے کے بعد جوان ہوئے' جوان کے بعد ضعیف ہوئے' ضعیف ہونے کے بعد مر گئے' زمین میں دفن کردیئے گئے اور اس کے بعد پھر اس انسان کو اس کائنات سے کوئی ربط باقی نہیں رہا بلکہ اسلام یہ بتاتا ہے کہ اس زندگی کے بعد اور مرنے کے بعد ہم نے جو کچھ بھی زندگی میں عمل کیا ہے اس کی جزا بھی ہم کو ملے گی اور اس کی سزا بھی ہم کو ملے گی۔ جس چیز سے

جزا دی جائے گی اس کا نام قرآن اور حدیث کی روشنی میں جنت ہے اور جس چیز سے سزا دی جائے گی اس کا نام جہنم ہے۔ جن کو جزا ملنا ہوگی ان کو جنت میں رکھا جائے گا۔ جن کو سزا دینا ہوگی ان کو جہنم میں رکھا جائے گا۔ جنت کیا ہے؟ جہنم کیا ہے؟ اس کا تصور آسان نہیں ہے۔ میرا یہ مختصر سا مطالعہ ہے کہ میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ آپ دنیا میں جتنے بھی آرام کا تصور کر سکتے ہیں، جتنے بھی چین کا تصور کر سکتے ہیں، جتنے بھی سکون کا تصور کر سکتے ہیں ان سب کو کروڑوں سے ضرب دے دیجئے۔ اس کا نام جنت ہوگا اور جتنی تکلیف اور اذیت آپ یہاں تصور کر سکتے ہیں اتنی تکلیف اور اذیت جتنی سوچ سکتے ہیں اس کو کروڑوں سے ضرب دیجئے گا تو اس کا نام جہنم ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ جنت کون جائے گا؟ جہنم کون جائے گا؟ سب سے بڑی دشواری جو اسلام کو سمجھنے میں آئی ہے وہ یہ کہ جس نتیجے کے خوف سے انسان اپنی اصلاح کر سکتا تھا اسی نتیجے کا ٹھیکہ لے لیا گیا۔ توجہ فرمایئے گا یعنی ہم اپنی اس زندگی میں اپنے کردار سے، اپنے اعمال سے، اپنے عقائد سے اپنے کو جنت یا جہنم کا مستحق بنا سکتے تھے مگر بعض ذمہ داروں نے یہ ذمہ داری لے لی کہ تم پریشان نہیں ہونا۔ ہم ذمہ دار ہیں کہ تم ہی جنت میں جاؤ گے۔ اس ذمہ داری کا نتیجہ اور اس ذمہ داری کا انجام یہ ہوا کہ ہم یہ سمجھے کہ یہ فیصلہ معبود حقیقی پر ہے اور خدا جس کو چاہے گا جنت بھیجے گا اور خدا جس کو چاہے گا جہنم بھیجے گا۔ میرا یہ ایک ادنیٰ سا سوال ہے کہ اگر خدا ہی کو جنت اور جہنم میں بھیجنا تھا تو دنیا خلق کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اسے معلوم تھا کہ ہم میں سے کون ایسے ہیں جسے وہ جنت میں بھیجے۔ اسے معلوم تھا کہ ہم میں سے کون ایسے ہیں جن کو وہ جہنم میں بھیجے۔ وہ علم رکھتا ہے، عالم و دانا ہے، علم اللہ کے لیے عین ذات ہے، وہ محتاج نہیں تھا

دنیا کو خلق کرنے کے لیے' وہ ہم میں سے بعض افراد کو پیدا کرتا اور جنت میں پیدا کرتا بعض کو جہنم میں پیدا کرتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ نہ تیسری دنیا خلق کردی کس لیے خلق کردی تو جہ چاہ رہا ہوں ہم کو یہاں کیوں پیدا کردیا۔ شاید معبود نے خود فیصلہ نہیں کرنا چاہا اس لیے ہم کو خلق کیا کہ ہم فیصلہ نہیں کریں گے کہ تم میں سے کس کو جنت میں ڈالیں' کس کو جہنم میں ڈالیں۔ اس فیصلے کے لیے ہم ایک جگہ بنائے دیتے ہیں۔ زمین خلق کیے دیتے ہیں۔ وہاں ایک نسل بشری قائم کیے دیتے ہیں۔ وہاں تم جاؤ' زندگی بسر کر کے آؤ اور اس کے بعد ہر ہر سانس پر خود اپنے لیے فیصلہ کرتے رہو کہ مرنے کے بعد تم کو جنت جانا ہے یا مرنے کے بعد تم کو جہنم جانا ہے۔ میرا خیال یہ کہتا ہے مجھے نہیں معلوم کہ کس حد تک آپ اس سے متفق ہوں گے یا متفق نہیں ہوں گے کہ ہماری آزمائش اس لیے نہیں ہے' ہمارا امتحان اس لیے نہیں ہے کہ خدا ناواقف ہے کہ ہم میں کون مستحق جنت ہے اور ہم میں کون مستحق جہنم ہے۔ وہ اپنے علم سے ایک ایک بات جانتا ہے جیسے کلاس میں امتحان ہوتا ہے تو امتحان ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ٹیچر نہیں جانتا کہ کس لڑکے کی اہلیت کیا ہے' کس لڑکے کی قابلیت کیا ہے لیکن وہ ہمیں سے کاپیاں لکھا کے نمبر دے کے ہم کو بتاتا ہے کہ تم جو فیل ہوئے تو اس کا سبب یہ ہے کہ تم نے تیاری نہیں کی تھی۔ پاس ہونے کی یہ ثبوت میں تمہاری کاپی موجود ہے کہ جیسے امتحان علم استاد کے لیے نہیں ہے بلکہ علم طالب علم کے لیے ہے ایسے ہی یہ دنیا علم خدا کے لیے نہیں ہے ہمارے آپ کے علم کے لیے ہے۔ اسی لیے ایک ایک عمل کو لکھنے کے لیے اس نے دو دو فرشتے معین کر دیئے ہیں۔ ایک دائیں کاندھے پر ہے' ایک بائیں کاندھے پر ہے۔ داہنے کاندھے والا نیکی لکھ رہا ہے' بائیں

کاندھے والا گناہ لکھ رہا ہے اور یہی دونوں اعمال نامے محشر میں ہمارے سامنے
پیش کردیئے جائیں گے کہ تم خود پڑھ کے دیکھ لو کہ تم اپنے کو جنت کا مستحق بنا
کے آئے یا تم اپنے کو جہنم کا مستحق بنا کے آئے۔ کیوں خدا یہ چاہتا میری
گزارش ہے بارگاہ الٰہی میں کہ جہنم کی خلقت ہی کیوں؟ معبود کیا تو یہ رحم نہیں
کرسکتا تھا اپنے بندے پر کہ تو ہم کو خلق کرتا اور بجائے کراچی میں پیدا کرنے
کے ہمیں جنت میں پیدا کرتا۔ کہا ٹھیک ہے ہم تمہیں جنت میں پیدا کردیتے اور
یقیناً پیدا کردیتے اپنے الطاف و کرم سے پیدا کردیتے' اپنے رحم و کرم سے پیدا
کردیتے مگر پھر جہنم خالی رہتا۔ تو جہنم کی ضرورت ہی کیا تھی؟ تو رحمٰن ہے' تو
رحیم ہے۔ جہنم کا وجود ہی کیوں بنایا تو نے؟ آگ کو خلق ہی کیوں کیا تو نے؟ ہم
کو جلانا کیوں چاہتا تھا؟ ہم کو ٹھنڈی ہواؤں میں رکھ۔ ہم کو اچھی فضاؤں میں
رکھ۔ تو شاید آواز آئے گی سمجھنے کی کوشش کر ہم جنت بنا کے اگر سارے
انسانوں کو جنت میں پیدا کردیتے تو کیا یہ انسان جنت کو جنت باقی رکھتے ایک یہ
بھی مسئلہ ہے سامنے آئے دیکھا ہوگا کہ اکثر گھروں میں یہ تذکرہ ہوتا ہے مجھے
معاف فرمائیں گے مجھے یہاں کا حال نہیں معلوم ہے مجھے ہندوستان میں اکثر
دوستوں نے خود اس بات کی شکایت کی ہے کہ جناب ہمارا گھر جنت تھا ہم چین
سے رہتے تھے محبت تھی میل ملاپ سے رہتے تھے جب سے یہ بہو گھر میں بیاہ
کے آئی ہے ہمارا گھر جہنم ہوگیا ہے ہم نے شکوہ سنا ہے ہمیں نہیں معلوم کہاں
تک صحیح ہے کہاں تک غلط ہے اور ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ تاکہ ماؤں اور
بہنوں کو شکایت نہ ہو کہ ہمارا گھر جنت تھا جب سے یہ داماد داخل ہوئے ہیں
انہوں نے مقدمہ بازی کرا کے گھر کو جہنم بنا دیا ہے تو یہ شکوے سننے میں آتے
ہیں اور ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ ہمارا محلہ جنت تھا جب سے یہ کرائے دار آئے

ہیں انہوں نے محلے کو جہنم بنا دیا اور ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ ہمارا شہر جنت تھا جب سے یہ اس شہر میں آئے ہیں سارے شہر کو جہنم بنا دیا ہے ہم نے ہندوستان میں یہ بھی سنا ہے کہ ہمارا صوبہ جنت تھا' جب سے یہ نیتا (لیڈر) اس صوبے میں پیدا ہوئے اس صوبے کو جہنم بنا دیا ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ ہمارا ملک جنت تھا فلاں نے جہنم بنا دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں میں ایسے ایسے ہوتے ہیں کہ دنیا کی جنت کو جہنم بنا دیتے ہیں تو اگر ہر طرح کے انسان جنت میں خلق کر دیئے جائیں تو جو نیکوکار بندے تھے وہ اپنا بستر لے کے جنت سے باہر چلے جاتے کہ اس جنت سے کیا فائدہ ہے جہاں ظالم ہے وہیں مظلوم ہے جہاں جارح ہے وہیں مجروح ہے تو کیسے زندگی بسر ہوتی تو اللہ نے کہا نہیں ہم اس ابدی حیات کے لیے اس ابدی زندگی کے لیے جس کے بعد ہم نے موت کو نہیں رکھا ہے اس سے پہلے ہم ایک جاء امتحان ایک جاء آزمائش ایک ایسی جگہ خلق کیے دیتے ہیں کہ جہاں تم کو اختیار دیتے ہیں کہ تم جاؤ اور جا کے خود فیصلہ کر کے آؤ کہ مرنے کے بعد ہم کو جنت میں جانا ہے یا ہم کو جہنم میں جانا ہے۔ اگر ہر انسان یہ سوچ لے کہ اللہ نے ہم کو فیصلہ کے لیے خلق کیا ہے تو اسے فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی لیکن ہر انسان نہیں سوچتا ہم کیسے جانیں کہ کیا راستہ جنت کا ہے کیا راستہ جہنم کا ہے کیا یہ بات صحیح ہے کہ ہم پریشان ہو جائیں گے اور سوچ نہ پائیں گے اور سمجھ نہ پائیں گے کہ ہم کیسی زندگی بسر کریں کہ جنت کے مستحق بنیں اور کس زندگی سے گریز کریں جو جہنم سے بچ سکیں اور جنت میں جا سکیں اس لیے لکل قوم ھاد ہم نے ہر قوم کے لیے ہادی مقرر کر دیا تاکہ وہ ہدایت کرتا رہے۔ ہر دور میں ہدایت کا سلسلہ جاری رہے۔ ہر قوم میں ایک ہادی رہے جو تم کو بتاتا رہے کہ جنت میں جانے کا طریقہ کیا ہے اور جہنم میں

جانے کا طریقہ کیا ہے۔ کیسی زندگی بسر کرو کہ جا کے جنت میں بس جاؤ اور کیسی زندگی ہے جو تمہیں کشاں کشاں جہنم کی طرف کھینچے لے جائے گی جس اصول و آئین اور پروگرام کا نام جنت یا جہنم کا راستہ بتاتا ہے اسی کا نام دین ہے۔ دین اور کچھ نہیں ہے دین کوئی سماجی چیز نہیں ہے دین کوئی قانون نہیں ہے دین میں سب کچھ جنت اور جہنم کو پیش نظر رکھ کر بتایا گیا ہے ہم پر جتنی چیزوں کو واجب قرار دیا گیا ہے ہم اس فکر سے سوچتے ہیں کہ ہم پر اللہ نے اپنے رسولؐ کے ذریعے ان احکام کو واجب کیوں قرار دیا اور کبھی ہم یہ سوچتے ہیں کہ اللہ نے ان چیزوں کو ہم پر حرام کیوں قرار دیا یعنی ہماری زندگی آزاد نہیں ہے لہٰذا کیا ہم کو بھی اسی نے اور اشیاء کو بھی اسی نے خلق کیا مگر یہ پابندی کیوں لگا دی کہ یہ کھانا' یہ نہ کھانا' یہ دیکھنا' یہ نہ دیکھنا' یہ پینا' یہ نہ پینا' یہاں جانا' وہاں نہ جانا' اس مقصد کے لیے زبان کھولنا' اس مقصد کے لیے زبان نہ کھولنا' اس بات پر ہاتھ اٹھانا' اس بات کے لیے ہاتھ نہ اٹھانا یہ تو ہم کو جکڑ کے رکھ دیا ہے۔ جکڑ کے نہیں رکھا ہے وہ جکڑ کے جنت لے جا رہا ہے یعنی ہم کو جو احکام دیئے گئے ہیں ان میں جتنے واجب احکام ہیں وہ اس لیے ہیں کہ ہمارے جنت میں جانے میں مفید ثابت ہوں اور جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے صرف انہیں چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جن کی وجہ سے ہم جہنم چلے جانے والے تھے تو یوں نہ کہئے کہ نماز واجب ہے شراب حرام ہے یوں کہئے جنت واجب ہے دوزخ حرام ہے۔ صلوات۔

یعنی جنت کو ہم پر واجب قرار دیا ہے اور جہنم کو ہم پر حرام قرار دیا ہے ہم تو ایک ایک عمل سے پریشان ہیں کہ پانچ وقت کی نماز کیوں واجب ہے۔ ایک ماہ کے روزے کیوں واجب ہیں۔ حج کیوں واجب ہے۔ زکوٰۃ کیوں واجب

ہے۔ خمس کیوں واجب ہے۔ اور ہم پر امر بالمعروف کیوں واجب ہے۔ نہی عن المنکر کیوں واجب ہے۔ یہ کیوں واجب ہے۔ وہ کیوں واجب ہے۔ اور یہ کیوں حرام ہے اور وہ کیوں حرام ہے۔ نہ کچھ واجب ہے نہ کچھ حرام ہے صرف جنت جانا واجب ہے اور دوزخ جانا حرام ہے۔ ہر وہ چیز واجب ہے جو معین ہے جنت لے جانے میں اور ہر وہ شئے حرام ہے جو معین ہے جہنم لے جانے میں۔ اب سوال یہ تھا کہ یہ قوانین اگر خدا آسمان پر لکھ دیتا تو کوئی پریشانی کی بات نہیں تھی کسی کو بھی شک کرنے کی گنجائش نہیں تھی لیکن اس نے آسمان پر اپنا قانون نہیں لکھا قرآن کو آسمان پر نہیں درج کیا وہ لاکھوں کروڑوں جھلکتے ہوئے ستاروں کو جو ہم کو بے ترتیب نظر آتے ہیں مگر اگر ان کی ترتیب میں فرق آجائے تو نہ آپ رہیں اور نہ ہم رہیں۔ اتنا مرکب ہیں وہ مگر ہم کو بے ترتیب نظر آتے ہیں ان کو مرتب کر دیتا تو سورۂ الحمد آسمان پر لکھا ہوا ہوتا مگر پھر ہم کہتے آسمانی کتاب ہے۔ آسمان والے عمل کریں ہم سے کیا مطلب کتاب ہم سے بہت دور ہے تو اس نے کہا اچھا ہم تمہیں میں سے لوگوں کو چن کر اور ان کے ذریعے پیغام بھیجیں گے تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ یہ پیغام لائق عمل نہیں ہے باتیں اچھی ہیں اصول اچھے ہیں لیکن پریکٹیکل نہیں ہیں عمل کے قابل نہیں ہیں اسی لیے ہم بھیجیں گے اور ایک کے بعد ایک بھیجیں گے تم ستاتے رہو گے ہم بھیجتے رہیں گے تم کتابیں تلف کرتے رہو گے ہم نازل کرتے رہیں گے تم انبیاء کو قتل کرتے رہو گے ہادیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹاتے رہو گے اور ہم بھیجتے رہیں گے تاکہ وہ جا کے تمہاری ہدایت کر سکیں اور آخر میں تم ہمیں مجبور نہ جاننا ہم ایسی کتاب بھیج دیں گے جسے قیامت تک مٹا نہ پاؤ گے اور ایسا رسول بھیج دیں گے کہ پھر اس کے بعد رسول کی ضرورت نہیں پڑے

گی۔ ہم اعلان کردیں گے کہ کتاب بھی آخری ہے اور نبی بھی آخری ہے اللہ
نے اعلان کردیا کہ قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی اور ختمی مرتبت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا اور یہ تمہارے دور ترقی
سے پہلے آخری بھیج دیں گے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہم جو جو ترقی کرتے جاتے ہیں
اللہ اپنی کتاب لکھتا جاتا ہے ہم جو جو ترقی کرتے جاتے ہیں اس کا رسول وہی ہم
سے کہتا جاتا ہے بلکہ اس کا برعکس ہوگا چودہ سو برس قبل وہ نازل ہو جائے گا جو
قیامت تک تمہاری سمجھ میں آتا رہے گا چودہ سو برس وہ رسول پلٹ آئے گا
پہلے جس کی سیرت تمہارے لیے حجت بنی رہے گی کوئی دور ہو کوئی زمانہ ہو کسی
قسم کے حالات کیوں نہ ہوں ہمارا دین مستحکم رہے گا' ہمارا دین کامل رہے گا'
ہمارا دین تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا۔ تم بدلو دین نہ بدلنا حالات
کے بدلنے سے دین نہیں بدلے گا تم اگر اپنے کو دین خدا کے دائرے میں محدود
رکھو گے تو یہ عارضی زندگی گزر جائے گی اس کے بعد تم مستحق جنت قرار پاؤ گے
اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ہم کیا کریں جو جنت جائیں اور کیا نہ کریں جو جنت
جائیں اور کیا کریں جو جہنم سے بچ جائیں اور کیا نہ کریں جو جہنم سے بچ جائیں۔
اسی میں کامیابی ہے۔ تو ہر انسان کو میں مخاطب کرتا ہوں کہ وہ میری گفتگو کو
اس روشنی میں سنیں کہ میرے پیش نظر انجام بشر ہے یہاں یہ پیش نظر نہیں ہے
کس کو مانا جائے کس کو نہ مانا جائے کس کی سنی جائے کس کی نہ سنی جائے کس
پر یقین لایا جائے کس پر یقین نہ لایا جائے۔ کس پر یقین لا کر انکار کر دیا جائے
اور کس پر یقین نہ رکھتے ہوئے بھی اقرار کیا جائے بلکہ پیش نظر اگر سامعین کے
آخرت رہی اور یہ مختصر سی زندگی یہ عارضی زندگی جس کا کوئی بھروسہ نہیں ہے
اس کے بجائے اخروی زندگی ابدی زندگی جو دو جگہوں پر گزرنے والی ہے۔

ایک جنت اور دوسرے جہنم اور اگر ہمارا مقصد حیات یہ ہو جائے کہ ہم کو جنت جانا ہے اور ہم کو اپنے کو جہنم سے بچانا ہے تو اب اس کا کیا طریقہ اسلام نے بتایا کیا کیا کریں تو آواز دی۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

دیکھو مسلمانو میرے رسول کی سیرت تمہارے لیے نمونہ عمل ہے۔ تو جحت سیرت رسولؐ قرار پائے گی تو گفتگو یا قرآن کی آیتوں سے ہو گی یا سیرت رسولؐ سے ہو گی کیوں کہ دو ہی مدارج اور مدار ہیں دین اسلام کے۔ توجہ فرمائی آپ نے ہر وہ چیز حرام ہے جسے قرآن نے حرام کیا اور ہر وہ چیز واجب ہے جسے قرآن نے واجب کیا تو حرام اور واجب کے بیچ میں بھی کچھ ہے کہ نہیں۔ ایک مسئلہ ہے جسے آج ہی عرض کر دوں انشاء اللہ کل سے موضوع کا آغاز ہو جائے گا یعنی یہ تمہید آپ ملاحظہ فرمائیں جو چیز واجب ہے وہ وہی واجب ہے جس کا حکم اللہ نے دیا اور جو چیز حرام ہے وہ وہی چیز حرام ہے جس چیز سے اللہ نے روک دیا لیکن اس واجب اور حرام کے ساتھ ہر اسلام کے فرقہ میں شریعت محمدی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کچھ چیزیں اور بھی بتائی ہیں آپ کہیں گے وہ کیا چیزیں بتائی ہیں کہا کچھ تو واجب ہے مگر کچھ چیزیں ایسی ہیں جو واجب نہیں مگر مستحب ہیں۔ مستحب کا کیا مطلب ہے استحباب کچھ چیزیں حرام تو نہیں ہیں مگر مکروہ ہیں مکروہ کا کیا مطلب جن کا نہ کرنا بہتر ہے مستحب کیا ہے اور مکروہ کیا ہے کہا مستحب وہ ہے جس کے ترک میں گناہ نہیں ہے مگر جس پر عمل میں ثواب عظیم ہے یہ بات یاد رکھیں آپ واجب واجب ہے مگر واجب کا ثواب اتنا نہیں ملتا جتنا مستحب کا ثواب ملتا ہے توجہ فرمائیے گا حرام حرام ہے۔ حرام پر مرتکب ہونے کا گناہ ہو گا مگر اگر کوئی مکروہ سے بچے گا تو حرام سے بچنے سے زیادہ

ثواب ملے گا کیوں اس کی تشریح آپ کی خدمت میں آئے گی۔

تب عزاداری اور اسلام کا موضوع واضح ہو سکے گا۔ آج ہم سے یہی سوال کیا جاتا ہے کہ کیا عزاداری واجب ہے ہم پوچھتے ہیں کیا عزاداری حرام ہے۔ صلوات۔

جو ہم سے تقاضائے وجوب کرتے ہیں کہ کیا عزاداری کرنا، حسینؑ ابن علیؑ کے غم میں رونا ماتم و مجلس کرنا واجب ہے تو ہم پلٹ کر سوال کرتے ہیں کہ کیا حرام ہے۔ تو کہتے ہیں بدعت ہے مجھے بدعت پر کچھ نہیں عرض کرنا ہے کیا کروں بدعت پہ عرض کر کے بدعت کہنا دلیل ہے کہ حرام نہیں ہے۔ صلوات۔

اگر علماء کو عزاداری حرام نظر آتی تو فتویٰ دینے میں گریز نہ ہوتا۔ فتویٰ ہے بدعت ہے یعنی حرام نہیں ہے بدعت ہے۔ جب لفظ بدعت آتا ہے تو اس کا اپوزٹ کیا ہے۔ واجب کا اپوزٹ حرام۔ حرام کا اپوزٹ واجب۔ مستحب کا اپوزٹ مکروہ۔ مکروہ کا اپوزٹ مستحب۔ تو بدعت کا اپوزٹ سیرت تو جہ چاہ رہا ہوں تو سیرت کا اپوزٹ بدعت جو چیز سیرت ہوگی بدعت نہیں ہوگی اور جو چیز بدعت ہوگی وہ سیرت نہیں ہوگی۔ صلوات۔

جو شئے حرام ہوگی کبھی واجب نہیں ہوگی۔ جو شئے واجب ہوگی وہ حرام نہیں ہوگی۔ جو مستحب ہے وہ مکروہ نہیں ہوگا جو مکروہ ہے وہ مستحب نہیں ہوگا اسی طرح سے جو بدعت ہے وہ سیرت نہیں ہوگی اور جو سیرت ہے وہ بدعت نہیں ہوگی۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔

ہمارے لیے معیار فتاویٰ ہیں یا سیرت۔ قرآن سیرت پر زور دیتا ہے۔ سول کی سیرت تمہارے لیے نمونہ ہے۔ نمونہ کہتے ہیں سیمپل کو۔ رسول اللہؐ

کی سیرت سیمپل ہے یعنی اس دنیا کی فیکٹری میں ہم کو جو مال ڈھالنا ہے اس کا سیمپل رسول اللہؐ ہیں۔ ویسے رسول اللہؐ کے بہت سیمپل نظر آتے ہیں تو جہ چاہ رہا ہوں انشاء اللہ گفتگو آپ کے سامنے آئے گی لیکن سیمپل کو بھی اصل سیمپل سے ملانا پڑے گا۔ مال کو مال سے ملانا پڑے گا اور یہ بات طے ہوگی اسی عشرے میں انشاء اللہ کہ عزاداری حرام ہے یا حرام نہیں بدعت ہے۔ بدعت کسے کہتے ہیں۔ کیا بدعت اسے کہتے ہیں جو سنت نہ ہو تو ہم کیوں ثابت کریں کہ عزاداری بدعت نہیں ہے ہم یہ کیوں نہ ثابت کردیں کہ عزاداری سنت ہے۔ صلوات۔

ہم کیوں ثابت کریں کہ عزاداری بدعت نہیں ہے جب کوئی چیز واجب ثابت ہو جائے گی حرام نہیں رہے گی جب کوئی چیز حرام ثابت ہو جائے گی واجب نہیں رہے گی تو اگر عزاداری سنت ثابت ہو جائے تو واجب تو ہو سکتی ہے بدعت نہیں ہو سکتی حرام نہیں ہو سکتی اگر سیرت رسولؐ سے بات ثابت ہو جائے تو اب فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ صاحب آپ کا علم کیا ہے آپ کی حیثیت کیا ہے اتنے اتنے جید اور بزرگ اور اسلامیات کے ماہرین جس چیز کو بدعت کہتے ہیں آپ کیسے سنت ثابت کریں گے تو یہاں عملی قابلیت کا سوال نہیں ہے نظر کا سوال ہے۔ اس لیے کہ سنت ثابت کرنے کے لیے پوری سیرت دیکھنا ہوگی بدعت ثابت کرنے کے لیے پوری سیرت کون دیکھتا ہے جو چیز نظر میں نہ آئی بدعت کہہ دی یعنی اگر سیرت رسولؐ کی ایک کتاب میں نے پڑھی چار سو صفحات کی اور تین سو ننانوے صفحے پڑھے اور وہ آخری صفحہ رہ گیا تو اگر اس میں کوئی عمل سیرت رسولؐ کا لکھا تھا اور آپ نے مجھ سے پوچھا تو میں کہوں گا بدعت اب اگر وہ صفحہ بھی پڑھ لیتا تو کہتا سنت یعنی بدعت کا فتویٰ عدم علم پر دیا جاتا ہے سنت کا فتویٰ علم پر دیا جاتا ہے۔ صلوات۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا مگر سب سے پہلے ہمیں جس بات پر فکر کرنا ہے جو کہ موضوع ہے عزاداری اور اسلام تو پہلے ہم اسلام پر غور کریں گے اور اسی کے ساتھ ساتھ عزاداری پر غور کرتے جائیں گے تو چار احکام کے طریقہ ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کیے واجب' حرام' مستحب' مکروہ۔ ایک اور بھی ہے پانچواں وہ کیا ہے کہا مباح یہ مباح کیا چیز ہے کہا مباح اس عمل کو کہتے ہیں جس کے کرنے میں کوئی گناہ نہیں نہ کرنے میں کوئی ثواب۔ کچھ نہیں۔ نہ شریعت نے اس سے روکا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے۔ ایک طرف یہ قانونی جکڑبندی' یہ واجب یہ حرام' یہ مستحب یہ مکروہ توجہ فرمائی آپ نے پھر مباح کیا ہے تو علماء کہتے ہیں کہ مباح کو اللہ نے انسانی زندگی کی آسانی کے لیے چھوڑا ہے کہ انسان مختلف زمین کے حصوں میں پیدا ہوگا مختلف معاشروں سے گزرے گا مختلف تہذیبوں سے گزرے گا مختلف موسموں سے گزرے گا مختلف منطقوں میں مختلف حالات سے گزرے گا لہٰذا جو چیزیں جنت جانے سے مانع نہیں ہیں جہنم لے جانے پر مجبور نہیں کرتی ہیں ان سب کو مباح کر دیا کہ اگر کر سکتے ہو تو کر لو اس کے کرنے میں نہ کوئی گناہ ہے اور نہ کرنے میں نہ کوئی ثواب ہے۔ یہ مباح ہے تو پہلا سوال تو میرا یہ ہوگا کہ آج جو ہمارا اسلام ہے اور آج جو علماء اسلام ہیں وہ اپنی زندگی میں مباحات پر عمل فرماتے ہیں یا نہیں توجہ فرمایئے گا میری بات پر یہ بالکل آخر میں گفتگو آئے گی انشاء اللہ کہ مباح یہ عمل ہوتا ہے کہ نہیں تو ہر عالم دین یہ کہے گا کہ اگر چیزوں کو اللہ نے مباح نہ کہا ہوتا تو پھر ہم معصوم بن کے رہ جاتے میں کیا عرض کر رہا ہوں ہم معصوم بن کے رہ جاتے اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزوں کو اللہ نے مباح قرار دیا اب ہم کو یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ اگر عزاداری مباح کی شکل میں آجائے تب بھی روکنے کی ضرورت

نہیں ہے جہاں ہزاروں چیزیں مباح ہیں وہاں ایک یہ مباح کیوں نہ ہو۔ ہم کو دیکھنا پڑے گا کہ عزاداری مکروہ تو نہیں ہے معاذاللہ اگر مکروہ ہے تو ہمیں ترک کرنا پڑے گا۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ یہ حرام تو نہیں ہے تو کہا کہ نہیں حرام نہیں ہے تو ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ مستحب ہے کہ نہیں ہم کو دیکھنا پڑے گا کہ واجب ہے کہ نہیں تو اب یہ کیسے دیکھا جائے گا اس کے لیے معیار معلوم کیا جائے گا کہ اسلام میں واجب کسے کہتے ہیں اسلام میں حرام کسے کہتے ہیں اسلام میں مستحب کسے کہتے ہیں اسلام میں مکروہ کسے کہتے ہیں اور جب کوئی چیز نہ واجب ہوگی نہ حرام نہ مستحب ہوگی نہ مکروہ تو جو کچھ بچے گا سب مباح توجہ فرمایئے گا آپ میری بات پر۔ تو اب یہ میں نے وہ آئین اور اصول اسلام کا بیان کیا ہے جو کسی ایک فرقہ سے متعلق نہیں ہیں بلکہ اسلام کے تہتر فرقے اس پر عامل ہیں کہ یا واجب ہے یا حرام ہے یا مستحب ہے یا مکروہ ہے یا مباح ہے۔ اسلام کے احکام کی قسمیں بھی پانچ ہیں واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور جو نہ واجب نہ حرام نہ مستحب نہ مکروہ تو مباح۔ اب اگر عزادار یہ ثابت کردیں کہ عزاداری حرام نہیں ہے اگر یہ ثابت کردیں کہ مکروہ نہیں ہے تو مباح تو رہے گی۔ مباح کو بدعت کہنا اگر مباح کو بدعت کا لقب دیا جائے تو پھر زندگی انسان کو دوبھر ہوجائے اور عوام تو اپنی زندگی کسی نہ کسی صورت بسر کرلیں۔ علماء کے لیے راستہ چلنا مشکل ہوجائے۔ اگر مباحات پر عمل نہ ہو توجہ فرمائی آپ نے تو ہم جو کہیں گے کسی پر اٹیک نہیں ہوگا اپنا ڈیفنس ہوگا۔ اٹیک کا کیا مطلب ہے اٹیک کا مطلب ہے کہ جب ہم عزاداری کے علاوہ جو بدعتیں جاری ہیں ان پر کچھ کہیں توجہ چاہ رہا ہوں ہم تو صرف یہ ثابت کریں گے کہ عزاداری بدعت نہیں ہے اور کیسے ثابت کریں گے کہ بدعت نہیں ہے اس کا ایک ہی راستہ

ہے کہ سنت ہے اب ادائے سنت میں توجہ چاہ رہا ہوں بس آخری بات پھر انشاء اللہ کل سے آپ کو کیف آئے گا میں چاہتا ہوں کہ خطوط ذہنوں میں معین ہو جائیں تاکہ بات سمجھنے میں کوئی غلط فہمی نہ رہ جائے سیرت میں جو نہیں ہے اور نبیؐ کی وفات کے بعد جس کا آغاز کیا گیا ہے وہ بدعت ہے یہ ایک الگ بات ہے کہ علماء اسلام بھی بدعت کی دو قسمیں بتاتے ہیں۔ بدعت حسنہ یعنی ایسی بدعت جو اچھی ہے اور بدعت مکروہا یعنی ایسی بدعت جس میں کراہت ہے توجہ فرمائی آپ نے مگر سنت کی دو قسمیں نہیں ہیں۔ میں نے کل کے اور آج کے اخبارات میں دیکھا کہ عشاء کا وقت ساڑھے آٹھ بجے ہے مجھے اطمینان تھا کہ مجلس کے درمیان میں رکنا نہیں پڑے گا لیکن بہرحال اوقات بھی مختلف ہیں مسلمانوں میں کیوں کہ اذان پہلے ہو رہی ہے اور یہ رکنا بھی واجب نہیں ہے لیکن کیونکہ سیرت امام زین العابدین علیہ السلام ہے میں نے گزشتہ سال بھی عرض کیا تھا کہ جب آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے مسجد میں شام کی تو یزید نے حکم دیا اور لوگوں نے اذان دینا شروع کی تو جب اذان ہونے لگی تو امام رک گئے کیوں کہ یہ بات ہمارے علم میں ہے لہٰذا ہمارا یہ فرض ہوتا ہے کہ ان کی پیروی اور ان کی تاسی میں ہم بھی رک جائیں۔ صلوات۔ آج وقت تمام ہو رہا ہے خلاصہ کروں اپنی تمہید کا یعنی احکام شریعت اسلام کی قسمیں پانچ ہیں واجب، حرام، مستحب، مکروہ، مباح۔ واجب کا مطلب یہ ہے کہ ہم قریب ہوتے ہیں اپنے استحقاق جنت کے اور حرام کا مطلب یہ ہے کہ ہم استحقاق جہنم سے قریب ہو رہے ہیں۔ مستحب کا مطلب یہ ہے کہ مستحب ہماری عبدیت میں آسانی پیدا کر رہا ہے اور مکروہ کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت جہنم سے ہم قربت حاصل کر رہے ہیں لیکن مباح وہ چیزیں ہیں کہ جن سے نہ حصول جنت کا تعلق

ہے اور نہ حصول جنم کا تعلق ہے مباح پر عمل کرنے والا نہ جنت سے قریب ہوتا ہے نہ جہنم سے قریب ہوتا ہے بلکہ انسانی زندگی کی ضرورتوں کو محسوس کرتے ہوئے یہ بھی ایک اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ہزاروں باتوں کو لاکھوں باتوں کو اپنے بندوں کے لیے مباح قرار دیا یعنی ہماری قوت فیصلہ پر بھی بعض چیزوں کو چھوڑ دیا تو اب عزاداری کو ہر پیمانے پر جانچ لینا ہے کہ عزاء امام حسین علیہ السلام اور یہ محرم کا چاند اور یہ عزاداری اور یہ غم حسینؑ میں گریہ و بکا یہ کس اسلام کے احکام کے سانچوں میں ڈھل سکتی ہے اور اس کے بعد انشاء اللہ یہ گفتگو جب مکمل ہوگی تو میں امید رکھوں گا کہ وہ صاحبان فہم و ذکاء جو کسی غلط فہمی کی وجہ سے اور بغیر خود فکر کیے ہوئے صرف لوگوں کے کہنے کی وجہ سے اس کو بدعت تصور کرتے تھے وہ آئندہ اسے بدعت تصور نہیں فرمائیں گے یا اگر میری گفتگو میں کوئی غلطی ہوگی تو مجھے متوجہ کر کے میری اصلاح فرما دیں گے اب آپ ملاحظہ فرمائیں اب رہ گئی یہ بات کہ صرف یہی نہیں کہ عزاداری بدعت نہیں ہے صرف یہی نہیں بلکہ بات تو یہاں تک پہنچے گی کہ اگر عزاداری نہ ہوتی تو آج اسلام ہی نہ ہوتا۔ یعنی کہ جتنے واجب نظر آرہے ہیں یہ سب اس عزاء کی دین ہیں۔ یہ آخر آخر مجلس نہ ہوتی کیوں کہ یہ عزاداری یادگار ہے کس کی یادگار ہے۔ اس شہادت عظمیٰ کی یادگار ہے جو کربلا کے میدان میں دسویں محرم کو پیش کی گئی اور یہ بات تمام مسلمانوں کے نزدیک فیصلہ ہے کہ اگر حسینؑ کربلا میں شہید نہ ہوتے تو آج اسلام نہ ہوتا یعنی ہر واجب کے پہنچنے کا ذریعہ ہے کربلا اور ہر حرام سے روکنے کا ذریعہ ہے کربلا اس لیے کہ کربلا اس موڑ پر کھڑی ہے کہ جہاں پر ہر واجب حرام ہو چکا تھا اور ہر حرام واجب ہو چکا تھا اس سے کوئی مورخ انکار نہیں کر سکتا مگر حسینؑ ابن علیؑ نے قربانی

پیش کی کہ ہمیشہ کے لیے بقاء اسلام کا انتظام کر دیا۔ اے عزادارو اگر یہ
عزاداری نہ ہوتی تو آج لفظ اسلام سننے کو نصیب نہ ہوتا آج یہ مسجدیں نہ ہوتیں
یہ اذانیں نہ ہوتیں یہ فرقے بھی نہ ہوتے جب اسلام ہی نہ ہوتا تو فرقے کہاں
سے ہوتے یہ کتب خانے نہ ہوتے یہ تبلیغ نہ ہوتی یہ اجتماعات نہ ہوتے یہ سب
دین ہے ان بہتر شخصیتوں کی جنھوں نے کربلا کے میدان میں اپنی قربانی پیش کی
جن کو حسینؑ منتخب کر کے لائے اور جب کربلا کے لیے حسینؑ روانہ ہوئے آپ
کو معلوم ہے وہ واقعہ ہر سال یہاں دہرایا جاتا ہے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں
بھی اس سے واقف رہیں کہ جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا اور یزید والی و
وارث سلطنت اسلامی ہوا اس وقت اس کے خطوط بھیجے گئے اس میں ایک خط
مدینہ بھی آیا۔ حاکم مدینہ ولید کے پاس آیا اور اس میں اطلاع تھی یزید کی تخت
نشینی کی اور یہ لکھا تھا کہ حسینؑ سے بیعت طلب کرو اگر حسینؑ بیعت کر لیں تو
خیر اور اگر حسینؑ انکار کریں بیعت سے تو ان کا سر قلم کر کے شام کے دربار میں
بھیج دو۔ ولید نے امامؑ کو طلب کیا۔ امامؑ اپنے بیت الشرف سے دارالامارہ میں
پہنچے۔ جب چلنے لگے تو قمر بنی ہاشم ابوالفضل العباسؑ جوان بیٹا شبیہ پیغمبر علی
اکبرؑ بھتیجا قاسمؑ ابن حسنؑ بھانجے عونؑ و محمدؑ اور دیگر اقرباء اور اعزاء نے کہا
فرزند رسولؐ ہم آپ کو تنہا نہ جانے دیں گے۔ دارالامارہ تک آئے۔ امامؑ نے
فرمایا مگر اس نے مجھے تنہا بلایا ہے لہٰذا تم دروازے پر ٹھہرو۔ تم ہماری حفاظت
کے لیے ساتھ آئے ہو اگر ہماری آواز بلند ہو تو دارالامارہ میں آنا۔ داخل
ہوئے۔ امامؑ فروکش ہوئے۔ وہ خط امامؑ کے ہاتھ میں دے دیا ولید نے۔ امامؑ
نے پڑھا۔ کہا آپ کا کیا جواب ہے۔ عجب جواب دیا حسینؑ ابن علیؑ نے فرمایا
کہ تم تنہائی میں مجھ سے یہ سوال کر رہے ہو میں اس کا جواب بھرے مجمع میں

دوں گا۔ کل نماز صبح کے بعد نانا کی مسجد میں سب کو جمع کرو اور جمع کرنے کے بعد یہ خط پڑھو اس کا جواب میں سب کے سامنے دوں گا۔ تو مروان بن حکم نے کہا ولید اگر حسینؑ اس وقت چلے گئے تو تم ان کی گرد سفر بھی نہ پاسکو گے۔ سننا تھا کہ امامؑ نے فرمایا کہ کیا تو مجھے مجبور جانتا ہے یہ آواز بلند ہونا تھی کہ قمر بنی ہاشم ابوالفضل العباسؑ تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے، شہزادہ علی اکبرؑ، عونؑ و محمدؑ، قاسمؑ بن حسنؑ دیگر اعزاء و اقرباء دارالامارہ میں داخل ہوئے۔ آقا اجازت دیجئے کہ اس کا سر قلم کردیں۔ جواب سنئے تمام عالم اسلام نبیؐ کا نواسہ فرماتا ہے نہیں نہیں ہم کبھی ابتدا نہیں کرتے لہٰذا چلو چلتے ہیں۔ واپس حسینؑ ابن علی دارالامارہ سے نکلے۔ روایات میں لکھا ہے کہ جناب زینب صلوٰۃ اللہ علیہا اتنی دیر میں ستر بار دروازے تک آئیں اور گھر میں واپس چلی گئیں۔ ہاں بچپنے میں اگر حسینؑ نانا کے پاس چلے جاتے تھے تو ماں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا بار بار دروازے پر آتی تھیں کہ میرے بچے ابھی واپس نہیں آئے۔ آج ثانی زہراؑ کا وہی عالم ہے جو کل ماں کا عالم ہوتا تھا وہی آج بہن کا عالم ہے جا رہی ہیں دروازے تک ــ ہی ہیں ایک مرتبہ دروازے پر آئیں تو دیکھا بھائی آرہا ہے۔ جیسے ہی حسینؑ ابن زہراؑ میں داخل ہوئے گلے سے لگایا۔ ماں جائے خیریت تو ہے کس لیے بلایا تھا فرمایا یزید حاکم وقت ہوا ہے اس کی بیعت کے لیے طلب کیا تھا پوچھا بھیا کیا ہوا کہا بہن تمہارا مشورہ درکار ہے فرمایا۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

بھیا بیعت کا کیا سوال ہے کہا بہن پھر اب سامان سفر تیار کرو اب مدینہ رہنے کی جگہ نہیں رہا۔ اب ہمیں مدینے سے سفر کرنا ہے۔ سامان سفر تیار ہونے لگا۔ حسینؑ نے کوچ کا ارادہ کیا۔ بس دو منٹ کی زحمت جناب زینبؑ نے کہا

بھیا اجازت دو کہ شوہر سے جا کے اجازت لے لوں۔ آئیں جناب عبداللہ بیمار تھے۔ تپ میں بخار میں جلا تھے۔ سرہانے بیٹھ کے رونا شروع کیا۔ جناب عبداللہ نے کہا بی بی خیریت تو ہے آپ کیوں رو رہی ہیں۔ کہا میرا بھائی مدینے سے جا رہا ہے ہاں میں نے بھی سنا ہے کہ حسینؑ مدینے سے کوچ کر رہے ہیں پھر آپ گریہ کیوں کر رہی ہیں۔ کہا آپ کو معلوم ہے کہ مجھے بھائی سے کتنی الفت ہے۔ کہا ہاں مجھے معلوم ہے۔ کہا آپ شوہر ہیں اور بیمار ہیں۔ کہا نہیں نہیں میں آپ کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں آپ اپنے بھائی کے ساتھ جایئے عبداللہ سمجھتے تھے کہ جناب زینبؑ مسکرا دیں گی مگر دیکھا کہ بی بی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں کہا بی بی میں نے خوشی سے اجازت دیدی اب کیا ہے۔ کہا عبداللہ کیا کہوں جو کہنا چاہ رہی ہوں زبان پر نہیں آ رہا ہے۔ کہا میں سمجھ گیا بی بی آپ عونؑ و محمدؑ کو بھی اپنے ساتھ لیتی جائیں اس لیے کہ آپ کے بابا نے کچھ ہم سے بھی بیان کیا ہے کچھ ہم کو بتایا ہے اور بی بی صرف عونؑ و محمدؑ کو ساتھ لے نہ جائیں بلکہ اگر آپ کے بھائی پر وقت پڑے تو ایک بیٹے کو اپنی طرف سے اور ایک بیٹے کو ہماری طرف سے قربان کر دیجئے گا۔ جناب زینبؑ تشریف لائیں۔ قافلہ تیار ہوا۔ بس ایک منٹ کی زحمت عزادارو اب وہ عجیب وقت تھا جب بھائی اور بہن نانا کے مزار پر رخصت ہونے کے لیے گئے۔ حسینؑ نے جا کے قبر اطہر پر سر رکھ دیا آواز دی نانا جس مدینے کی گلیوں میں حسینؑ آپ کے کندھے پر بیٹھ کے گھومتا تھا آج اس مدینے کی گلیوں کو چھوڑ کر حسینؑ جا رہا ہے۔ نانا آپ کی امت نے عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے۔ نانا قبر کو شگافتہ کیجئے اپنے نواسے کو قبر میں لے لیجئے۔ بی بی بیان کرتی ہیں قبر شگافتہ ہوئی نانا قبر سے برآمد ہوئے۔ نہیں حسینؑ وہ وقت آگیا جس کا تم نے بچپنے میں وعدہ کیا تھا حسینؑ خدا حافظ

حسینؑ تم تنہا نہیں جا رہے ہو یہ نانا بھی قدم قدم پر تمہارے ساتھ رہے گا بس میں نے مجلس کو تمام کیا جب نانا سے رخصت ہو لیے تو ماں کی قبر پر آئے۔ جنت البقیع میں آکے رخسار رکھ دیا۔ اماں آپ کے نازوں کا پالا حسینؑ جا رہا ہے مدینہ میں ویرانی چھا گئی۔ حسینؑ ماں کی قبر سے رخصت ہوئے۔ ہر طرف اداسی کا ماحول۔ اہل مدینہ کی آنکھوں میں آنسو۔ ایک راوی لکھتا ہے کہ میں نے عجب منظر دیکھا کہ جب یہ قافلہ جا رہا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ مدینہ کی رونق جا رہی ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ مدینہ اجڑ رہا ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ روضہ رسولؐ پر اداسی چھا رہی ہے۔ حسینؑ مدینہ سے رخصت ہو گئے اہل مدینہ روتے رہے۔

□ ○ □

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسری مجلس

خداوند کریم قرآن مجید میں ارشاد فرما رہا ہے کہ ہمارے رسولؐ کی سیرت تمہارے لیے نمونہ عمل ہے قرآن مجید کی اس آیت کے ذیل میں ختمی مرتبت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کو تمام مسلمانوں کے لیے تمام کلمہ گویوں کے لیے حجت قرار دیا گیا۔ اس آیت کے ذیل میں عزاداری اور اسلام کے عنوان پر گفتگو کا آغاز آپ حضرات کی خدمت میں کیا گیا کہ آیا عزاء سید الشہداء عزاء امام حسین علیہ السلام اور یہ اصول عزا اور یہ اسباب عزا اور یہ مختلف انداز سے امام حسین علیہ السلام کی یادگار اور ان کی عظیم شہادت کی یاد منانا داخل اسلام ہے اسلام کا جزو ہے اسلام کی بقا کا سبب ہے اسلام کی ایک عبادت ہے یا کوئی چیز اسلام سے علیحدہ ہے اس کے لیے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ عزاداری کی گفتگو سے پہلے

اسلام پر گفتگو ہوگی اس لیے کہ ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ سمجھ لے کہ
اسلام کیا ہے اسلام کیوں آیا ہے اسلام کا مقصد کیا ہے اور ہم کو خالق کائنات
نے کیوں خلق کیا بہت سے مقاصد ہیں بہت سی ترجیحات ہیں بہت سے مسائل
ہیں جو آپ کے سامنے بنیاد قرار پا سکتے ہیں میں نے جس چیز کو اپنے موضوع کے
لیے بنیاد قرار دیا وہ میں نے کل آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیوں کہ ہماری
حیات یہ حیات نہیں ہے یہ زندگی مختصر سی زندگی جس میں کوئی پیدا ہوتے ہی دنیا
سے گزر جاتا ہے کوئی پیدا ہی مردہ ہوتا ہے کوئی تھوڑے دن دنیا کی بہاریں دیکھتا
ہے اور گزر جاتا ہے کوئی حالت جوانی میں اللہ سے مل جاتا ہے کوئی بڑھاپے
اور ضعیفی میں انتقال فرماتا ہے۔ بہرحال جو آتا ہے وہ جاتا ہے کوئی ایسا نہیں
ہے کہ جس کی موت واقع نہ ہو تو ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر
موت دینا تھی تو حیات کیوں دی اور حیات دینا تھی تو موت کیوں معین فرمائی تو
اس کے بعد جب قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں فکر کی گئی تو یہ اندازہ ہوا
کہ نہیں یہ حیات نہیں ہے اور وہ حیات جس حیات کے بعد موت ہے اس
موت کے بعد جو حیات ہے حقیقی معنوں میں وہی حیات ہے لیکن اس کے بسر
کرنے کی دو جگہیں ہیں ایک کا نام اسلام میں جنت ہے اور دوسری کا نام
اسلام میں جہنم ہے یعنی اس ساری دنیا کی آبادی کو جناب آدم علیہ السلام سے
لیکر سرکار دوعالم ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ ختمی مرتبت سے لیکر
آج تک آج سے لیکر اس آخری انسان تک جو دنیا میں پیدا ہوگا اسے مر کے
جینا ہے اور وہ حیات جو بعد الموت ہے وہ حیات جو مرنے کے بعد عطا ہوتی ہے
پھر اس کے بعد موت کا کہیں تذکرہ نہیں ہے یعنی ہم سب کو جینا ہے مگر سوال
یہی ہے کہ کہاں جینا ہے جیسے اس دنیا میں ہم سب پیدا کیے گئے مرنے کے بعد

کوئی ایک دنیا ہوگی جس میں ہم سب جلا کے پھر خلق کیے جائیں گے اور جہاں پر
ہم کو رہنا ہوگا تو قرآن یہ کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہے حدیثیں کہتی ہیں کہ ایسا نہیں
ہے بلکہ وہاں ہم دو حصوں میں بٹ جائیں گے اور وہ جو اللہ کے نیکوکار بندے
ہیں اور ایک وہ جو اللہ کی عظمتوں کا انکار کرتے ہیں اس کے احکام کی مخالفت
کرتے ہیں یہ دو جگہیں کونسی ہیں ایک کا نام جنت ہے دوسری کا نام جہنم ہے
یعنی یہ کائنات کی ساری آبادی جو ایک ہی خطہ زمین پر رہ رہی ہے کل جب
مرنے کے بعد پھر جلائی جائے گی تو ایک خطہ زمین پر رہنا نصیب نہیں ہوگا بلکہ دو
الگ ٹھکانے ہیں دو الگ مقامات ہیں دو الگ دنیائیں ہیں' ایک دنیا کا نام جنت
ہے اور دوسری دنیا کا نام جہنم ہے۔ اب سوال ~~یہ~~ پیدا ہوتا ہے کہ کون جنت جائے گا
کون جہنم جائے گا۔ کہنے والے کہتے ہیں اللہ جسے چاہے گا جنت میں بھیجے گا اللہ
جسے چاہے گا جہنم میں بھیجے گا تو سوال ~~یہ پیدا ہوتا ہے~~ کہ اگر اللہ اپنی مرضی سے
جنت اور جہنم عطا کرنے والا تھا تو ہمیں دنیا میں پھر کیوں خلق کیا اپنا اور ہمارا
وقت کیوں برباد کیا۔ ہم میں سے جس کے لیے مرضی ہوتی اسے جنت میں خلق
کر دیتا اور جس کے مرضی ہوتی اسے جہنم میں خلق کر ~~دیتا تو اس کے لیے میں~~
~~نے عرض کیا تھا آپ کی خدمت میں کہ~~ ہم کو یہاں اس لیے پیدا کیا کہ ہم خود
فیصلہ کرلیں کہ مرنے کے بعد ہم کو جنت میں رہنا ہے یا مرنے کے بعد ہم کو جہنم
میں رہنا ہے خدا سب کو جنت میں پیدا کر سکتا تھا ~~لیکن میں نے کل عرض کیا تھا~~
کہ جنت جنتیوں کے رہنے کے لیے قابل نہ رہ جاتی اگر سب جنت چلے جاتے۔ تو
آج ~~مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ~~ اگر کچھ کو جنت اور جہنم بھیجتا تو جن کو جنت بھیجتا وہ
شکر کا سجدہ عطا کرتے ~~کیا فضا ہے کیا ہوا ہے کیا موسم ہے کیا بہار ہے کیا غذائیں~~
~~ہیں~~ لیکن جن کو جہنم میں ڈال دیتا وہ فریاد کرتے ہم نے کیا خطا کی تھی ہم نے کیا

گناہ کیا تھا ہمیں کیوں اتنی تکلیف وہ جگہ تو نے خلق کیا۔ کیا ہم نے تیرے وجود کا انکار کیا تھا۔ کیا ہم نے تیری عظمتوں کا انکار کیا تھا۔ کیا ہم تیری خالقیت کے منکر تھے۔ کیا ہم نے تیری کوئی نافرمانی کی تھی جو ہم کو اتنی اذیت کی جگہ تو نے بھیجا۔ تو اس لیے کہا کہ میں نہیں بھیجوں گا تم خود ہی آؤ اور جہاں جی چاہے آؤ جنت کا بھی دروازہ کھلا ہے جہنم کا بھی دروازہ کھلا ہے فیصلہ تم کو کرنا ہے کہ مرنے کے بعد جنت میں جانا ہے یا مرنے کے بعد جہنم میں جانا ہے تو معبود ہم کیسے فیصلہ کریں کہ مرنے کے بعد ہم کو جنت میں جانا ہے یا مرنے کے بعد ہمیں جہنم میں جانا ہے کون نافہم ایسا ہوگا جو جہنم کی اذیتیں سننے کے بعد جہنم جانے کا فیصلہ کرے گا جنت کی راحتیں سننے کے بعد ہر ایک کی تمنا ہوگی کہ وہ مرنے کے بعد جب پیدا ہو تو اسے جنت نصیب ہو تو ہم کیسے طے کریں ہم کیسے فیصلہ کریں تو آواز آئے گی کہ اسی لیے ہم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا سلسلہ قائم کیا جو دنیا میں جائیں گے اور دنیا میں جا کے تم کو بتائیں گے کہ جنت کا راستہ کیا ہے۔ صراط مستقیم کیا ہے۔ کس راستے پر چل کر جنت ملے گی۔ کن کن باتوں سے اتفاق کرنے پر جنت ملے گی اور کن کن باتوں سے انکار کرنے پر جہنم ملے گا۔ کن کن باتوں کے انکار پر جنت ملے گی اور کن کن باتوں کے اتفاق پر جہنم ملے گا۔ اقرار اور انکار اسلام کی پہلی چیز اقرار و انکار ہے اقرار ہی کا نام اسلام ہے اور انکار ہی کا نام کفر ہے جس نے قبول کیا تسلیم کیا وہ مسلم بن گیا جس نے انکار کیا وہ کافر بن گیا یعنی ہم کو اپنی گفتگو میں اقرار و انکار کی منزل میں بہت ہی محتاط رہنا ہے ایک انکار ہم کو جہنم لے جائے گا اور ایک اقرار ہم کو جنت لے جائے گا تو یہ جو ہم انکار کرتے ہیں اور یہ جو ہم اقرار کرتے ہیں یہ انکار و اقرار زبان سے ہوتا ہے لیکن زبان کی خطا نہیں ہے زبان نہ خود انکار کرتی ہے اور

زبان نہ خود اقرار کرتی ہے زبان تو ترجمان ہے جو دل فیصلہ کرتا ہے اس کو ظاہر کر دیتی ہے اللہ نے زبان پر اتنا بھروسا کیا کہ اسی زبان کو ہمارا ترجمان مان لیا جب ہمارے انکار و اقرار کے لیے زبان کو ترجمان قرار دیا تو کیسے اپنے دین کا ترجمان معین نہ فرماتا جس نے ہم کو اپنے اظہار خیال کا ذریعہ عطا کیا وہ اپنے دین کے اظہار کے لیے کیسے کوئی ذریعہ تلاش نہ کرتا اسی لیے جب اس نے مخلوق کو خلق کیا تو اپنے انبیاء کو بھی خلق کیا۔ انبیاء اللہ کے ترجمان بن کے آئے لہٰذا جو نبی فرمادے جو نبی کہہ دے وہ مرضی الٰہی ہے وہ مشیت الٰہی ہے وہ حکم الٰہی ہے اور اس سے اقرار کرنا جنت جاتا ہے اور اس کی بات کا انکار کرنا اپنے کو جہنم لے جانے کا فیصلہ کرتا ہے یعنی انحصار ہماری اور آپ کی فکر پہ نہیں ہے بلکہ انحصار پیغمبر اور رسول اور نبی اور ہادی اور امام کے ارشادات کو غور سے سن کر ان سے اتفاق کرنے کا نام اسلام ہے کل میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اسلام آسان نہیں ہے اسلام مشکل ہے کفر آسان ہے ایک بات کا بھی انکار کفر ہے اور ہر بات کا اقرار اسلام ہے جب مسلمان مسلمان بن جائے گا تو اسے ہر بات کا اقرار کرنا پڑے گا کس بات کا جو ہم نے خواب میں دیکھی اس بات کا نہیں جو ہمارے ذہن نے بتائی اس بات کا نہیں جو فلسفی اور منطقی نے کہی اس بات کا نہیں جس بات کو اللہ نے قرآن میں فرمایا یا رسول اللہؐ نے حدیث میں فرمایا۔ اسی کے اقرار کا نام اسلام ہے۔ تو ہر موضوع پر بحث کرنے سے پہلے ہم کو یہ فکر لاحق ہونا چاہیے کہ جو ہمارا عمل ہے جو ہمارا ایکشن ہے جو ہماری زندگی ہے جو ہمارا رہن سہن ہے اس رہن سہن میں کیا کیا وہ ہے جو رسولؐ نے فرمایا ہے اور کیا کیا وہ ہے جس سے رسولؐ نے روکا ہے۔ اس کو کہتے ہیں احکام اسلامی۔ احکام اسلامی کی پانچ قسمیں علماء نے معین کی ہیں یعنی

واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح۔ واجب وہ ہے جس کا قطعی حکم قرآن
میں موجود ہے۔ حرام وہ ہے جس کے لیے قطعی قرآن نے منع کر دیا ہے۔
مستحب وہ ہے جس کے کرنے میں ثواب ہے، نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔
اسی طرح سے مکروہ وہ ہے جس کے ترک میں ثواب ہے اور مباح وہ ہے جس پر
عمل کرنے میں نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے بلکہ اذن عام ہے کہ یہ چیز تم کر سکتے
ہو۔ اس کا کرنا گناہ نہیں ہے اس کا ترک کرنا بھی گناہ نہیں ہے۔ تو اب جو
اسلام مجموعہ احکامات ہے تو اس میں دو حصوں میں اسلام تقسیم ہے۔ ایک کا
نام ہے عقیدہ اور دوسرے کا نام ہے عمل۔ عقیدہ کسے کہتے ہیں۔ لوگ اکثر
عقیدے کا مذاق اڑاتے ہیں۔ کچھ مسلمانوں کو یہ کہہ کر خاموش کرنے کی
کوشش کی جاتی ہے کہ جی ہاں آپ ماشاء اللہ سے بڑے ہی خوش عقیدہ ہیں۔
کچھ باتیں کہی جاتی ہیں کہ ٹھیک ہے جو آپ کہہ رہے ہیں یہ آپ کا عقیدہ ہے۔
ہاں آپ عقائد کی بحث کریں تو علیحدہ بات ہے یہ آپ کا عقیدہ ہے یہ آپ کا
عقیدہ ہے یعنی جیسے ہر مسلمان کو یہ حق ہے کہ وہ اپنا اپنا عقیدہ علیحدہ
معین کرے۔ ایسا نہیں ہے ہرگز کہ میں کوئی عقیدہ معین کرلوں آپ کوئی
عقیدہ معین کرلیں۔ عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے اس
پر بندہ یقین رکھے اور جو رسولؐ نے فرمادیا ہے اس پر یقین رکھے اس کا نام
عقیدہ ہے اگر کسی چیز کا وجود قرآن میں نہیں ہے تو وہ عقیدۂ اسلامی نہیں ہے
بدعقیدگی ہے۔ اگر کسی چیز کا وجود سیرت میں نہیں ہے تو وہ عقیدۂ اسلامی نہیں
ہے بلکہ وہ بدعقیدگی ہے۔ عجیب و غریب بات ہے جو قرآن و سیرت میں مل
جائے اسے خوش عقیدگی کہا جائے اور جو قرآن و سیرت میں نہ ملے اس کو
عقیدہ کہا جائے تو پھر اسلام کے احکام کا تعین کیسے ممکن ہے۔ دوسری چیز ہے

عمل یعنی ایک چیز ہے عقیدہ ایک چیز ہے عمل۔ عقیدہ کچھ چیزوں سے اتفاق کرنے کا نام ہے یعنی اللہ نے فرمایا اب بندے کو اس لیے یقین کرنا ہے یہ اللہ نے فرمایا ہے تو عقیدہ بنیاد ہے **اشھدان لا الہ الا اللہ** نہیں ہے **اشھدان لا الہ الا اللہ** کہنا عمل نہیں ہے **اشھدان محمد رسول اللہ** کہنا عمل نہیں ہے **اشھدان علی ولی اللہ** کہنا عمل نہیں ہے عقیدہ ہے یعنی ہم اظہار عقیدہ کر رہے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ کوئی اللہ نہیں ہے کوئی اللہ نہیں ہے سوائے اس وحدہ لا شریک کے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ مولائے کائنات علی ابن علی طالب علیہ السلام اللہ کے ولی ہیں۔ اب کسی کو اگر عقیدہ دیکھنا ہے کہ میرا عقیدہ صحیح ہے یا غلط تو آپ مجھ سے پوچھئے کہ تمہارا عقیدہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ ایک ہے آپ قرآن میں دیکھئے کہ قرآن بھی کہتا کہ نہیں کہ اللہ ایک ہے آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ میں نے کہا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ قرآن میں دیکھئے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں کہ نہیں۔ اگر قرآن میں مل جائے تو میرا عقیدہ صحیح ہے۔ اسی طریقے سے میں نے کہا کہ علی علیہ السلام اللہ کے ولی ہیں۔ تو آپ قرآن میں دیکھئے کہ قرآن میں علی علیہ السلام کو ولی کہا گیا ہے کہ نہیں۔ اگر نہیں کہا گیا ہے تو بدعقیدگی ہے۔ صلوات۔

اب آپ ملاحظہ فرمائیں تین عقیدے ہیں اسلام کے جو کلمہ میں شامل ہیں۔ ایک اللہ کی وحدانیت دوسرے رسولؐ کی رسالت تیسرے علیؑ کی ولایت۔ جو اللہ کو ایک نہیں مانتا اور خدا کو ایک نہیں سمجھتا وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ ہم مسلمان ہیں اور جو اللہ کے رسولؐ ختمی مرتبت کو نہیں تسلیم کرتا وہ

نہیں کہہ سکتا کہ ہم مسلمان ہیں۔ اب تیسری منزل بڑی سخت ہے لوگ اس طرح
سے گزرنا ہے کہ جن کا عقیدہ نہیں ہے انھیں ناگوار بھی نہ ہو اور وہ فکر پر بھی
مجبور ہوجائیں۔ توجہ فرمائی آپ نے یعنی یہ سوال ہے کہ علیؑ ولی اللہ یعنی علی
اللہ کے ولی ہیں۔ یہ کہنا کیا اسلام سے مسلمان کو خارج کر دیتا ہے۔ دیکھئے رخ
ملاحظہ فرمائیے اگر میں کہوں کہ علیؑ اللہ کے ولی ہیں تو علیؑ کو اللہ کا ولی کہنا مجھے
اسلام سے خارج کر دے گا۔ میں تمام فرقوں سے فتویٰ چاہتا ہوں کہ اگر کوئی
مسلمان یہ کہے کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ علی اللہ کے ولی ہیں تو میں کافر ہوگیا یا میں
مشرک ہوگیا تو جواب ملے گا کہ نہیں یہ کہنا نہ کفر ہے نہ شرک ہے توجہ فرمائی
آپ نے کیوں کہ شرک وہ ہے جو کسی کو اللہ میں شریک کرے۔ ہم ولی کہہ
رہے ہیں شریک نہیں کہہ رہے۔ اچھا دوسری بحث یہ ہے کہ اگر ہم نے اللہ کا
ولی علیؑ کو کہا تو خود ولی بنا کے کہا تو یہ کفر ہوجائے گا لیکن اگر قرآن مجید میں اللہ
نے یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تمہارا ولی ہے رسول تمہارا ولی ہے اور وہ ولی ہے جو
حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتا ہے اور تمام مفسرین اسلام نے لکھا کہ وہ حالت
رکوع میں زکوٰۃ دینے والے علیؑ تھے۔ میری یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اللہ
نے یہ تو کہہ دیا کہ اللہ ولی ہے رسول اللہ کو کہہ دیا کہ وہ تمہارا ولی ہے مگر آگے
نہیں بتایا کہ کون ولی ہے کہا جو حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتا ہے وہ ولی ہے یعنی اپنی
ولایت کا اعلان وضاحت سے کیا رسولؐ کی ولایت کا اعلان وضاحت سے کیا اور
جب علیؑ کی ولایت کی منزل آئی تو نام نہیں لیا بلکہ امت کی فکر پر چھوڑا کہ
تلاش کرو کہ وہ کون ہے جس نے حالت رکوع میں زکوٰۃ دی۔ اب اس میں کوئی
بحث نہیں ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کسی اختلافی موضوع پر گفتگو
نہیں کر رہا ہوں کیا اس بات میں جسے کوئی یہ کہہ دے کہ ہم نہیں مانتے۔ مزا تو

اس بات میں ہے کہ اگر کوئی کہہ دے کہ ہم نہیں مانتے تو کہنا پڑے کہ آپ
مسلمان نہیں رہے۔ تو میری بات سے اتفاق اور میری بات سے انکار نہ کسی کو
مسلم بنائے گا اور نہ کسی کو کافر بنائے گا لیکن قرآن کی بات سے اتفاق مسلم
بنائے گا اور قرآن کی بات سے انکار کافر بنائے گا۔ میرے معبود کیا تو یہ نہیں
فرما سکتا تھا کہ حالت رکوع میں زکوۃ کس نے دی۔ کہا میں کہہ سکتا تھا مگر میں
نے نہیں کہا اس لیے نہیں کہا کہ امت نہ میری ولایت میں اختلاف کرے گی
اور نہ رسولؐ کی ولایت میں اختلاف کرے گی۔ جس ولایت میں اختلاف کرنے
کا امکان ہے اس کو بجائے خود کہنے کے تم سے کہلایا کہ تم بتاؤ کہ حالت رکوع
میں زکوۃ کس نے دی تو ہمارے اصحاب نے روایت فرمائی کہ حالت رکوع میں
زکوۃ علیؑ نے دی۔ تو اس آیت کے ذیل میں قرآن سے علیؑ ولی ثابت ہو گئے۔
تو علیؑ کی ولایت کا اعلان کرنا اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ اعلان نہ کرنے پر
میں کوئی گفتگو نہیں کروں گا۔ توجہ چاہ رہا ہوں کیوں کہ میرا کام الفنس نہیں
نفس ہے۔ میں صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ اعلان ولایت بھی کیا اسلام سے
خارج کر دیتا ہے۔ کیا نہیں خارج کر دیتا تو سوال یہ پیدا ہو گا کہ کیا واجب ہے تو
میں پوچھوں گا کیا حرام ہے۔ گفتگو تو یونہی چلے گی کہا کہ نہ واجب ہے نہ
حرام ہے تو میں پوچھوں گا کہ کیا مکروہ ہے توجہ چاہ رہا ہوں کہا کہ مکروہ بھی نہیں
ہے تو مستحب ہوگا اور مستحب بھی نہ ہوگا تو کم سے کم مباح ہوگا تو مباح میں کیا
اعتراض کی بات ہے۔ تو کہنے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ ایک سوال ہے تو کچھ
بھی کہنے کی ضرورت کیا ہے ایمان دل سے ہے انسان عقیدہ دل میں رکھتا ہے
عقیدہ دل میں ہے ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں کہنے کی کیا ضرورت ہے **لا الہ الا اللہ**
کیا آپ کا عقیدہ ہے۔ آپ کے دل میں ہے مگر کہنے کی ضرورت یہ ہے کہ آپ

اس عقیدے کا اعلان کریں کیوں کریں جزا و سزا سننے والے دیں گے یا جزا و سزا خدا دے گا۔ کہا جزا و سزا کا مالک اللہ ہے۔ دل کی خبر رکھتا ہے۔ میں آپ سے کیوں کہوں کہ اللہ ایک ہے۔ جسے ایک مان رہا ہوں وہ جنت بھیج دے گا۔ کہا کہ نہیں تمہیں کہنا پڑے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اظہار بھی ہے عقیدے کا اظہار بھی ضروری ہے۔ اگر ضروری نہ ہوتا تو لفظ **قولو** نہ لگا ہوتا **قولو لا الہ الا اللہ** پیغمبر فرماتے تھے کہو کہ کوئی اللہ نہیں ہے سوائے اس وحدہ لاشریک کے۔ **قولو** کہو۔ نبی نے کہا کہو اور اصحاب نے کہا اور جس نے کہا تاریخ میں وہی مسلم سمجھا گیا اور آج بھی جو کہتا رہتا ہے وہی مسلم سمجھا جاتا ہے۔ تو ٹھیک ہے مسلمان مسلمان کے سامنے کہے **اشھدان لا الہ الا اللہ** تو یہ اقرار ہے یہ کہنا ہے لیکن اذان میں کیا ضروری ہے یعنی پانچ وقت مسجدوں سے باآواز بلند کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو کہا کہ ~~صاحب~~ اذان تو اس لیے رکھی گئی تھی کہ اس وقت گھڑیاں نہیں تھیں۔ زوال کا وقت معلوم نہیں تھا طلوع آفتاب کی خبر نہیں تھی غروب آفتاب کا صحیح اندازہ نہیں تھا اس لیے اذان دی جاتی تھی کہ مسلمان واقف ہو جائیں کہ وقت نماز آگیا تو اذان میں **حی علی الصلواۃ** کافی نہیں تھا کیا۔ اگر اعلان نماز ہی اذان ہے تو **حی علی الفلاح** کہا جاتا **حی علی الصلواۃ** کہا جاتا یعنی جلدی کرو فلاح کے لیے جلدی کرو۔ صلواۃ کے لیے نماز کے لیے یہ اذان میں **اللہ اکبر** کیوں یہ اذان میں **لا الہ الا اللہ** کیوں۔ یہ اذان میں **محمد رسول اللہ** کیوں۔ کیا سمجھے نہیں یہ اعلان ہے یہ وقت کا تو اعلان نہیں ہے وقت نماز کا اعلان تو **حی علی الصلواۃ** ہے۔ آؤ نماز کا وقت آگیا۔ اچھا ٹھیک ہے یہ اس وقت کا اسلام ہے جب گھڑیاں نہیں تھیں۔ اب تو ہر ہاتھ میں گھڑی بندھی ہے اور گھڑی گھڑی دیکھی جاتی ہے اور

اخبار میں وقت چھپ جاتا ہے لہٰذا گھڑی دیکھی اور مسجد میں پہنچ گئے۔ تو علماء کہیں گے کہ آپ نافہم ہیں اس کا مقصد صرف نماز کے لیے بلانا ہی نہیں ہے بلکہ اعلان بھی ہے اللہ اکبر کس کے لیے جو مسجد میں آ رہا ہے وہ اللہ کو اکبر مان ہی رہا ہے اشہدان لا الہ الا اللہ کس کے لیے جو مسجد میں آ رہا ہے وہ تو اللہ کو ایک مان ہی رہا ہے اشہدان محمد رسول اللہ کس کے لیے جو مسجد میں آ رہا ہے وہ انہیں اللہ کا رسولؐ مان ہی رہا ہے۔ تو اذان اعلان وقت نماز ہی نہیں ہے بلکہ اعلان عقیدہ بھی ہے یعنی صرف یہی نہیں کہ زبان سے کہہ دو کہ ہمارا بھی عقیدہ ہے دوسروں کو سنا بھی دو کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے تو تین منزلوں سے میری گفتگو گزر گئی۔ دل میں ایمان رکھنا کافی نہیں ہے زبان سے اظہار کی بھی ضرورت ہے۔ زبان سے اظہار کافی نہیں ہے دوسروں کے سامنے اعلان کی بھی ضرورت ہے۔ توجہ فرمائیے گا۔ اذان میں میں ہم نہیں لوں گا علماء اسلام نے لکھا ہے کہ اذان اس لیے ہے کہ محشر کے دن لوگ یہ شکایت نہ کریں کہ ہم جس شہر میں رہتے تھے ہم کو کسی نے بتایا ہی نہیں کہ کوئی اللہ نہیں سوائے تیرے۔ ہم کو کسی نے بتایا ہی نہیں کہ یہ تیرے رسولؐ تھے۔ ہم نے تو کبھی آواز سنی ہی نہیں۔ ہمارے تو کانوں میں کبھی یہ آواز آئی ہی نہیں۔ اس لیے شارع نے اذان کا حکم دیا کہ علی الاعلان کہہ دو کہ اللہ سب سے بزرگ و برتر ہے۔ کوئی خدا نہیں ہے۔ سوائے اس وحدہ لا شریک کے اور ختمی مرتبت اس کے رسولؐ ہیں یعنی اذان کی افادیت ہے اپنے عقیدہ اسلامی کو دوسروں کے کانوں تک پہنچانا تاکہ کوئی یہ نہ کہے محشر میں خدا سے کہ ہم نے سنا ہی نہیں کہ محمد اللہ کے رسولؐ ہیں تو اسی وجہ سے ہم بھی اعلان کر دیتے ہیں علی ولی اللہ کہ کل کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے سنا ہی نہیں۔ صلوات

توجہ فرمائیں کہ کیا کوئی موذن اذان دیتے وقت اپنے دل میں یہ نیت کرتا
ہے کہ کیوں کہ بہت سے لوگ اللہ کو سب سے بزرگ نہیں تسلیم کرتے لہٰذا ہم
کہہ رہے ہیں اللہ اکبر واسطے چڑانے واسطے تپانے واسطے جلانے ان کو جو اللہ
کو بزرگ نہیں مانتے۔ توجہ فرما رہے ہیں آپ۔ کیا کوئی موذن اذان دیتے
وقت یہ نیت کرتا ہے کہ میں **اشہدان لا الہ الا اللہ** کہہ رہا ہوں اس لیے کہ جو
اللہ کو ایک نہیں مانتے تثلیث کے قائل ہیں اللہ کے مختلف روپ کے قائل
ہیں مشرک ہیں وہ تپ جائیں جل جائیں بھن جائیں یہ سن کے کہ کوئی اللہ
نہیں ہے سوائے وحدہ لاشرک کے۔

توجہ چاہتا ہوں جب موذن یہ کہتا ہے **اشہدان محمدرسول اللہ** تو کیا کسی
موذن کی یہ نیت ہوتی ہے کہ جو ان کو اللہ کا رسول نہیں مانتا وہ جل جائے،
جائے، بھن جائے، تپ جائے، تم ہمارے رسولؐ کو رسول نہیں مانتے۔ عیسیٰ پہ
ختم کردیا اسلام کو موسیٰ پہ ختم کردیا۔ مہاتما گوتم بدھ کو اللہ کا رسول سمجھ بیٹھے
نہیں نہیں محمدؐ اللہ کے رسول ہیں سنو جلو ایک
موذن کی یہ نیت نہیں ہوتی تو جب **اللہ اکبر** میں نیت خراب نہیں ہے **لا الہ الا
اللہ** میں نیت خراب نہیں ہے **محمدرسول اللہ** میں نیت خراب نہیں ہے تو یہ
کیوں تصور کیا جائے کہ **علی ولی اللہ** کی یہ نیت ہے۔ صلوات۔

نیت پر حملہ کرنا، ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان سے یہ اخوت اسلامی
کے خلاف ہے نیت یہ نہیں ہے نیت کیا ہے کہا ہم مانتے ہیں کہ اللہ سب سے
بڑا ہے کس نے منوایا اللہ نے منوایا کس کے ذریعے سے منوایا کہنا رسول اللہ
کے ذریعے سے منوایا ہم اعلان کر رہے ہیں کہ کوئی اللہ نہیں ہے سوائے اس
وحدہ لاشریک کے آپ نے جو یہ اعلان فرمایا کہ آپ کا عقیدہ کس نے بنایا کس

نے بتوایا کہا اللہ نے اپنے رسول کے ذریعے سے۔ **اشہدان محمدرسول اللہ**
توجہ چاہ رہا ہوں یعنی آپ اللہ کے رسول ہیں ہم گواہی دیتے ہیں یہ عقیدہ آپ
کہاں سے لائے' ہسٹری سے لائے' تاریخ سے لائے' فلسفہ سے لائے' طب سے
لائے' منطق سے لائے' کہا نہیں نہیں اللہ کے رسول نے کہا رسول نے کہا
کہاں کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ انہوں نے تو کہا **قولو لا الہ الا اللہ** کہو کہ
کوئی اللہ نہیں ہے اس وحدہ لا شریک کے۔ جب دعوت ذوالعشیرہ ہوئی تھی تو
پیغام صرف اتنا تھا کہ کوئی اللہ نہیں ہے سوائے اس وحدہ لا شریک کے۔ توجہ
فرمائیں ~~تمام عالم اسلام کے لوگوں سے میں مخاطب ہوں~~ تمام تاریخوں میں
کارلیل نے گبن نے ہر ایک نے یہیں تک لکھا ہے کہ پیغمبر نے کہا **قولو لا الہ
الا اللہ** اور جب کہا تو لوگ گردنیں جھکائے بیٹھے تھے اور تاریخ یہ لکھتی ہے کہ
یوں سر جھکائے بیٹھے تھے جیسے سروں پر طائر بیٹھے ہوں۔ ~~تمام ہسٹورین لکھتے ہیں~~
تمام مورخین لکھتے ہیں ~~وہاں سے کے بی لکھتا ہے~~ کہ دس برس کا بچہ اٹھا اور اس
نے کہا **اشہدان لا الہ الا اللہ۔ اشہدان محمدرسول اللہ** صلوات بھیج دیں محمدؐ و
آل محمدؐ پر۔

یعنی یہ کلمہ پڑھ کے جو مسلمان ہوتے ہیں یہ پہلی مرتبہ روئے زمین پر علیؑ
کی زبان سے سنا گیا تو علیؑ اللہ کے ولی ہیں یہ کس نے کہا قرآن نے کہا قرآن
نے کہا جو حالت رکوع میں زکوۃ دے نبی نے پوچھا کہ کس نے زکوۃ دی تو
اصحاب نے کہا علیؑ نے زکوۃ دی تو نبی نے کہا یہ آیت نازل ہوئی اور علیؑ اللہ
کے ولی ہیں ~~بس میں ہاتھ جوڑ کے پوچھوں گا~~ جس بات کا اعلان علیؑ کریں کہ محمدؐ
اللہ کے رسول ہیں وہ سب کے لیے قابل قبول ہو جائے اور جس بات کا اعلان
محمدؐ کریں کہ علیؑ اللہ کے ولی ہیں۔ صلوات بھیج دیجئے محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

۲۷ فضول نس

جو محمدؐ کو اللہ کا رسول ہونے کی شہادت کلمہ میں دے گا اس کا عقلی عقیدہ علیؑ پر ہے۔ اگر علیؑ پر عقیدہ نہ ہو تو علیؑ کی دہرائی لفظی سارے اسلام میں کیوں دہرائی جائیں۔ کیوں کہ **اشھدان** کا لفظ سب سے پہلے علیؑ نے استعمال کیا ہے **اشھدان محمد رسول اللہ** میں گواہی دیتا ہوں تو پہلی گواہی محمدؐ کی رسالت کی علیؑ نے۔ ہم آپ گواہ نہیں ہیں گواہ کے گواہ ہیں میں کچھ کہہ رہا ہوں یعنی ہماری Evidence Hears ہے اس لیے کہ علیؑ نے صحیح بات کہی کہ حضور اللہ کے رسول ہیں رسولؐ نے کہا علیؑ اللہ کے ولی ہیں۔ اذان شروع ہو گئی ہے۔ صلوات بھیج دیجیے محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

پہلے میں یہ پرچہ سنا دوں ورنہ آپ پریشان رہیں گے کہ پتہ نہیں کیا لکھا ہے۔ گزارش مولانا صاحب آپ دوران مجلس اذان کے احترام میں مجلس روک دیتے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ تمام مومنین سے کہیں کہ آئیے ہم سب نماز پڑھتے ہیں اور نماز کے بعد دوبارہ مجلس شروع کریں۔ امام حسینؑ نے مجلس کے لیے نہیں بلکہ نماز کے لیے اپنا سر دیا تھا۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس کا جواب منبر سے دیں۔ اس کے جواب کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ جس اذان کے لیے میں مجلس کو روکتا ہوں عشاء کی اذان ہے اور جس مجمع کے سامنے مجلس پڑھتا ہوں وہ عشاء کی نماز پڑھ کے مجلس میں بیٹھتا ہے۔ صلوات بھیج دیجیے۔

تو گزارش یہ ہے کہ (اذان اعلان عقیدہ کا نام ہے۔ عقیدہ ہم کو اللہ سے ملا ہے رسولؐ کے ذریعے ملا ہے قرآن میں عقیدہ درج ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں جب اللہ کو دل سے ماننا کافی نہیں ہے بلکہ زبان سے اس کا اظہار بھی ضروری ہے اور اظہار ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس عقیدے کا اعلان بھی ضروری

ہے کہ دوسرے بھی سن لیں تو جو فرما رہے ہیں آپ اللہ کا رسولؐ ماننا محض
مرتبہ تو دل سے کافی نہیں ہے۔ اسلام کی تکمیل نہیں ہو جاتی دل سے ماننے پر
بلکہ اس کا اظہار بھی ضروری ہے زبان سے۔ **اشھدان محمد رسول اللہ** اور
اذان نے یہ ثابت کردیا کہ اظہار ہی کافی نہیں ہے بلکہ اعلان بھی ضروری ہے
اسی وجہ سے ہم علیؑ کو جو اللہ کا ولی مانتے ہیں بحکم خدا یہ نص قرآن ہے فرمان نبیؐ
تو یہ سمجھتے ہیں کہ دل سے ماننا کافی نہیں ہے بلکہ زبان سے اظہار بھی ضروری
ہے اس لیے ہم کلمہ میں کہتے ہیں **اشھدان علی ولی اللہ** اور کیوں کہ خالی زبان
سے اظہار کافی نہیں ہے بلکہ اعلان بھی ضروری ہے اس لیے ہم با آواز بلند
اذان میں کہتے ہیں **اشھدان علی ولی اللہ**۔

اب ایک منزل آگے رہ گئی ہے حسینؑ ابن علیؑ کی۔ حسینؑ ابن علیؑ کی منزل
یہ ہے کہ جہاں پر پہنچ کر اسلام کے دو رخ بن گئے۔ ایک وہ اسلام جس کو وہ
لوگ تسلیم کیے ہوئے تھے جو یزید کے ہاتھ پر بیعت کیے ہوئے تھے اور ایک وہ
اسلام تھا جس کو وہ تسلیم کیے ہوئے تھے جو حسینؑ کو امام تسلیم کیے ہوئے تھے
اور یہ عاشورا کے دن جو کربلا کے میدان میں فیصلہ ہوا اس فیصلے کے بعد اس
وضاحت کی ضرورت اور بڑھ گئی کہ ہم مسلمان تو ہیں مگر کون سے کیوں کہ
مسلمان تو وہ بھی تھے جو قتل حسینؑ کے لیے خنجر لے کے آئے تھے اور مسلمان
وہ بھی تھے جو حسینؑ کی حفاظت کے لیے قربانی پیش کر رہے تھے۔ آپ کہیں گے
ہم انہیں مسلمان نہیں سمجھتے۔ نہ سمجھنا اور بات ہے وہ اعلان بھی کر رہے تھے
اپنے اسلام کا اقرار بھی کر رہے تھے دل کا حال خدا جانے لہٰذا ضرورت اس
بات کی ہوئی کہ دسویں محرم کے بعد جب ہم یہ بتائیں کہ ہم سارے خداؤں
کے ماننے والے نہیں ہیں بلکہ وحدہ لاشریک کے ماننے والے ہیں جب ہمیں یہ

ضرورت پڑی کہ ہم بتائیں کہ ہم ختمی مرتبتؐ کی شریعت پر عمل کرنے والے ہیں جب ہمیں یہ ضرورت پڑی کہ ہم اعلان کریں کہ ہم علیؑ کو اللہ کا ولی سمجھتے ہیں دسویں محرم ۶۱ھ کے بعد یہ بھی ضرورت پڑ گئی کہ ہم بتائیں کہ ہم کونسے مسلمان ہیں۔ اس میں شیعہ سنی کی بحث نہیں ہے۔ کونسے مسلمان ہیں وہ مسلمان جو حسینؑ کی مدد کو آئے تھے یا وہ مسلمان جو حسینؑ کو قتل کرنے آئے تھے۔ اس کا پتہ کیسے چلے گا جب تک ہم نام حسینؑ نہ کہیں تو دل سے ہم مانتے ہیں کہ اسلام حقیقی وہ تھا جو حسینؑ نے بتایا مگر اسلام دل سے ماننے کا نام نہیں ہے' زبان سے اظہار کا نام ہے تو ہم حسینؑ حسینؑ کہہ کے یہ بتاتے ہیں کہ ہم حسینؑ والے مسلمان ہیں توجہ فرمایئے گا تو کہا آپ کہئے ہمیں اعتراض نہیں ہے آپ سڑک پر کیوں نکلتے ہیں حسینؑ حسینؑ چلا کے کیوں کہتے ہیں۔ جو فلسفہ اذان ہے وہی فلسفہ عزا ہے کہ کل آپ یہ نہ کہہ دیں کہ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ حسینؑ شہید کر دیئے گئے صلوات بھیج دیجئے محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

صرف ایک بات قابل فکر ہے کہ **اشھدان لا الہ الا اللہ** کسی سبب اذیت تو نہیں ہوگا ہمارا اظہار عقیدہ ہے۔ اعلان عقیدہ ہے کہ کوئی اللہ نہیں ہے سوائے وحدہ لاشریک کے اپنے عقیدے ہی کا اظہار تو ہے حضور اب خدا نخواستہ اس مجمع میں کوئی ایسا بیٹھا ہے کہ جو اللہ کو ایک نہیں مانتا تو ہم کر رہے ہیں اپنے عقیدے کا اظہار اسے یہ محسوس ہوگا کہ ہمارے خلاف بول رہے ہیں۔

ہم کیا جانیں کہ آپ کا عقیدہ کیا ہے آپ کا انداز فکر کیا ہے چہرے پر کسی کا عقیدہ نہیں لکھا ہوتا ہم تو اپنا عقیدہ بیان کر رہے ہیں کہ ختمی مرتبتؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اب اگر کوئی مجمع میں ایسا بیٹھا ہے کہ جو حضورؐ کو ختمی مرتبت نہیں

مانتا رسول نہیں مانتا وہ یہ سوچ سکتا ہے کہ طاہر صاحب نے آج کی مجلس
ہمارے خلاف پڑھی ہے جبکہ طاہر صاحب کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ آپ
کیا ہیں۔ ہم تو آپ کو یہاں دیکھ کر مسلمان ہی سمجھ رہے ہیں اور آپ کو ہم
عقیدہ سمجھ رہے ہیں توجہ چاہ رہا ہوں اس لیے قرآن کے مطابق گفتگو کر رہے
ہیں سیرت کے مطابق گفتگو کر رہے ہیں لہٰذا ہم آپ کو اپنا ہم مسلک سمجھ رہے ہیں
مخالف سمجھتے ہی نہیں مسلمان سے سوء ظن رکھنا گناہ ہے ہم حسن ظن رکھ رہے
ہیں کہ آپ اللہ کو ایک مانتے ہیں آپ ختمی مرتبتؐ کو اس کا رسول مانتے ہیں
حضور ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ آپ علیؑ کو اللہ کا ولی مانتے ہیں ہمارے فرشتوں کو
بھی خبر نہیں کہ آپ نہیں مانتے کیونکہ مسلمان ہو کے کیسے نہ مانتے ہوں گے
جب قرآن میں آیت ہے اصحاب کا بیان تو کوئی مسلمان قرآن مجید پڑھ کر
اصحاب کی گفتگو سن کر انکار کر سکتا ہے تو ہمیں حسن ظن ہے کہ آپ علیؑ ولی
اللہ بھی مانتے ہیں ہم جو حسینؑ حسینؑ کہتے ہیں تو اس یقین پر کہتے ہیں کہ جتنی
بھی کائنات میں مسلم آبادی ہے 'توجہ چاہ رہا ہوں' جتنی بھی مسلم آبادی ہے وہ
حسینؑ کو اپنا رہبر و رہنما تصور کرتی ہے محافظ اسلام تسلیم کرتی ہے ہمیں یہ خبر
نہیں کہ کائنات کے کسی کونے کھدرے میں کوئی ایسا بھی مسلمان ہو گا جو ولی
اسلام کی اس تاریخی حقیقت کا منکر ہو گا۔ ہم تو حسن ظن رکھتے ہیں کہ سب
حسینؑ کے ماننے والے ہیں اس لیے ہم حسینؑ حسینؑ کہتے ہیں مگر جب لوگ
شریک نہیں ہوتے تو آپ کیوں کہتے ہیں کہ یہ منظر ہم نے اذان کے وقت بھی
دیکھا کہ مسجد میں اذان ہو رہی ہے مسلمان ڈاک خانے چلا جا رہا ہے۔ مسجد میں
اذان ہو رہی ہے مسلمان ہوٹل میں چلا جا رہا ہے۔ مسجد میں اذان ہو رہی ہے
مسلمان گھر میں جا کے بیٹھ رہا ہے تو اگر کوئی اذان پر مسجد میں نہیں آتا تو جو نہیں

آتا اسے لایا جائے گا اسے سمجھایا جائے گا یا اذان بند کی جائے گی۔ آپ کہیں گے اسے سمجھایا جائے گا اذان نہیں بند کی جائے گی تو اگر کوئی مسلمان نہیں سمجھتا تو اسے سمجھایا جائے گا مجلس نہیں بند کی جائے گی۔ صلوات۔

اسی طریقے سے سمجھایا جائے گا جیسے **لا الٰہ الا اللہ** سمجھ میں آیا جیسے **محمد رسول اللہ** سمجھ میں آیا اسی طرح سے حسینؑ حسینؑ بھی سمجھ میں آئے گا۔ یہ عزاداری ~~انسٹیٹیوشن ہے~~ ' ادارہ ہے ' یونیورسٹی ہے ' کالج ہے۔ یہ ناواقفوں کو واقف بنانے کے لیے سال بھر توسعی پیہم ہوتی ہے مگر جیسے حکومتیں ~~ان لٹریسی کو بڑھتا دیکھ کر~~ جاہلیت کو بڑھتا دیکھ کر ایجوکیشن ویک مناتی ہیں ویسے ہی ہم یہ دس دن ایجوکیشن ویک مناتے ہیں تاکہ جو غلط نظریات پھیل گئے ہیں وہ ویک پڑجائیں اور حسینؑ کا نام سننے کے بعد مسلمان حق کی طرف متوجہ ہوجائے۔ ہماری نیت پر شک نہ کیجئے گا۔ ہم خلوص رکھتے ہیں۔ ہم محبت رکھتے ہیں جو آپ کے سامنے حقائق اسلامی پیش کرتے ہیں ہم خودغرض ہوتے تو دروازہ بند کرکے مجلس کرتے ' ہم خودغرض ہوتے تو لاؤڈ اسپیکر اتار کر مجلس کرتے تاکہ بس اتنا مجمع ہی جنت جائے کوئی اور نہ جانے پائے ~~پھر کراچی کے ایسے ماحول میں جہاں کہ لوگ بڑھیا مکان بنا کے بھی گھبراتے ہیں کہ کہیں باقی ہندوستانی اعزاء نہ آجائیں ورنہ ہمارے چار کمروں میں اگر پوری فیملی آگئی تو ہمارا چین~~ خراب ~~ہوجائے گا تو جب کراچی کے فلیٹ میں بمبئی کے فلیٹ میں ہم نہیں پسند~~ کرتے کہ ~~کوئی آئے~~ تو ہم اپنے جنت کے محل میں کیوں پسند کریں کہ سب گھس آئیں یہ تو ہماری فراخدلی ہے کہ ہم اکیلے نہیں جانا چاہتے آپ کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ صلوات۔

باقی گفتگو انشاء اللہ کل جاری رہے گی اب یہ کہ عزاداری اور اس

عزاداری کے طریقے اسلام میں شامل ہیں کہ نہیں تو آج صرف ایک چیز پر یہ ہمارا رونا یہ ہمارا گریہ و بکا کرنا اور بلند آواز سے حسینؑ کے مصائب پر اجتماعی طور پر جمع ہو کے رونا کیا یہ حرام ہے۔ اگر حرام ہے تو آیت بتایئے اگر حرام ہے تو حدیث لایئے۔ اگر سیرت کے خلاف ہے تو رسول اسلام جب جب روئے تو ان واقعات کو کتاب سے ہٹایئے۔ تاریخ اسلام میں اور سیرت کی کتابوں میں یہاں تک درج ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اس یتیم پر بھی روئے جس کی پرورش فرماتے تھے اور جب لوگوں نے اور اصحاب نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ یہ یتیم تو آپ کو بہت ستاتا تھا۔ یہ یتیم تو آپ کو پریشان کرتا تھا۔ اس کے مرنے پر آپ رو رہے ہیں۔ کہا اسی لیے مجھے زیادہ رونا آرہا ہے کہ وہ یتیم میرے لیے امتحان تھا کہ وہ ستاتا تھا مگر میں مرضی معبود کے لیے کبھی اسے اذیت نہیں دیتا تھا تو پیغمبرؐ اس یتیم پر روئے جو اپنی نافہمی اور بچپنے کی وجہ سے نبی کو ستائے تو مرنے والے پر رونا نہ حرام ہو سکتا ہے۔ حرام ہوتا تو نبی نہ روتے۔ توجہ چاہ رہا ہوں اور اگر حرام ہوتا تو قرآن میں ان انبیاء کا ذکر نہ ہوتا جنھوں نے گریہ کیا اور قرآن انھیں صابر نہ کہتا' توجہ فرمائی آپ نے 'یعقوب علیہ السلام کتنا روئے۔ قرآن کیا کہتا ہے۔ کہا یعقوبؑ اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں یعنی قرآن وہاں تک رونے کا قائل ہے کہ آنکھ سفید ہو جائے۔

توجہ فرمائی' ہم تو ابھی حسینؑ پر اتنا روئے بھی نہیں ہیں کہ ہماری آنکھیں سفید ہو گئی ہوں۔ پھر سیرت رسولؐ میں حسینؑ پر گریہ ثابت ہے۔ کبھی عید کے دن رو رہے ہیں۔ مسجد میں چلے آئیں ہیں جنت سے سلسبیل پانی آیا ہے حسنؑ سے پوچھا ہے کونسا رنگ پسند ہے تو فرمایا سبز۔ حسینؑ سے پوچھا کونسا رنگ پسند ہے تو فرمایا سرخ۔ دیکھا کہ جبرائیلؑ رونے لگے۔ جبرائیلؑ کیوں رو رہے ہو۔

کہا رسول اللہؐ بچوں کے رنگوں کے انتخاب نے رلا دیا۔ جس نے سبز رنگ پسند کیا ہے یہ زہر دغا سے شہید کیا جائے گا اور جس نے سرخ رنگ پسند کیا ہے کربلا میں اپنے خون میں نہائے گا۔ اصحاب موجود ہیں عید کا دن ہے پیغمبر واقعات کربلا سنتے ہیں حسینؑ گود میں بیٹھے ہیں اور پیغمبر اسلامؐ رو رہے ہیں۔ ~~انشاء اللہ اور بھی ثبوت آپ کے سامنے فراہم کیے جائیں گے۔~~ سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ کربلا پر گریہ بعد شہادت ہی نہیں شروع ہوا۔ کربلا پہ گریہ قبل شہادت بھی ہوتا تھا۔ آدمؑ بھی روئے، نوحؑ بھی روئے۔ لکھا ہے جب نوحؑ کا سفینہ جودی پہاڑ پر جاتے ہوئے کوہ جودی تک پہنچنے سے پہلے کربلا کی زمین پر سے گزرا تو ایک مرتبہ بھنور میں پھنس گیا۔ سفینہ ڈگمگانے لگا۔ آواز دی کیا معبود ناؤ ڈوب جائے گی۔ فرمایا نہیں نوحؑ یہ زمین وہ ہے جہاں سے کوئی اللہ کا خالص بندہ بغیر اذیت اٹھائے نہیں گزر سکتا۔ معبود یہ کونسی زمین ہے۔ کہا اس زمین پر نبی آخرؐ کا نواسہ تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا جائے گا۔ لکھا ہے کہ جناب ذکریاؑ اپنی بھیڑیں چراتے ہوئے فرات کے کنارے پہنچے اور جب یہ پانی پلانے کو لے گئے تو بھیڑوں نے منہ پھیر لیا۔ آواز دی معبود یہ بھیڑیں پانی کو کیوں نہیں پی رہی ہیں۔ کہا ذکریاؑ تمہیں نہیں معلوم یہاں پر حسینؑ تین دن کے بھوکے پیاسے مار ڈالے جائیں گے۔ ~~اللہ اللہ جانوروں کو احساس تھا صرف~~ یہی منزل نہیں ہے۔ پیغمبر اسلامؐ اس زمین کو بار بار دکھاتے تھے کبھی اصحاب کو زیارت کرائی، کبھی ام ایمن، کبھی ام سلمہ، کبھی گھر میں ازواج سے کہا میرا حسینؑ کربلا کی زمین پر شہید کیا جائے گا صرف یہی نہیں حضور بلکہ تاریخیں تو یہاں تک گواہ ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ مدینے کی گلیوں میں جا رہے ہیں ایک بچے کو گود میں اٹھا لیا۔ زانو پر بٹھایا۔ جیب سے خرمے نکال کر دیئے۔ اصحاب نے پوچھا یا رسول اللہؐ کیا بات

ہے۔ ایسی شفقت ہم نے کسی بچے پر نہیں دیکھی۔ کہا تم نے اس بچے کو نہیں
دیکھا ادھر سے میرا حسینؑ گزرتا ہے یہ حسینؑ کی خاک قدم لے کر اپنے سر پر
رکھتا ہے۔ آپ سمجھ گئے یہ حبیب ابن مظاہرؓ کے بچپنے کی بات ہے۔ جن کا
انتظار حسینؑ کربلا میں کر رہے تھے یعنی واقعات کربلا ایکسیڈنٹ نہیں ہیں۔
حادثہ نہیں ہے بلکہ دینی مصلحت ہیں اور معیشت معبود کے مطابق ہیں۔ وہ
انشاء اللہ رفتہ رفتہ چیزیں آپ کی خدمت میں آتی رہیں گی صرف یہی نہیں ہے
بلکہ رسول اللہؐ کبھی حسینؑ کے گلے کو بوسہ دیتے تھے کبھی لب و دندان مبارک
کو بوسہ دیتے تھے اور جب کوئی پوچھتا ہے وجہ محبت تو ذکر کربلا فرماتے تھے کبھی
شہزادی کونین سے فرماتے۔ میری فاطمہؑ تمہارا بچہ تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا
جائے گا اور جب حسینؑ منظوری دے دیتے ہیں اور دکھیاری ماں پوچھتی ہے بابا
یہ واقعہ کب ہوگا۔ تو فرماتے ہیں نہ میں ہوں گا نہ تم ہوگی نہ علیؑ ہوں گے نہ
حسنؑ ہوں گے۔ تو کیا سوال کیا دکھیاری ماں نے پوچھا پھر بابا میرے بچے پر
روئے گا کون۔ تو حدیث میں وارد ہے کہ جبرائیل امینؑ آئے اور کہا میرے
حبیبؐ میرا سلام کہئے فاطمہؑ کو اور کہئے نہ گھبراؤ ہم نسل بعد نسل ایک گروہ کو
پیدا کرتے رہیں گے جو غم حسینؑ میں روتا رہے گا۔ یہ ہم نہیں رو رہے ہیں یہ
اللہ اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ ہم کو تو شکر کا مقام ہے کہ اس نے ہم کو اس نسل
میں پیدا کیا جس نسل کا وعدہ دکھیاری ماں سے کیا تھا کہ ایک گروہ کو خلق کرتے
رہیں گے جو تمہارے حسینؑ پر روتا رہے گا۔ جناب سیدہؑ کو تسکین ہوگئی مگر
حسینؑ کھڑے ہوگئے۔ ناناجان کیا کچھ لوگ میرے مرنے کے بعد مجھ پر روتے
رہیں گے۔ کہا ہاں وعدۂ الٰہی یہی ہے۔ تو نانا یہ بتائیے آپ ان کے ساتھ کیا
سلوک کریں گے۔ فرمایا میں شفیع روز جزا ہوں گا۔ میرے لال میں تمہارے

رونے والوں کی شفاعت کروں گا۔

یہ گریہ سبب شفاعت بھی ہے' سبب بخشش گناہ بھی ہے۔ کیا نانا کا وعدہ کافی نہیں تھا شفیع امت کا وعدہ بہت تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیسری مجلس

برادران ملت!

خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرما رہا ہے کہ اے مسلمانوں میرے رسول کی سیرت تمہارے لیے نمونہ عمل ہے۔ اس آیہ کریمہ کے ذیل میں اسلام اور عزاداری کے عنوان پر مسلسل گفتگو آپ کی خدمت میں حسینیہ سجادیہ کے پہلے عشرے میں شروع کی گئی۔ یہ کل اس منزل تک پہنچی کہ ہمیں پہلے یہ فکر کرنا چاہیے کہ اسلام کیا ہے۔ آج سب سے بڑا مشکل مسئلہ مسلمان کے لیے اسلام سمجھنا ہے۔ کل جس اسلام کو پیغمبر اسلامؐ نے مشرکوں کو سمجھا دیا' کافروں کو سمجھا دیا' بدو اور جاہل عربوں کو سمجھا دیا' آج اسی اسلام کو پڑھے لکھے مسلمانوں کو سمجھانا لوہے کے چنے چبانا ہے۔ آپ ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ میں نے بہت اہم بات کہی۔ جس دین کو' جس شریعت کو' جس مذہب کو' جس اللہ کے اسلام کو

پیغمبر اسلامؑ نے دور جہالت میں جاہلیت کے دور میں جاہل عربوں کے سامنے ضدی عربوں کے سامنے، ہٹی عربوں کے سامنے، تین سو ساٹھ خداؤں کی پرستش کرنے والوں کے سامنے پیش کیا اور دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک بندوں سے نہیں اللہ سے سند نہیں لے لی کہ دین کامل ہوگیا۔ آج اسی دین کا پڑھے لکھے، تعلیم یافتہ، فلسفہ سے واقف، منطق سے واقف، سائنس سے واقف، ادب سے واقف مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا بہت ہی مشکل امر ہے۔ دشواری کیا ہے مشکل بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ یہ مشکل اس وقت ہے جب سمجھنے والا نہ سمجھنا چاہے اور آسان اس وقت ہے جب سمجھنے والا سمجھنا چاہے۔ یہ میں نے اس لیے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ چودہ سو برس تک جو اسلام ہمارے سامنے آتا رہا اور آج بھی ہمارے سامنے موجود ہے، بدقسمتی سے لوگ کہتے ہیں اسلام کی بدقسمتی ہے۔ اسلام کبھی بدقسمت ہو ہی نہیں سکتا۔ جب بدقسمت ہوں گے ہم ہی ہوں گے اور جب خوش قسمت ہوں گے ہم ہی ہوں گے۔ اسلام سمجھ لیں گے خوش قسمت بن جائیں گے اسلام نہ سمجھیں گے بدقسمت رہیں گے۔ اتنے اختلافات ہوگئے عالم اسلام میں کہ جس میں بڑی مشکل یہ ہے کہ جس اسلام کی گفتگو آپ کے سامنے چھیڑی جائے تو ذہن سننے والوں کا صرف اس مرکزی خیال پر باقی نہیں رہتا کہ ہم یہ سن رہے ہیں کہ اسلام کیا ہے بلکہ وہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت کو سن کر، رسول اللہؐ کی ایک ایک حدیث کو سن کر، تاریخ اسلام کے ایک ایک واقعے کو سن کر فیصلہ نہیں کرتا بلکہ اسے قرآن مجید کی آیت کو، حدیث رسولؐ کو اور تاریخی اہم واقعات کو سننے کے بعد فوراً اپنے فرقے کی لیبارٹری میں لے جاتا ہے اور ٹیسٹ کرتا ہے کہ ہمارے فرقے نے ہمارے بزرگوں نے جو بتایا ہے اس کے

مطابق یہ بات ہے کہ نہیں۔ اگر فرقے کے مطابق بات ہے تو اسلام ہے اور
اگر ہمارے فرقے کے مطابق نہیں ہے تو اسلام نہیں ہے یعنی انداز فکر یہ نہیں
ہے کہ ہمارا فرقہ مطابق اسلام ہے کہ نہیں۔ انداز فکر یہ ہے کہ اسلام ہمارے
فرقے کے مطابق ہے کہ نہیں۔ جب ذہن سوچنے کا عادی ہو جائے اپنی
لیبارٹری میں ٹیسٹ کرنے کا عادی ہو جائے تو ان مسلمانوں کے سامنے اسلام
کے موضوع پر کون حق دیانت ادا کر سکتا ہے لہٰذا سب سے پہلی گزارش تو یہ
ہے کہ فرقہ وارانہ عقائد سے بالاتر ہو کے جب مسلمان اسلام پر غور کرے گا تو
اسلام سمجھ میں آئے گا اور اگر فرقہ وارانہ حدود میں محدود رہ کر غور کرے گا تو
بڑی مشکل یہ ہوگی کہ نہ اسلام ہی سمجھ میں آئے گا اور نہ نجات ہی ملنا مشکل
ہوگی۔ کیا چودہ سو برس میں جتنے اختلافات پیدا ہو گئے تو جس اسلام میں جو ایک
اللہ کا دین ہے خدا وحدہ لاشریک کا دین ہے جسے ختمی مرتبت جناب محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ۲۳ سالہ محنت اور مشقت کے بعد ہم تک پہنچایا تھا
اگر اس دین میں اختلاف پیدا کیا جا سکتا ہے جو خدائے وحدہ یکتا کا دین ہے تو کیا
اسی دین میں اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ چیز توڑی تو
جا سکتی ہے جوڑی نہیں جا سکتی لیکن فکر کی بات یہ کہ دو عشرے اس موضوع پر
آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں۔ اتحاد اسلامی کے موضوع پر اب کی میرا
موضوع دوسرا ہے مگر میں صرف اس لیے یہ بات آپ کے سامنے عرض کر رہا
ہوں کہ میں جو کچھ پڑھوں گا کوشش کروں گا کہ اسلام پڑھوں آپ نکتہ نگاہ سے
نہ دیکھیں کہ کس فرقے میں ہے اور کس فرقے میں نہیں ہے اس لیے کہ
اختلافات کے باوجود اب بھی لاکھوں چیزیں اسلام میں ایسی موجود ہیں کہ جن
میں اختلاف نہیں ہے تو کیا اس بات پر ہم نظر نہیں جما سکتے جس میں اختلاف

نہیں ہے۔ اب اگر اختلاف ہے بھی تو دیانتداری کے ساتھ ہر مسلمان کو یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف فرقوں سے ہے یا قرآن سے ہے' یہ اختلاف فرقوں سے ہے یا حدیث سے ہے' یہ اختلاف فرقوں سے ہے یا سیرت رسولؐ سے ہے یعنی اسلام کے تہتر فرقے جس طرح سے اسلامی عقائد کو الگ الگ بیان کرتے ہیں اور جس طریقے سے اس پر عمل کر کے الگ الگ راستے پیش کرتے ہیں تو وہ نظریئے ہے' ایک تو یہ دیکھنا ہے کہ ہم جس طرح نماز پڑھ رہے ہیں ہماری نماز کا طریقہ کس کی نماز سے مختلف ہے۔ ایک تو یہ بات ہوئی دوسرا فرقہ بھی یہی دیکھے کہ ہم جو نماز پڑھ رہے ہیں یہ نماز کن کن فرقوں سے مختلف ہے۔ یہ تو اختلاف فرقہ ہوا۔ اگر آپ قیامت تک بھی بحث کر سکیں گے تو بھی کسی فرقے کو آپ سمجھا نہیں سکتے کہ ہماری نماز صحیح ہے تمہاری نماز غلط ہے۔ آپ کہتے رہیں گے ہماری نماز صحیح ہے تمہاری غلط۔ وہ کہتا رہے گا ہماری نماز صحیح ہے تمہاری غلط۔ تو ایسی بحث میں پڑنے سے فائدہ ہی کیا۔ تو جہاں کوئی مسئلہ اور نتیجہ طے ہی نہ ہو سکے یہ دیانت کے خلاف ہے کہ ہم اپنی نماز کو آپ کی نماز سے ملائیں۔ آپ اپنی نماز کو ہماری نماز سے ملائیں۔ یہ جھگڑا ایک سیکنڈ میں طے ہو سکتا ہے اگر ہم دونوں اپنی نمازوں کو رسول اللہؐ کی نماز سے ملائیں۔ صلوات بھیج دیجئے محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

یہ کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے۔ جھگڑا دین کا نہیں ہے' جھگڑا اسلام کا نہیں ہے' اختلافات اسلامی نہیں ہیں' اختلافات شریعت کے نہیں ہیں' اختلافات ہم میں ہیں اور ہم میں اختلافات کی وجہ اسلام نہیں ہے۔ یہ بھی یاد رکھئے گا اسلام کبھی سبب اختلافات بن ہی نہیں سکتا۔ خدا کا وجود سبب اختلاف مسلم اور مسلم کے درمیان نہ بنے گا۔ جب بنے گا تو وجود باری کا مسئلہ مسلم اور کافر

کے درمیان اختلافی بنے گا۔ مسلم کے درمیان کیسے بنے گا۔ مسئلہ توحید اللہ کی وحدانیت کیسے مسلمانوں کے درمیان اختلافی ہوسکتی ہے۔ مسلم اور غیر مسلم' مسلم اور غیرموحد' موحد اور غیرموحد کے درمیان تو اختلاف ہوسکتا ہے موحدین کے درمیان توحید کے اختلاف کے کیا معنی۔ یہ بات تو عقل ہی میں نہیں آتی۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں رسالت کے موضوع پر مسلم اور غیر مسلم میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ مسلمانوں میں اختلاف کا کیا امکان میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک مسلمان ایک مسلمان سے رسالت پر بحث کرسکتا ہے۔ آپ کہیں گے یہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر ہے تو سہی تو یہ کیوں ہے۔ اختلاف بنیادی توحید کا نہیں ہے' اختلاف بنیادی رسالت کا نہیں ہے' اختلاف بنیادی معاد کا نہیں ہے' اختلاف بنیادی عدالت کا نہیں ہے' اختلاف بنیادی امامت کا نہیں ہے' اختلاف ہے ہم میں' آپ میں مگر نہ ہم اپنی شخصیت کو اتنا اہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے اختلاف کا مقابلہ کرسکیں۔ نہ آپ اپنی شخصیت کو اتنا اہم سمجھتے ہیں کہ میرے اختلاف کا مقابلہ کرسکیں لہٰذا اپنے اختلافات کو ثابت کرنے کے لیے ہم بھی سہارا لیتے ہیں توحید اور نبوت کا' آپ بھی سہارا لیتے ہیں توحید اور نبوت کا یعنی بجائے اختلاف کے لیے توحید ہی کی تفسیر میں مختلف ہوجاتے ہیں' بجائے اختلاف کے لیے تفصیلات نبوت ہی میں مختلف ہوجاتے ہیں' بجائے اختلاف کے لیے تفصیلات معاد میں مختلف ہوجاتے ہیں جبکہ توحید ایک ہی ہے' مسئلہ رسالت ایک ہی ہے اور قیامت کی بات ایک ہی ہے۔ فرق کیوں ہوگیا۔ اب میں اس پر کوئی شرح بیان نہیں کروں گا۔ آپ مجھ سے بہتر واقف ہیں۔ صاحبان فہم و ذکا کا مجمع ہے۔ میں نے تھوڑا بہت جو مطالعہ کیا ہے تو کسی اختلاف کی بنیاد مجھے دین نظر نہیں آیا۔ ہر اختلاف کی بنیاد دنیا نظر آئی۔

صلوات۔

یہ خود ایک مستقل موضوع ہے۔ اس پر اس عشرے میں گفتگو نہیں ہوگی۔ اشارے کے لیے کیونکہ معین و مددگار ہے میرے موضوع کے لیے اس لیے عرض کر رہا ہوں۔ جب بھی آپ تلاش کریں گے جب بھی آپ نظر عمیق سے دیکھیں گے جب بھی آپ اختلافات کی گہرائیوں میں اتریں گے تو آپ کہیں گے کہ۔ "کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں" کوئی نہ کوئی دنیاوی سبب نظر آئے گا۔ اسی لیے دین کو سمجھنے کے لیے اس زندگی سے زیادہ اس زندگی کا سارا معین و مددگار ہوتا ہے یعنی حیات کے مسائل سے زیادہ دینداری پہ موت کا مسئلہ حاوی رہتا ہے۔ اسی لیے مولائے کائنات نے کہا مومن وہ ہے جو ہر لمحہ اپنی موت کو یاد رکھے۔ جب ہم موت پر نظر کرتے ہیں ہم میں دیانت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب ہم جینے کی تمنا کرتے ہیں بددیانتی کا بیج وہیں سے بو جاتا ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اس کی تشریح کیا ہے۔ اس کی تشریح صرف اتنی ہے کہ اختلافات جتنے بھی ہوئے عالم اسلام میں ان کی بنیاد دنیاداری' دین نہیں رہا۔ کیوں دین میں تو جب اختلاف ہوتا جب اللہ نے کہا کچھ ہوتا نبی نے پہنچایا کچھ ہوتا۔ اختلاف خدا کے اور نبی کے درمیان نہیں ہے۔ ایک ایجنسی اور بیچ میں ہے جس کا نام جبرائیل ہے جو پیغامات لاتا تھا جو وحی لاتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ جبرائیل نے یہ گڑبڑ کی ہو کہ اللہ نے کہا کچھ ہو اور نبی کو پہنچایا کچھ ہو۔ تو آپ کہیں گے یہ کہو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ جبرائیل ایسا نہیں کر سکتے۔ کیوں نہیں کر سکتے۔ کہا اس لیے نہیں کر سکتے کہ وہ معصوم تھے۔ بس یہیں پر ٹھہر جائیے۔ آپ نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ دین جب معصوم سے ملے گا اختلاف نہیں ہوگا اور جب دین غیر معصوم سے ملے گا تو اختلاف رک

نہیں سکے گا۔ صلوات۔

وہ ملک ہے جو لے وہ دے جو خدا سے سن کے آئے وہ نبی تک پہنچائے۔ نبی کا فرض کیا ہے جو خدا سے پہنچ جائے وہ بندے تک پہنچائے۔ ہمارے پاس وہ ڈائریکٹ اسلام نہیں ہے جو پیغمبرؐ اللہ سے لے کے آئے تھے۔ ہمارے پاس وہ اسلام نہیں ہے جو جبرائیل خدا سے لاتے تھے نبی تک پہنچاتے تھے۔ ہمارے پاس وہ اسلام ہے جو نبی سے مختلف ایجنسیز کے ذریعے ہم تک پہنچا' توجہ فرمایئے گا' جبرائیل ہم پر نہیں آئے' وحی ہم پر نہیں آئی' وحی رسالت پر ختم ہوگئی۔ نبی نے وہی کہا جو وحی نے کہا لیکن نبی سے سننے والے مجمع نے ہم سے وہی نہیں کہا جو وحی نازل ہوئی۔ اگر وہی کہتے جو وحی تھی تو آج ہم میں فرقے ہوتے ہی نہیں۔ تو معلوم یہ ہوا کہ بنیادی مسئلہ اس ایجنسی کا ہے' اس "سورس" کا ہے' اس رابطے کا ہے جو نبی سے ہم تک دین پہنچائے۔ اسی لیے آواز دی کہ میرے رسول کی سیرت حجت ہے سیرت بیان کرنے والوں کی سیرت حجت نہیں ہے۔ صلوات۔

سیرت میرے رسول کی حجت ہے۔ معنی کیا ہوئے۔ قیامت کے دن جب ہمارا اسلام پرکھا جائے گا' جب اسلام جانچا جائے گا' جب ہمارے عقیدے کسوٹی پر کسے جائیں گے' جب ہمارے اعمال تولے جائیں گے' جب ہمارا کردار پرکھا جائے گا تو سیمپل اور نمونہ سرور کائناتؐ کی ذات ہوگی۔ توجہ فرمایئے گا سیمپل حضورؐ ہیں' نمونہ حضورؐ ہیں۔ خدا یہ نہیں دیکھے گا کہ تم نے کس کے کہے سے کیسی نماز پڑھی۔ خدا صرف یہ دیکھے گا کہ جیسی نماز میرے نبی نے پڑھی ویسی ہی نماز تم نے پڑھی کہ نہیں۔ جیسا روزہ میرے رسولؐ نے رکھا ویسا ہی روزہ تم نے رکھا کہ نہیں رکھا۔ جس طرح کا حج میرے رسولؐ نے کیا اسی طرح

کا جج تم نے کیا کہ نہیں کیا۔ رسولؐ نے جنہیں پسند کیا ان کو تم نے پسند کیا یا نہیں کیا۔ رسولؐ جن سے ناراض رہے تم ان سے ناراض رہے یا نہیں رہے۔ رسولؐ نے جن پر بھروسا کیا ان پر تمہارا اعتماد رہا یا نہیں رہا۔ صلوات۔

معیار اور کسوٹی سیرت رسولؐ ہے۔ رسول اللہؐ کی سیرت ہے تو اب آپ بھول جایئے کہ آپ شیعہ ہیں کہ سنی ہیں کہ حنفی ہیں کہ شافعی ہیں کہ مالکی ہیں کہ حنبلی ہیں کہ دیوبندی ہیں کہ بریلوی ہیں۔ ارے یہ سب آپ جب ہوں گے جب مسلمان ہوں گے پہلے تو یہ فکر کیجئے کہ مسلمان بھی ہیں کہ نہیں ہیں۔ بڑے عجیب آپ آدمی ہیں۔ آپ ہم کو کہتے ہیں کہ ہم سوچیں کہ ہم مسلمان ہیں کہ نہیں۔ ارے ہم تو ہیں ہی ثبوت کیا ہے میرے مسلم ہونے کا آپ کو کہوں گا تو آپ خفا ہو جائیں گے میں اپنے کو ہی کیوں نہ کہوں میں مسلمان ہوں میرے پاس کیا دلیل ہے مسلم ہونے کی۔ آپ پوچھئے مجھ سے تو میں بتاؤں میرے پاس مسلمان ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو میرے باپ نے بلدیہ میں جب میری ولادت کی اطلاع لکھائی تھی تو مذہب کے خانے میں مجھے مسلم لکھا تھا۔ جب باپ نے مجھے مسلمان لکھ دیا لہٰذا میں مسلمان ہوں اور یہی نہیں ہے جب مروں گا تو میرا بیٹا بھی جب بلدیہ میں میرے مرنے کی اطلاع دے گا تو میرا مذہب اسلام لکھائے گا۔ تو پھر نجات کے لیے جنت کے لیے دوہرے سرٹیفکیٹ ہوں گے۔ پیدا بھی مسلمان ہوئے' مرے بھی مسلمان۔ تو یہ سرٹیفکیٹ لے کے میں کفن میں جاؤں گا۔ جب فرشتے قبر میں آئیں گے تمہارا دین؟ اسلام۔ ثبوت پیدائشی سرٹیفکیٹ' موت کا سرٹیفکیٹ۔ ارے بھئی یہ کیا ہے۔ اماں پیدا بھی مسلمان ہوئے مرے بھی مسلمان۔ اللہ کیا ہے؟ بحث مت کرو۔ نبی کون ہے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہم اس سب کے لیے نہیں آئے۔

سرٹیفائیڈ مسلم توجہ چاہ رہا ہوں۔ سرٹیفائیڈ مسلم اور اسی میں ہم جنت چلے جائیں گے۔ آپ کہیں گے ہوش کی بات کرو۔ یہ بلدیہ کا سرٹیفکیٹ تمہیں جنت نہیں دلائے گا۔ پھر کیا چیز جنت دلائے گی۔ کہا ان سوالوں کا جواب جو اللہ کے انکوائری آفیسر قبر میں پوچھنے آئیں گے۔

جو ثبوت میں مسلم ہوگا۔ کیا پوچھیں گے۔ پیغمبر نے کچھ بتایا ہے۔ کہا ہاں بتایا ہے۔ کیا پوچھیں گے۔ کہا پوچھیں گے تیرا دین؟ اسلام۔ جواب دیتا اسلام۔ پھر پوچھیں گے۔ تیرا خدا؟ تو کہنا وہ وحدہ لاشریک۔ پھر پوچھیں گے تیرا نبی؟ تو کہنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر پوچھیں گے تیرا قبلہ؟ تو کہا کعبہ بیت اللہ۔ پھر پوچھیں گے تیری کتاب؟ تو کہنا قرآن مجید کتاب اللہ فرقان حمید قرآن مجید۔ پھر پوچھیں گے تیرا امام؟ یعنی قبر میں توحیدؔ سے بات چلے گی امامت پر تمام ہوگی۔ تیرا امام؟ تو امام کا نام بھی بتانا ہوگا کہ ہمارا امام کون ہے۔ یہ سوالات اور اس کے بعد وہ مژدہ دیں گے تو جنتی ہے یا تو جہنمی ہے۔ جنت کا مژدہ تب ملے گا جب جوابات درست ہوں گے۔ جہنم کی اطلاع کب ملے گی جب جوابات نہیں توجہ فرمایئے گا جوابات نہیں۔ اگر ایک بھی جواب غلط ہوگا تو جہنم کی خبر ملے گی توجہ فرمائی آپ نے جوابات میں سے ایک جواب بھی غلط ہوگا تو وہ اطلاع دے دیں گے کہ تو جہنمی ہے۔ یہ قبر میں فیصلہ سے پہلے ہم سے سوال کیوں۔ کہا اس لیے کہ محشر میں مکر نہ جاؤ۔ محشر میں بدل نہ جاؤ۔ پھر اب قیامت میں کیا ہوگا۔ کہا قیامت میں پوچھا جائے گا کہ نماز پڑھی کہ نہیں۔ روزہ رکھا کہ نہیں۔ حج کیا کہ نہیں۔ زکوٰۃ دی کہ نہیں۔ خمس نکالا کہ نہیں۔ جہاد کیا کہ نہیں۔ یہ کیا کہ نہیں۔ وہ کیا کہ نہیں۔

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

ایک سوال کا جواب دے دیجئے کہ نماز محشر میں پوچھی جارہی ہے اور عقیدہ قبر میں پوچھا جارہا ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر عقیدہ ہی درست نہیں ہے تو جنت میں جانے کا سوال ہی نہیں ہے۔ توجہ فرمائی آپ نے، مگر اگر عقیدہ درست ہے تو جنت میں جانے کا جواز تو ہے تو سیدھے قبر سے اٹھا کے لے جائے جنت۔ کہا نہیں حساب کتاب کے بعد۔ حساب کتاب کیسا۔ توجہ چاہ رہا ہوں 'کیا پائی پائی کا حساب' ایک ایک پیسے کا حساب' ایک ایک سانس کا حساب' پانی کے ایک ایک قطرے کا حساب' کھانے کے ایک ایک دانے کا حساب' ہزاروں برس کا ایک دن اور ہزاروں برس کا محشر اب یہ حساب کتاب کیا ہے کہا یہ حساب کتاب ہے جزا و سزا کے لیے' توجہ فرمائیے گا' اس کے بعد پھر۔ اس کے بعد جنت یا جہنم۔ اس کا مطلب یہ کہ جنت میں جو جائے گا اسے بھی حساب دینا ہوگا اور جو جہنم میں جائے گا اسے بھی حساب دینا ہوگا۔ تو قبر میں جو پوچھا تھا وہ کیا ہے۔ حساب جو ہو رہا ہے یہ کیا ہے۔ کہا وہ عقیدہ پوچھا تھا اور یہ عمل پوچھا جارہا ہے۔ اب اس کے بعد کوئی اور چیز ہے۔ کہا ایک بات اور ہے شفاعت۔ یہ شفاعت کیا ہے۔ اعمال سے ڈکلیئر ہو گیا کہ تم اس قابل نہیں کہ عقیدہ کی صحت کے باوجود اعمال کی خرابی کی وجہ سے ڈائریکٹ جنت میں بھیج دیئے جاؤ۔ جنت جاؤ گے کیوں کہ عقیدہ صحیح ہے لیکن فوراً نہیں جاؤ گے پہلے Punishment جھیل لو گناہوں کا Punishment جھیل لو جب جتنے حساب اور کتاب میں گناہ نکلے ہیں ان سب کی سزا دے دی جائے گی۔ جو سزا جھیلنے کی تاریخ آئے گی اس میں جنت

بھیجا جائے گا۔ توجہ فرمایئے گا۔ صلوات۔

اس منزل سے گزرنا ہے۔ جو بزرگ ہیں وہ تو مجھ سے بہتر مسائل کو جانتے ہیں مگر اپنے چھوٹے بھائیوں کے سامنے نوجوانوں کے سامنے مجھے اس بات کو واضح کرنا ہے کہ یہ حساب کتاب کیا ہے۔ اب سزا تو بھگتنا ہی ہے لیکن اگر عقیدہ خراب ہے تو سزا بھگتنے کی معیاد ہے گناہوں کی تعداد لیکن عقیدے کی خرابی کی وجہ سے میں ہمیشہ جہنم میں رہوں گا لیکن اگر عقیدہ صحیح ہے تو جس دن گناہوں کی سزا بھگت لوں گا ایک سیکنڈ جہنم میں نہیں رہ سکتا پھر جنت میں بھیج دیا جاؤں گا۔ اب یہ الجھن دور ہو گئی کہ نہیں۔ اب ایک راستہ اور ہے۔ وہ راستہ کیا ہے۔ وہ بھی قرآن کا ہے۔ اللہ کہتا ہے میں غفور و رحیم ہوں یعنی میں بڑا ہی رحم کرنے والا ہوں میں بڑا ہی بخشنے والا ہوں۔ کیا بخشے گا۔ نیکیوں کو بخش دے گا۔ کہا نیکیوں کو نہیں بخشوں گا گناہوں کو بخشوں گا۔ معصیت کو بخشوں گا۔ گناہوں کا بخشنے والا ہوں۔ مغفرت کرنے والا ہوں وہ خود ہی غفور و رحیم ہے میں کچھ کہہ رہا ہوں وہ خود ہی بخشنے پر بیٹھا ہوا ہے اے میرے بندے مجھ سے توبہ کر۔ میں معاف کر دوں گا۔ توبہ کر بخش دوں گا۔ بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ توبہ پر بھی نہیں بخشوں گا مگر اگر کوئی بڑا "سورس" لے آؤ گے تو اس کی بات پر بخش دوں گا' میں توجہ چاہتا ہوں' جب تو بخشنے پر قادر ہے تو تجھے "سورس" کی کیا ضرورت ہے' توجہ چاہ رہا ہوں' کس کی سفارش پر بخشے گا۔ کہا میں نے اپنے حبیب کو شفیع بنایا ہے تاکہ گناہ گاروں کی شفاعت کریں۔ اب آیئے بارگاہ رسالتؐ میں یا رسول اللہؐ مشرکوں کو بخشوایئے گا۔ کہا نہیں۔ کافروں کی شفاعت کیجئے گا۔ کہا نہیں۔ منافق کی شفاعت کیجئے گا۔ کہا نہیں۔ پھر کس کی شفاعت۔ کہا مومن کی شفاعت کروں گا۔ تو ایک طرف تو ہم گناہوں کا

بوجھ لیے جارہے ہیں تو دوسری طرف شفاعت کا معاملہ تو ٹھیک کرلیں یعنی ایمان تو درست رکھیں۔ اگر ہمارا ایمان درست ہے تب ہی شفاعت کا فائدہ ہے کیونکہ اگر عقیدہ ہی خراب ہے تو جنت جا ہی نہیں سکتے۔ جب جا ہی نہیں سکتے تو شفاعت کا فیض کیا ہے یعنی کہنا یہ چاہتا ہوں کہ شفاعت عمل میں ہے عقیدے میں نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عقیدہ ریپرایبل نہیں ہے اور عمل ریپرایبل ہے۔ میں کچھ کہہ رہا ہوں یعنی اگر عقیدے میں خرابی ہے تو پھر جنت کی بو سونگھنے کا سوال ہی نہیں ہے لیکن اگر عقیدہ درست ہے اور اعمال میں خرابی ہے ادائے واجبات میں سقم ہے محرمات سے گریز نہیں ہوسکا ہے تو اس کے لیے سزا ہے اور سزا سے پہلے نبی کی شفاعت ہے نبی شفاعت کریں گے ان کی شفاعت کیوں رکھی۔ کہا اگر میں خود معاف کردوں تو خلاف عدالت ہوجائے لہٰذا رحم کے لیے بنیاد چاہیے تم بنیاد رحم نہیں بن سکتے کیونکہ اپنے نفس پر ظلم کرتے آئے ہو بنیاد اور سبب رحم وہ بنے گا جو خود پر ظلم نہ کرچکا ہو یعنی گنہگار کی سفارش گنہگار نہیں کرسکتا کسی بے گناہ کو ڈھونڈو۔ ارے جو رسولؐ کو بھی معصوم نہیں سمجھتے وہ اپنی شفاعت کا کیا انتظام رکھتے ہیں۔ صلوات۔

محشر وہ ہے کہ جہاں اعمال کی پرسش ہوگی اس میں سب سے پہلے نماز پوچھی جائے گی۔ آج چند نوجوانوں نے ایک سوال کیا اور سوال یہ تھا کہ جب پوچھا اسلام میں کتنے وقت کی نماز ہے۔ میں نے کہا پانچ وقت کی۔ تو کہا کچھ مسلمان تین وقت کیسے پڑھتے ہیں۔ یہ ایک اعتراض ہے کہ پانچ وقت کی نماز تین وقت کردی۔ وہی نا آپ کو ہم پر اعتراض ' ہم کو آپ پر اعتراض۔ فیصلہ سیرت رسولؐ ہے۔ ایک تو یہ سوال علمی دور میں مہمل ہے۔ پانچ وقت کی تین

وقت ہو ہی نہیں سکتی۔ دو رکعت ایک وقت نہیں ہو سکتی۔ جب پہلی رکعت ہو جائے گی تب دوسری شروع ہوگی۔ توجہ فرمائیے گا۔ چار رکعتی نماز چاروں رکعتیں آپ ایک وقت میں پڑھ ہی نہیں سکتے۔ پہلی پڑھیں گے تب دوسری' دوسری پڑھ لیں گے تب تیسری' تیسری پڑھ لیں گے تب چوتھی اسی طرح سے پانچ وقت کی نماز کوئی ایک وقت میں نہیں پڑھ سکتا۔ دو وقت میں نہیں پڑھ سکتا تین وقت میں نہیں پڑھ سکتا چار وقت میں نہیں پڑھ سکتا جب پانچ وقت کی ہے تو پانچ ہی وقت ہوں گی۔ صبح پڑھ لے گا پھر ظہر پڑھے گا جب ظہر پڑھ لے گا تب عصر پڑھے گا ایک وقت کہاں ہوا اور جب مغرب پڑھ لے گا تب عشاء پڑھے گا تو دو وقت ہو ہی گئے تو پانچ کی تین کوئی کر ہی نہیں سکتا اس میں تین پانچ بیکار ہے۔ پانچ وقت کی نماز جو پڑھے گا پانچ ہی وقت پڑھنا پڑے گا۔ توجہ چاہتا ہوں۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں میں فاصلہ کتنا ہو بحث وقت کی نہیں ہے وقفہ کی ہے۔ تو یہ تو کہئے ہی نہیں کہ پانچ وقت کی تین وقت پڑھتے ہیں۔ فزیکلی ممکن نہیں ہے۔ بھئی ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا کوئی پڑھ کے دکھا دے۔ صلوات۔

اب یہ سوال ہے۔ سوال اتنا بڑا فل اسکیپ کاغذ ہے کل کوئی صاحب کتاب دے دیں گے تو کتاب بیٹھ کے پڑھ کے کہاں سے جواب دوں گا مگر اتنا آپ سماعت فرمالیں کہ عملاً پانچ وقت کی نماز کو تین وقت میں نہیں پڑھا جا سکتا۔ اب سوال نماز کے بیچ کے فاصلے کا ہے۔ نماز کے بیچ میں فاصلے کا سوال ہے تو یہاں سے نماز کے وقت کا سوال اٹھتا ہے اگر کوئی مسلمان بی فور ٹائم نماز پڑھتا ہے تو بی فور ٹائم الاؤ نہیں ہے۔ وہ نماز ہی نہیں ہے بارہ بجے رات کو صبح کی نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ ظہر کا وقت ہے زوال کا۔ زوال کے بعد وقت نماز

ظہر ہے۔ وقت زوال آفتاب ہے کہ نہیں۔ اب آگے بڑھیے نماز عصر کے وقت
کا سوال اسلام کے تہتر فرقوں سے پوچھ کے آپ مجھے بتائیے کہ عصر کی نماز کا
وقت کس وقت شروع ہوتا ہے۔ تہتر فرقوں میں شریعت میں پوائنٹ آف
اسٹارٹنگ شروع کس وقت ہوتا ہے۔ تو تہتر فرقے یہ جواب دیں گے کہ جیسے ہی
نماز ظہر تمام ہوگی عصر کا وقت شروع ہو جائے گا۔ تو اب یہ تیسرا وقت نہیں ہوا
یہ چوتھا وقت ہوا جب وقت شروع ہوگیا تو یہ چوتھا وقت ہے تیسرا نہیں ہے۔
عشاء کی نماز کا وقت کیا ہے تو تمام تہتر فرقے یہ بتائیں گے آپ کو کہ ادھر
مغرب کی نماز ختم کی سلام پھیرا تو تسبیح کی بھی ضرورت نہیں وقت شروع ہوگیا۔
پڑھیں چاہے آپ تسبیح کے بعد عشاء کا وقت اسٹارٹ ہوتا ہے مغرب کے
سلام پر۔ سلام کے تمام ہونے پر یہ کس کا حکم ہے شریعت کا تو اب اس وقت
نماز پڑھنا قبل از وقت نہیں ہے توجہ فرمائی آپ نے وقت آگیا اب جھگڑا کیا
ہے جسے لوگ نہیں سمجھ پاتے۔ جھگڑا یہ ہے کہ نماز صبح کی فضیلت کا وقت تو وہ
ہے کہ جس وقت نماز صبح کا وقت شروع ہوتا ہے۔ نماز ظہر کی فضیلت کا وقت وہ
ہے کہ جس وقت نماز ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ فضیلت کیا چیز ہے۔ نہ یہاں
لفظ واجب ہے' نہ مستحب ہے' نہ حرام ہے' نہ مکروہ ہے' نہ مباح ہے۔ ایک
الگ لفظ ہے فضیلت۔ فضیلت کسے کہتے ہیں۔ بہتر ہے واجب نہیں ہے تو بہتر
اور واجب میں کچھ فرق ہے Necessary ہوتا اور ہے Better ہوتا اور
ہے۔ فضیلت کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں اذان ہوئی' توجہ فرمائیں' فضیلت
اس میں ہے کہ جیسے ہی اذان ہو۔ جا کے نماز پڑھو۔ فضیلت کا کیا مطلب ہے
میں نے پوچھا کہ آپ افضل ہیں انہوں نے کہا کہ یہ افضل ہیں تو جو افضل ہے
اس کی بات ماننا افضل ہے یعنی نماز کا وقت داخل ہوگیا میں نے آپ کو پکارا

بھائی صاحب میری بات سنئے آپ نے کہا پانی پی لوں تو آتا ہوں تو آپ نے انکار نہیں کیا آنے سے اور پانچ منٹ کے بعد آئے بھی مگر بہتر یہ تھا کہ سن لیتے تو پانی پیتے۔ اسی طرح سے بہتر یہ ہے کہ پہلے وقت آتے ہی خدا کی عبادت کرلیں تب کوئی دوسرا کام کریں مگر وہی شریعت یہ بھی حکم دیتی ہے کہ اگر فضیلت کا وقت آگیا اور تم نماز پڑھنے جارہے ہو اور باپ آواز دے یا ماں آواز دے تو پہلے ماں باپ کی بات سنو پھر نماز پڑھو۔ توجہ چاہ رہا ہوں ہے کہ نہیں کہا ہاں ہے کیوں اللہ سب سے بزرگ و برتر ہے مگر ماں باپ کا حق اس نے اپنے حق سے زیادہ رکھ دیا کیوں رکھ دیا۔ اماں جس کے ذریعے سے پیدا کیا جب ان کو نہیں پہچانتے جب امیجیٹ کاسٹ کو نہیں پہچانتے تو رموڈ کاسٹ کو کیا پہچانتے ہو۔

وضو کرکے نماز ہے مگر اگر بلی پیاسی ہے تو افضل یہ ہے کہ اسے پانی پلا دو اور اگر پانی نہیں ہے تو تیمم کرلو اب اگر کسی نے وضو کرلیا اور بلی پیاسی رہ گئی تو ترک فضیلت کی۔ قرآن اور حدیث پڑھنا آسان ہے سمجھنا مشکل ہے۔ یعنی لفظ فضیلت خود یہ بتا رہا ہے کہ یہ Comparative ہے۔ میں کچھ کہہ رہا ہوں، موازنے کی چیز ہے ادھر داخل ہوا وقت نماز ادھر کوئی دوسرا کام آیا تو افضل یہ ہے کہ کام چھوڑو نماز پڑھو یہ افضل ہے مگر اب شارح کسی کام کو کہہ دے کہ وہ نماز سے افضل ہے تو پھر اسے کرو اسے چھوڑو ترک نہیں ترک صلوٰۃ نہیں وہ ترک واجب ہو جائے گا۔ فضیلت پر بحث کر رہا ہوں۔ آپ نے اذان سنی۔ دریا کے کنارے وضو کیا۔ نماز کی نیت کرنے کو چلے کہ ایک لڑکا ڈوبنے لگا۔ کیا افضل ہے اس وقت اس مسلمان کے لیے؟ فضیلت نماز پڑھنے میں ہے کہ ڈوبتے کو نکالنے میں ہے! کہا ڈوبتے کو نکالو دس منٹ لگ جائیں نکالنے میں فضیلت کا وقت چلا گیا۔ اللہ کہتا ہے فضیلت ہم دے دیں گے کیونکہ تم ہمارے

حکم میں مصروف تھے تو فضیلت آپ نہیں طے کریں گے خالق طے کرے گا کہ فضیلت کیا چیز ہے۔ اب یہی تو لوگوں کے ذہن میں بات رہتی ہے کہ فضیلت کا وقت نکل جاتا ہے۔ یہ بیٹھے رویا کرتے ہیں تو فیصلہ ہم اور آپ نہیں کرسکتے فیصلہ نبی کرے گا۔ شاید اسی مسئلے کے حل کے لیے حالت نماز میں حسینؑ نے پشت رسولؐ پر آ کے بتادیا اپنی نماز سے نہ دیکھو کون افضل ہے محمدؐ کی نماز سے ملا کے دیکھو کون افضل ہے۔ صلوات۔

آپ ملاحظہ فرمائیں کیا وجہ ہے کہ نماز صبح کا وقت یہ Starting Point شروع ہونے کا وقت' وقت فضیلت ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت شروع ہونے کا وقت' وقت فضیلت ہے لیکن ظہر کی نماز کے فوراً بعد عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے وہ فضیلت کا وقت نہیں ہے بلکہ تھوڑا ٹھہر کے فضیلت کا وقت ہے۔ وقت اور ہے فضیلت کا وقت اور ہے۔ وقت شروع ہوگیا ظہر کے بعد لیکن فضیلت ہے تھوڑی دیر رکنے کے بعد جسے وقت چاشت کہتے ہیں۔ مغرب کی فضیلت کا وقت کیا ہے ادھر غروب ہوا اور وقت نماز آیا اسی وقت پڑھنا فضیلت ہے تو جیسے ہی مغرب کا سلام پھیرا عشاء کی نماز کا وقت شروع ہوگیا لیکن عشاء کی فضیلت یہ نہیں ہے کہ فوراً پڑھ لو۔ عشاء کی فضیلت یہ ہے کہ ایک ساعت کے بعد پڑھو تو حضور پانچ نمازوں میں تین نمازوں کی فضیلت ہے Starting Point اور دو نمازوں کی فضیلت ہے گیپ کے بعد۔ تو آپ خود ذرا غور فرمالیں کہ اگر ہم نماز صبح کے بعد تعقیبات پڑھیں گے' سورے پڑھیں گے' نوافل پڑھیں گے تو پھر کسی فضیلت کی قضا نہیں ہے لیکن ظہر کے بعد اگر فضیلت کا وقت عصر کے فوراً بعد رکھ دیا جاتا تو نہ مسلمان نوافل پڑھ سکتا' توجہ چاہ رہا ہوں' اور نہ سورے پڑھ سکتا نہ تعقیبات نماز پڑھ سکتا نہ

دعا کر پاتا نہ تسبیح پڑھ پاتا اس لیے شریعت نے گیپ دیا کہ ظہر کی فضیلت Starting ہے تھوڑا سا گیپ ہے اگر عبادت کرنا چاہتے ہو کرلو اور اگر فضیلت پر پڑھنا چاہتے ہو تو اس کے بعد عصر بھی فضیلت پر پڑھ لو۔ اعتراض کرنا آسان ہے گہرائی میں جانا مشکل ہے۔ عصر کی فضیلت اس کے لیے ہے جو ظہر سے عصر تک بیٹھا تعقیب پڑھتا رہے میں کچھ کہہ رہا ہوں ظہر پڑھی دو کان کھولی پھر آئے میں کچھ کہہ رہا ہوں وقت اسٹارٹ ہو گیا یہ فضیلت کا گیپ اس لیے دیا ہے شریعت نے کہ تعقیبات نماز پڑھی جاسکیں۔ تسبیح مستحب' تلاوت کلام پاک بعد نماز مستحب' سوروں کی تلاوت مستحب' نوافلہ مستحب' توجہ چاہ رہا ہوں' دعا مانگنا مستحب' نماز واجب۔ تو آپ نے بات پوچھ کے میرے موضوع کے اندر کی بات پوچھ لی کہ شریعت کبھی کبھی واجب کو Delay کرتی ہے مستحب کے لیے میں کچھ کہہ گیا یعنی عصر کی فضیلت کو Starting Point سے ہٹا کے ایک گھنٹہ بعد رکھنا اور عشاء کی فضیلت کا وقت Starting Point سے ہٹا کے ایک گھنٹہ بعد رکھنا مستحب کے لیے ہے تو اسلام میں مستحب کو اتنی اہمیت ہے کہ واجب کی فضیلت بڑھ جاتی ہے مستحب کی وجہ سے۔ اب اگر عزاداری واجب نہ سہی تو مستحب تو ہے توجہ چاہ رہا ہوں تو اس مستحب کی ادائیگی کے لیے بھی وقت ہے اور پھر سیرت رسولؐ یہ ہے کہ زندگی میں کئی بار رسول اللہؐ نے دونوں نمازیں ملا کے پڑھیں خصوصاً جہاد کے مواقع پر بھی یہ بات سیرت میں ملتی ہے کہ حضورؐ نے نمازیں ملا کے پڑھیں۔ عرفات کے میدان میں آج تک مسلمان دونوں نمازیں ملا کے پڑھتا ہے تاکہ یہ غلط فہمی نہ ہو کہ جو ملا کے پڑھتا ہے وہ غلط کرتا ہے۔ ہاں بہتر یہ ہے کہ رک کے پڑھے توجہ چاہ رہا ہوں بہتر یہ ہے کہ فضیلت کے وقت پڑھے تو وہ فضیلت کا وقت جو ہے وہ Starting

نہیں ہے تین نمازوں کا فضیلت کا وقت Starting Point ہے صبح‘ ظہر اور مغرب اور دو نمازوں کا وقت Starting Point پر فضیلت نہیں ہے ٹھہر کے ہے مگر ادائے مستحبات کے لیے نہ یہ کہ گپ لڑانے کے لیے ادائے مستحبات کے لیے لہٰذا اب یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کہیں کہیں نام نہیں لوں گا کہیں کثرت سے کیوں ملا کے پڑھی جاتی ہے تو اب مجھے پتہ نہیں کہ عادت کہاں سے پڑی کبھی کبھی احکام اسلامی پر عمل کرنا بھی کسی بات کی یادگار بن جاتے ہیں میں نے تاریخ میں دیکھا ہے اور آپ علماء اسلام سے پوچھ سکتے ہیں کہ غدیر کے موقع پر بھی نبیؐ نے ظہر اور عصر کو ملا کے پڑھا تھا۔ صلوات۔

لیکن بہرحال انکار فضیلت نہیں ہے ہم ضدی اور ہٹی نہیں ہیں۔ بہتر الگ الگ ہی پڑھنا ہے لیکن ساتھ پڑھ لینا نہ گناہ ہے نہ حرام ہے نہ ناجائز ہے نہ Before time ہے اب یہ تو قیامت کے دن ہی پتا چلے گا کہ کون قبول ہوئی اور کون قبول نہیں ہوئی۔ وہ انفرادی مسئلہ ہے۔ دامن وقت میں گنجائش نہیں رہی میری بات تو آج بھی رہ گئی تو مستحبات کو بھی اسلام میں اہمیت حاصل ہے تو دو چیزیں عرض کیں ایک عمل عقیدہ ایک عمل عقیدے اور عمل کا فرق یہ ہے کہ عقیدہ ریپرایبل نہیں ہے عمل ریپرایبل ہے آخری دلیل سن لیں اگر میں نے خدا کی وحدانیت میں شک کیا تو مرنے کے بعد میری نسلیں بھی اگر میری طرف سے توبہ کرتی رہیں گی تو بخشش نہیں ہوگی۔ اگر میں نے خدا کی عدالت میں شک کیا تو میرا پورا خاندان میرے سارے احباب میری ساری ملت بھی اگر میری مغفرت کی دعا کرے گی تو مغفرت نہیں ہوگی۔ لیکن خدانخواستہ اگر میری کوئی ایک نماز قضا ہوگئی ہے تو یہ ان ریپرایبل نہیں ہے میرا بڑا لڑکا اگر پڑھ دے گا تو ریپیرنگ ہو جائے گی یہ شریعت اسلام کہتی ہے نہیں پڑھ سکتا تو اگر رقم دے کر

بھی دوسرے سے پڑھوا دے گا تو ادا لکھ لی جائے گی توجہ چاہ رہا ہوں اگر مجھ سے کوئی روزہ چھوٹ گیا ہے اور موت آگئی ہے تو کوئی میری طرف سے روزہ رکھ دے گا تو ادا ہو جائے گا اگر مجھ سے حج چھوٹ گیا ہے تو اگر کوئی میری طرف سے حج بدل کو چلا جائے گا تو میرا حج ادا ہو جائے گا یہ ہے ریپرایبل اور عقیدہ ہے ان ریپرایبل اسی لیے جو ان ریپرایبل ہے وہ قبر میں پوچھ لیا جاتا ہے اور جو ریپرایبل ہے وہ قیامت میں پوچھا جائے گا۔ جب ریپرنگ کی مہلت تمام ہو جائے گی۔ اب کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مجلسوں میں عقیدے تو پڑھے جاتے ہیں عمل پر نہیں پڑھا جاتا تو میں کہتا ہوں کہ جو ان ریپرایبل ہے وہ پڑھا جاتا ہے جو ریپرایبل ہے وہ کہا جاتا ہے پڑھا نہیں جاتا۔ توجہ فرمائی آپ نے اور کوئی منکر نہیں ہے دیکھئے نماز واجب ہے نماز کا پڑھنا ضروری ہے۔

ان قبلت قبلا ما سواھا وان ردت رد ما سواھا

وہ مسلمان نہیں ہے جو نماز کا مخالف نہیں منکر ہو مسلمان نہیں ہے جو منکر صلوٰۃ ہو۔ منکر صلوٰۃ اگر کوئی ہے تو وہ مسلمان ہی نہیں ہے لیکن اگر کوئی منکر صلوٰۃ نہیں ہے تارک صلوٰۃ ہے فاسق ہے کافر نہیں ہے اور اس کی ریپرنگ ہے۔ اب رہ گیا یہ کہ نماز توجہ آج شاید پانچ منٹ مجلس زیادہ ہو جائے تو میں آپ سے معافی چاہوں گا۔ صلوات۔

اس مجمع میں جو کثیر تعداد میں میرے سامنے موجود ہے اگر کوئی بے نمازی ہو تو ہاتھ اٹھائے۔ آپ نے ہاتھ اٹھایا یا اخبار اٹھایا کھڑے ہو جائیے اگر آپ بے نمازی ہیں تو کھڑے ہو جائیے۔ بھیا نماز واجب ہے پانچ وقت کی پڑھنا ضروری ہے۔ انشاء اللہ آپ وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ سے پڑھیں گے۔ صلوات بھیج دیجئے محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

بہرحال ایک آدمی اٹھا اس کو نصیحت کردی گئی اور جو سب نمازی ہیں تو نصیحت کی ضرورت کیا ہے توجہ فرمائی تو آپ کہیں گے کہ یہ تو آپ نے دھوکا دیا اب پتہ نہیں کہ آپ نے مجھے دیا کہ میں نے آپ کو دیا یہ تو خدا جانے لیکن میں آپ کو دھوکا دے سکتا ہوں آپ مجھے دھوکا دے سکتے ہیں نہ میں خدا کو دھوکا دے سکتا ہوں نہ آپ خدا کو دھوکا دے سکتے ہیں۔ توجہ فرمائی میں کہنا کیا چاہ رہا ہوں میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اہمیت نماز سے سب واقف ہیں۔ اب اہمیت سے واقف ہوتے ہوئے بھی خدا نخواستہ اگر کوئی نہیں پڑھتا تو یہ اس نیوسرکل کا کام ہے جو اس کے گھر میں ہے اگر بیٹا نماز نہیں پڑھتا تو باپ کا کام ہے کہ نماز پڑھوائے۔ منبر کا کام یہ ہے کہ اہمیت نماز بتائے اگر نظر میں اہمیت نہ ہو کسی کا ایک آدمی کے علاوہ ہاتھ نہ اٹھانا دلیل ہے کہ پوری ملت اہمیت نماز سے واقف ہے پھر عزادار اور اہمیت نماز سے واقف نہ ہو جو ہمیشہ ذکر حسینؑ سنتا ہو کہ حسینؑ نے سجدے میں سر کٹایا لیکن اگر اسی نماز کو عزاداری کے خلاف سلوگن بنانے کی کوشش کی جائے تو یہ سلوگن کام نہیں آئے گا توجہ فرمایئے گا۔ سلوگن میں کیوں کہہ رہا ہوں میری ذاکری کا یہ تجربہ ہے کہ جب بھی محرم آتا ہے ایسے نہ جانے کتنے پرچے ملتے ہیں کہ آپ کیوں نہیں پڑھتے نماز کیوں نہیں پڑھتے جب کہ حسینؑ نے نماز کے لیے جان دی لیکن اس زندگی میں میں نے ہر سال نماز عید بھی پڑھی ہے اور نماز بقرعید بھی پڑھی ہے مگر عید بقرعید کے دن مجھے کوئی نوجوان نہیں ملا جو پرچہ دیتا کہ حضور اعلان کیجئے سال کی ایک نہیں ہے روز کی پانچ ہیں۔ مجمع تو عید کے دن بھی ہوتا ہے مجمع محرم میں بھی ہوتا ہے عید کے دن کسی کو نماز پنجگانہ یاد نہیں آتی محرم ہی میں یاد آتی ہے تو مانو کہ نماز تبلیغ نماز کا ذریعہ نہیں ہے اب بھی حسینؑ نماز کے قائم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ جی

یہ مجلس ذریعہ نماز ہیں اب بھی یہ ماتم ذریعہ نماز ہے۔ اب بھی یہ عزاداری نماز کی یاد دلاتی ہے۔ عید کی سویاں نماز نہیں یاد دلاتیں۔ حالانکہ وہ دن یاد آنے کا ہے کہ جس مسجد میں جماعت میں پچپن نہیں ہوتے اس مسجد میں عید کے دن ٹھکانہ نہیں ملتا۔ اخبار بچھا بچھا کے نماز پڑھی جاتی ہے۔ فوٹو چھپتے ہیں کہ عید کا زمانہ ہمارے ہندوستان میں اتنے لاکھ مسلمانوں نے عید کی نماز ادا کی کوئی مضمون نہیں لکھتا کہ ذرا بتایئے کہ پنجگانہ کتنے لاکھ ادا کرتے ہیں۔ میں کچھ کہہ رہا ہوں عید کے موقع پر نماز کا نہ یاد آنا مسلمان کو سویاں کھاتے دیکھ کے نماز کا نہ یاد آنا گلے ملتے دیکھ کے نماز کا نہ یاد آنا بقرعید کے دن دنبوں کا گوشت کھاتے دیکھ کے نماز کا نہ یاد آنا اور ماتمیوں کو ماتم کرتے دیکھ کے یاد آجانا یہ دلیل ہے کہ نہیں کہ اب بھی یہ ماتم نماز یاد دلاتا ہے اور اگر یہ مجلس و ماتم بند ہوگیا تو نماز بند ہوجائے گی۔ یہ عزاداری کی اہمیت ہے اسلام میں حضور نماز تو مجلس کا ایسا اہم جزو ہے کہ جس کی شہادت پڑھو اس میں ذکر نماز آجاتا ہے۔ آج جناب مسلم کے حال کا مرثیہ آپ نے سنا۔ کون جناب مسلم۔ مسلم ابن عقیلؑ اللہ اللہ ان کے تذکرے میں کہ بار بار نماز کا ذکر آتا ہے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب کوفہ کی مسجد میں نماز پڑھاتے تھے تو اٹھارہ ہزار مسلمان ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے لیکن جب ابن زیاد آیا تو انہی جناب مسلم کے پیچھے اٹھارہ نمازی رہ گئے۔ آیا ذکر نماز کا کہ نہیں آیا اور بس دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے عزادارو لکھا ہے کہ جب جناب مسلم طوعا کے گھر سے نکل کے چلے اور طوعا نے کہا آقا نہ جایئے دشمنوں کا لشکر آگیا ہے آپ کو گھر سے باہر نہ جانے دوں گی۔ کیا جواب دیا۔ فرماتے ہیں طوعا تو مومنہ ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تیرے گھر کی یہ حالت ہو کہ لشکر تیرے گھر میں داخل ہو۔ دیکھئے یہ اہل بیتؑ کس عظمت کی

شخصیتیں ہیں جو کسی مومن کے گھر میں نہیں چاہتے کہ غیر مرد داخل ہوں۔ تو عرض کروں جناب مسلمؑ آپ نے طوعا کے گھر کا اتنا احترام کیا ذرا کربلا میں آکے دیکھئے کہ رسول اللہؐ کے گھر میں کس طرح سے اشقیا داخل ہوئے اور جناب مسلم ابن عقیلؑ نے جس طرح سے صبح سے لیکر اور ظہر تک مسلسل جہاد فرمایا ہے کہ کئی سو کا لشکر بلایا گیا۔ مسلم کو گرفتار کیا گیا۔ ابن زیاد نے بکر بن عمران سے کہا کہ مسلم کو سقف بام پر لے جا کر سر کاٹ لے اور جسم کو نیچے پھینک دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوتھی مجلس

برادران اسلام!

خداوند عالم ارشاد فرما رہا ہے میرے رسول کی سیرت تمہارے لیے نمونہ عمل ہے۔ اس آیت کے ذیل میں اسلام اور عزاداری کے موضوع پر اس حسینیہ سجادیہ کے عشرے میں جو مسلسل گفتگو آپ کے سامنے جاری ہے' یہ گفتگو کل اس منزل تک پہنچی تھی کہ اسلام کی تمہید یعنی اسلام کو سمجھنے کے لیے اور اسلام کو جاننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہر مسلمان چاہے وہ کسی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہو' خواہ وہ کسی فرقے میں ہو موت کو پیش نظر رکھ کے' انجام کو پیش رکھ کے اور اس بات کو اپنے ذہن میں مرکزی خیال بنا کے کہ ہم اس لیے مسلمان ہوئے ہیں کہ ہمیں جہنم سے نجات مل جائے اور انشاء اللہ وہ زندگی جو مرنے کے بعد اللہ کی طرف سے عطا ہوگی وہ جنت میں گزرے یعنی ماحصل

حصول جنت ہے۔ اگر ہم جنت میں داخل ہو گئے تو یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہے اگر ہم کو اللہ کی طرف سے انعام میں جنت مل گئی اور اللہ نے قیامت کے دن خود ہمارا فیصلہ ہم کو یہ سنایا کہ تم مستحق جنت قرار پاگئے تو سب کچھ کام آگیا اور اگر خدانخواستہ جنت نہ جاسکے اور واصل جہنم ہو گئے تو کوئی چیز بھی کام نہ آئی۔ نہ کلمہ پڑھنا کام آیا' نہ عبادت کرنا کام آیا' نہ نماز پڑھنا کام آیا' نہ روزہ رکھنا کام آیا' نہ حج' نہ زکوۃ کچھ بھی تو کام نہیں آیا۔ اس وقت کتنی بڑی سبکی محسوس ہوگی دین اسلام کی کہ اس کلمہ میں کیا جان تھی جو ہم پڑھ رہے تھے' اس نماز کی کیا قیمت ہے جو ہم نے ادا کی تھی' اس روزہ کی کیا اہمیت تھی جس کے بعد بھی ہم کو جنت حاصل نہ ہو سکی۔ تو کیا خدانخواستہ نماز میں یہ طاقت نہیں کہ وہ جنت دلا دے' روزے میں یہ ہمت نہیں کہ وہ جنت سے ہمکنار کر دے۔ بے شک ہے مگر سوال وہی ہے کہ کس نماز میں یہ دم خم ہے' کس روزے میں یہ قوت ہے' اعمال کے کس شعبے میں یہ بات ہے جو ہم کو جنت تک پہنچا دے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو سرور کائنات ختمی مرتبت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ میری وفات کے بعد میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور اس میں سے صرف ایک فرقہ نجات پائے گا یعنی ناجی صرف ایک فرقہ ہو گا۔ آج پورے عالم اسلام میں آپ جا کے پوچھ لیں۔ ہر عالم دین جس فرقے سے تعلق رکھتا ہے اسی فرقے کو ناجی کہتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم سارے عالم اسلام کی بات پر یقین کرلیں تو حدیث جھوٹی ہو جاتی ہے اور اگر حدیث پر یقین کریں تو ان بیانات پر ہم کو غور کرنا ہی پڑے گا کہ ایک فرقہ ناجی ہے۔ کونسا فرقہ ناجی ہے۔ توجہ چاہ رہا ہوں آپ کی۔ ظاہر ہے میں جس فرقے میں ہوں اسی فرقے کو کہوں گا کہ

ناجی ہے۔ آپ جس فرقے میں ہیں اسی فرقے کو کہیں گے کہ ناجی ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا میرا کہنا دلیل ہے کہ ہم ناجی ہیں۔ آپ کا کہنا دلیل ہے کہ آپ ناجی ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں تمام عالم اسلام سے کہ جو علماء کے کہنے پر عمل کرے' جو مفسرین کی باتوں سے متفق ہو جائے' جو بزرگان دین و ملت کی باتوں سے ہمنوائی اختیار کرے اسے تو جنت مل جائے تو پھر سرور کائنات کے آنے کا مقصد کیا ہوا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

کا فائدہ کیا ہوا۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے رسول کی سیرت نمونہ عمل ہے۔ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم میں سے ایک دوسرے کے لیے ایکدوسرے کی سیرت نمونہ عمل ہے۔ ہم آج پوچھتے ہیں کہ نماز ہمارے یہاں کیسی پڑھی جاتی ہے۔ روزہ ہمارے یہاں کیسا رکھا جاتا ہے۔ اس مسئلے کا جواب ہمارے یہاں کیا ہے۔ یہ لفظ ہمارے یہاں ہی بتا رہا ہے کہ ہمیں اس کی فکر نہیں ہے کہ محمد کے یہاں کیا ہے۔ صلوات۔

ہم کیا ہیں اور ہمارے یہاں کیا ہے۔ تو یہ تو کوئی فرقہ بھی انکار نہیں کر سکتا کہ نجات اسی کو ملے گی جو سیرت رسول پر عمل کرے گا۔ یہاں تک کل گفتگو پہنچی تھی۔ اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہے۔ بحث یہ ہے کہ وہ سیرت کیا ہے وہ رسول کی سیرت کیا ہے۔ رسول اللہ کی سیرت طیبہ کیا ہے۔ یہی ایک بحث ہے مسلمانوں میں ایک فرقہ کہتا ہے سیرت یہ ہے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے سیرت یہ ہے۔ تیسرا فرقہ کہتا ہے سیرت یہ ہے اور جو فرقے آج عالم وجود میں ہیں وہ فرقے وفات پیغمبر اسلام کے کئی سو برس کے بعد بنے ہیں۔ دو سو ڈھائی سو برس کے بعد فرقے بنے جو آج موجود ہیں۔ تو ڈھائی سو برس بعد والے بتا رہے ہیں

کہ سیرت کیا تھی۔ یہ ڈیوریشن آف ٹائم آج کی سائنٹیفک ایج میں خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اگر ان تک خبر صحیح پہنچی ہے تو ہم تک اسلام صحیح پہنچا ہے۔ پھر نجات میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن ڈھائی سو برس کے عرصہ میں اگر نبیؐ سے ان تک اسلام پہنچنے میں کسی ایک جگہ بھی کوئی چینج یا تبدیلی آگئی ہے تو بات خطرے سے خالی نہیں یعنی آج اسلام ہمارے سامنے سنی ہوئی شہادت ہے۔ جو ہم سنتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔ جب قیامت کے دن ہمارے سامنے نامہ عمل ہوگا تو ہمارے حیرت کی انتہا نہ رہے گی کہ ہم نے جو کیا وہ غلط کیا اور ایسا عمل نہیں کیا ایسا عقیدہ نہیں رکھا کہ جس پر ہم کو نجات مل جاتی۔ تو آیا تمام علماء اسلام کیا ایک مرکز پہ بیٹھ کے اس چودھویں ہجری میں اس بیسویں صدی میں یہ فیصلہ نہیں کرسکتے کہ وہ سیرت رسولؐ کیا ہے۔ میں ہمیشہ عرض کرتا ہوں آج سائنس کی اتنی ترقیاں ہیں کہ لوگ پہلے بھی میں نے آپ کو یاد دلایا تھا زمین کھودتے ہیں' کھنڈر کھودتے ہیں' ٹوٹے برتنوں سے کانسے اور تانبے کے برتنوں سے' مٹی کے برتنوں سے' پتھروں کے نقش و نگار سے یہ بتا دیتے ہیں کہ زمین پر چھ ہزار برس پہلے ایک قبیلہ آباد تھا۔ اس کا کلچر یہ تھا' اس کی تہذیب یہ تھی۔ اس دور میں علوم نے اتنی ترقی کی ہے کہ چھ ہزار برس پہلے کا کلچر معلوم کیا جاسکتا ہے۔ کیا اس دور کے مسلمان' اس دور کے علماء اتنے بھی ترقی یافتہ نہیں ہیں کہ چودہ سو برس پہلے آئے رسولؐ کی سیرت معلوم کرلیں۔

صلوات۔

یہ معلوم کرنا ناممکن نہیں ہے۔ پھر آخر اس کی طرف توجہ کیوں نہیں ہے۔ اس کی طرف توجہ نہ کرنے کا سبب اور اس کا الزام میں کبھی علماء اسلام کو نہیں دیتا۔ توجہ فرمایئے گا' بہت اہم منزل سے گفتگو گزر رہی ہے۔ اس کا

الزام علماء کو میں نہیں دیتا۔ میرے خیال سے علماء ملزم نہیں ہیں۔ ان پر الزام نہیں ہے۔ اس لیے کہ علماء کیا کریں بے چارے۔ اسلام سننے والا مجمع ہی نہیں ملتا' سیرت جاننے والا مجمع ہی نہیں ملتا۔ مجمع فرقے میں بٹا ہوا ملتا ہے۔ مجمع یہ جاننا ہی نہیں چاہتا کہ سیرت کیا تھی۔ مجمع تو یہ جاننا چاہتا ہے کہ ہمارے یہاں سیرت کیا ہے اور جب تک معتقدات کے مطابق گفتگو کیجئے' بات پسندیدہ ہے اور اگر اپنے حدود سے باہر نکلے تو فوراً تبدیلی مذہب کا الزام ہے یعنی میں جس فرقے کا ہوں اس فرقے کے سامنے اگر تحقیق کر کے کوئی ایسی بات رکھوں جو فرقے میں نہ ہو تو لوگ کہیں گے کہ طاہر صاحب کا مذہب ہی بدل گیا۔ اب وہ اس منبر پر بیٹھنے کے لائق نہیں رہے۔ تو طاہر صاحب مجبور ہیں کہ آپ جو گھر سے سوچ کے آئے ہیں وہی پڑھیں اور جو ہم کتاب میں دیکھ کے آئے ہیں وہ نہ پڑھیں۔ تو اگر سارے مسلمان یہ طے کر لیں کہ فرقوں کا جھگڑا چھوڑیے ایک مرتبہ سب مل کے سیرت کو بتا دیجئے۔ یہ سیرت کیا تھی۔ رسولؐ نے نماز کیسے پڑھی' روزہ کیسے رکھا' احکام حج کیسے بتائے۔ تو اب اس میں پریشانی کیا ہے۔ نسل بعد نسل یعنی ہمارے سامنے جو اسلام ہے وہ روایتشن ہے۔ ہمارے سامنے جو اسلام ہے وہ بات کا دہرانا ہے۔ میں کونسی بات دہرا رہا ہوں جو میں نے اپنے باپ سے سنی۔ میرے باپ نے کونسی بات دہرائی جو اپنے باپ سے سنی۔ انہوں نے کونسی بات دہرائی جو اپنے باپ سے سنی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر باپوں ہی کا سلسلہ لے لیجئے تو کوئی نہ کوئی باپ تو دور نبی میں ہوگا۔ تو جہ چاہ رہا ہوں' اگر اپنے باپ ہی کے مذہب پر ہوں میں اپنے باپ کے مذہب پر' میرا باپ اپنے باپ کے مذہب پر' اس کا باپ اپنے باپ کے مذہب پر' اس کا باپ اپنے باپ کے مذہب پر تو اس سلسلے میں جتنا اونچا جائیں گے تو کوئی نہ کوئی تو نبی

کے دور میں نکلے گا۔ اب جب نکل آیا تو اس سے ہم پوچھیں گے تم نماز کس کی طرح پڑھتے ہو۔ تو وہ کہے گا زمانہ رسولؐ کا باپ کہ ہم تو رسول اللہؐ کی طرح پڑھتے ہیں۔ وہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم اپنے باپ کی طرح پڑھتے ہیں۔ اگر تاریخ میں کوئی ایسا "سورس" مل جائے جو یہ کہے کہ ہم اپنے باپ کی طرح پڑھتے ہیں' وہ کہے ہم اپنے باپ کی طرح پڑھتے ہیں۔ اور جب زمانہ رسولؐ میں باپ نظر آئے اور اس سے پوچھا جائے آپ کیسے پڑھتے ہیں۔ وہ کہے گا ہم محمدؐ کے بیٹے ہیں ہم محمدؐ کی طرح پڑھتے ہیں یعنی اگر باپوں ہی کا سلسلہ ہے۔ اگر مذہب کے حصول میں باپ ہی کا سلسلہ ہے تو ایسے مقدس باپ کیوں نہ ڈھونڈے جائیں جن کو مباہلے میں بیٹا بنا کے نبی لائے۔ صلوات۔

یعنی اس تسلسل میں اس سلسلے میں مقدس اور معصوم سلسلہ اگر مل جائے تو اس سے زیادہ گارنٹی کس باپ کی ہو سکتی ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن میں آیت موجود ہے کہ محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں ہے۔ اللہ بھی خوب جانتا تھا کہ اگر سب باپ بنانے لگے تو میری شریعت کا کیا ہو گا۔ ایک طرف آواز دی محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں ہے اور دوسری طرف کہا کہو ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو لاؤ۔ صلوات بھیج دیجئے محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو لاؤ۔ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی اور مباہلہ کے لیے پیغمبر اسلام نکلے تو دو ہی بیٹے ساتھ تھے۔ ایک امام حسنؑ تھے جو انگلی پکڑے ہوئے تھے۔ ایک امام حسینؑ تھے جو گود میں تھے۔ آیت نے صرف بیٹوں ہی کو نہیں بلایا تھا' عورتوں کو بھی بلایا تھا۔ تم اپنی عورتوں کو لاؤ ہم اپنی عورتوں کو لائیں گے' تم اپنے نفسوں

کو لاؤ ہم اپنے نفسوں کو لائیں گے۔ تہتر فرقوں میں جا کے پوچھ لیجئے تو چوبیسویں ذی الحج کو نصارائے نجران کے سامنے وہ کون بیٹے تھے جنہیں رسولؐ لے کے آئے' وہ کون عورتیں تھیں جنہیں رسول اللہؐ لے کے آئے' وہ کون نفوس تھے جنہیں رسول اسلامؐ لے کے آئے تو تمام مورخین اور تمام مفسرین اسلام یہ لکھتے ہیں۔ میں یہ بات عرض کر چکا ہوں کہ بات قرآن و حدیث سے ہوگی اگر بات میں وہی بات دلیل میں پیش کی جائے گی جس میں کسی کو انکار نہ ہو۔ تو پیغمبرؐ آئے تو حسنؑ و حسینؑ بیٹوں میں آئے' جناب سیدہؑ رسول اللہؐ کی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ صرف عورتوں میں آئیں اور نفوس میں نفسوں میں صرف مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔ صلوات۔

کیا مسلمانوں کو' پڑھے لکھے مسلمانوں کو' سمجھدار مسلمانوں کو سمجھنے میں کوئی زحمت ہے۔ اور کس لیے آئے تھے' صرف اتنی سی بات تھی کہ نصارائے نجران یہ کہہ رہے تھے کہ عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں اور اللہ یہ کہہ رہا تھا کہ نہیں وہ بیٹے نہیں ہیں' نبی ہیں' رسول ہیں۔ اتنی سی بات اور اس بات نے اتنا طول کھینچا کہ سورۂ **قل ھو اللہ احد** نازل ہوئی۔ سورہ آنے پر بھی نہ مانے یعنی قرآن سے نبی سمجھا رہا ہے اور سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ بہت اہم منزل سے گفتگو گزرے گی۔ آج جو لوگ قرآن سے اسلام سمجھانے لگتے ہیں مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ایسے بھی لوگ تھے دنیا میں جنہیں قرآن سے نبی سمجھا تا تھا اور سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ تو یہ وحی آتی تھی بیٹوں کو لاؤ' عورتوں کو لاؤ' نفسوں کو لاؤ۔ حیرت کی بات ہے کہ قرآن کی آیت سے نبی سمجھائے اور سمجھ میں نہ آئے۔ بیٹے کیا سمجھائیں گے' عورتیں کیا سمجھائیں گی' نفس کیا سمجھائیں گے۔ کہا سمجھانے کی بات نہیں ہے دلیلیں ختم ہو گئیں۔ اب بھی تم نہیں مانتے تو آؤ ہم دونوں مل

کے جھوٹوں پر لعنت کریں۔ تم جھوٹے ہو گے تو تم پر لعنت ہو گی۔ ہم جھوٹے ہوں گے تو ہم پر لعنت نازل ہو گی۔ ذرا آپ اس منزل کو ملاحظہ فرمائیے تو جب جھوٹوں پر لعنت ہی کرنا تھی تو بیٹوں کی کیا ضرورت تھی' عورتوں کی کیا ضرورت تھی' نفسوں کی کیا ضرورت تھی۔ اب توجہ فرمائیں چودہ سو برس کے بعد تو مسلمان فکر سے کام لے۔ اللہ نے کہا تم اکیلے نہ جانا کیونکہ تمہیں تو سبھی سچا مانیں گے۔ تم آنے والوں کے فہم کے مطابق بیٹوں کو بھی لے جاؤ' عورتوں کو بھی لے جاؤ' نفسوں کو بھی لے جاؤ۔ بیٹوں میں صرف حسنینؑ عورتوں میں صرف شہزادی کونینؑ اور نفسوں میں صرف مولائے کائناتؑ۔ مجھے نبیؐ سے کچھ نہیں پوچھنا ہے۔ میں مورخین سے پوچھتا ہوں کہ اس موقع پر کسی نے کیوں نہ تمنا ظاہر کی کہ ہمیں بھی ساتھ لے چلیے۔ مدینہ بچوں سے بھرا ہوا تھا۔ مدینہ میں عورتوں کی کمی نہیں تھی۔ مدینہ میں نفوس کی کمی نہیں تھی مگر کسی کی خواہش نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سب سمجھ رہے تھے کہ سچوں میں جانے کے لائق نہیں ہیں۔ صلوات با آواز بلند بھیج دیں محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

یہی دو بیٹے ہیں' یہی ایک بی بی ہے' یہی ایک نفس ہے۔ ذرا آپ توجہ فرمائیے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ سب نے احتیاط سے کام لیا۔ اب دیکھیے کسی نے خدا کے سلسلے میں تو جھوٹ بولا نہیں تھا مگر وہاں سلسلہ نہیں طے تھا۔ وہاں جھوٹے پر لعنت کرنا تھی تو میں بھی اگر ہوتا تو بھی نہ جاتا۔ کیونکہ میں سوچتا کہ نہ جانے کتنے جھوٹ بولے ہوں گے اور جب لعنت آئے گی تو جھوٹے پر آئے گی۔ ادھر ادھر نہیں آئے گی۔ توجہ چاہ رہا ہوں یعنی خوف عذاب الٰہی نے جانے نہ دیا۔ اگر آج کے علماء کو اتنا ہی خوف ہو جائے کہ جتنا کہ اس دور کے مسلمانوں کو تھا تو اسلام سمجھنے میں زحمت نہ ہو۔ صلوات۔

میں نے اس لیے عرض کیا کہ آئندہ جو گفتگو آپ کے سامنے مجھے کرنا ہے:
اسلام اور عزاداری کے موضوع پر اس کا "سورس" معین ہو جائے تو جو لوگ مباہلہ میں گئے میں کوئی ان کی خلافت اور امامت کی بحث نہیں چھیڑوں گا کہ آپ کہہ دیں بیان اختلافی ہے۔ میں کچھ کہہ رہا ہوں۔ میں ان کی وصایت کی بات نہیں چھیڑوں گا' میں ان کی افضلیت اور فضیلت کی بات نہیں چھیڑوں گا۔ میں تو آپ سے صرف اتنا پوچھوں گا کہ رسول کی سیرت سمجھنے میں اگر بچوں کا حوالہ دیا جائے جو مباہلہ میں گئے تھے۔ اگر اس بی بی کا حوالہ دیا جائے اسلام سمجھنے میں جو مباہلہ میں گئی تھیں۔ اگر اس نفس کا حوالہ دیا جائے جو مباہلہ میں گیا تھا تو وہ اسلام ہو گا کہ نہیں۔ توجہ چاہ رہا ہوں' میں کسی کی اہانت نہیں کروں گا۔ میرا اشارہ کسی کی طرف نہیں ہو گا۔ میں اپنے سننے والوں سے خالی یہ پوچھ رہا ہوں کہ اگر میں ثبوت میں کہوں کہ علیؑ نے کہا' فاطمہؑ نے کہا' حسنؑ نے کہا' حسینؑ نے کہا تو اب اس کے بعد کوئی اور ثبوت تو آپ کو درکار نہیں ہو گا کیونکہ یہ وہ بچے ہیں جو مباہلہ میں لے جائے گئے اور جب لے گئے تو عذاب آیا کہ نہیں۔ نہیں آیا۔ کیوں نہیں آیا۔ اس لیے کہ مقابلہ نہیں ہوا۔ کیوں نہیں ہوا۔ اس لیے کہ علماء نجران سمجھ گئے کہ یہی سچے ہیں۔ ارے عیسائی سچا سمجھ لے۔ صلوات۔

اب کلام کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے لہٰذا اسلام کیا ہے۔ اسلام اور سیرت رسولؐ کیا ہے اور قرآن اور اس کے معنی کیا ہیں۔ آپ یہ نہ سمجھے گا کہ کیوں کہ میں خود شیعہ اثنا عشری ہوں لہٰذا گھوم پھر کے پنجتن کا حوالہ دے رہا ہوں۔ نہیں۔ شیعہ کی حیثیت سے حوالہ نہیں دے رہا ہوں۔ بحیثیت مسلمان کے وہ "سورس" ڈھونڈا کہ جس میں کسی کو اختلاف نہ ہو کیونکہ یہ بات میرے اور

آپ کے درمیان کل ہی طے ہو گئی کہ سیرت پوری پہنچی نہیں اور پہنچی تو بدل بدل کے پہنچی اور نہ پہنچتی تو امت میں اختلاف کیوں ہوتا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ اللہ نے جو دین بھیجا' بھیجنے میں اختلاف نہیں' جس کے ذریعے وحی کی گئی اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ جس نے ہم تک دین پہنچایا اس میں کوئی اختلاف نہیں' اختلاف تو اپنے ہم تک پہنچنے میں ہے۔ تو لہٰذا اپنے ہم تک پہنچنے میں اگر کچھ شخصیتیں ایسی مل جائیں جن کے نسب کے سلسلے میں کسی کو اختلاف نہ ہو' جن کے علم کے سلسلے میں کسی کو اختلاف نہ ہو' جن کے نبیؐ کے رشتے کے سلسلے میں کسی کو کوئی اختلاف نہ ہو' جن کی فضیلت کے سلسلے میں کسی کو اختلاف نہ ہو تو جب ہمیں کسی سے اسلام لینا ہی ہے تو اگر ان سے لے لیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحکم خدا عیسائیوں کے سامنے لے گئے تو اگر وہ نبیؐ کے معتمد نہ ہوتے تو نبیؐ کیوں لے جاتے۔ اگر وہ اللہ کے معتبر نہ ہوتے تو وحی آتی کہ ان کو نہ لے جاؤ۔ دونوں بھائیوں کو نہ لے جاؤ۔ حسنؑ کو چھوڑ دو' حسینؑ کو لے جاؤ۔ خالی اپنی بیٹی کو نہ لے جاؤ اور بھی کچھ لے جاؤ یا انہیں بھی نہ لے جاؤ۔ کچھ بھی ہوا جب مباہلہ میں نبیؐ آئے تو اوپر اوپر آیت چل رہی تھی' نیچے نیچے نبیؐ چل رہا تھا۔ اب تمام لوگ دیکھ رہے تھے کسی نے جسارت شمولیت نہ کی۔ تو پیروی سیرت اصحاب بھی یہ ہو گی آج امت کو کہ جہاں آل محمدؐ کا ذکر ہونے لگے وہاں کوئی مداخلت نہ کرے۔ صلوات۔

بچے جا رہے ہیں اور وہ بچے جا رہے ہیں جن کو عیسائیوں کے مقابلے میں' نصارائے نجران کے مقابلے میں بحکم خدا پیغمبر اسلامؐ اپنے ساتھ لے کر گئے اور جب انہوں نے دیکھا تو کیا کہا۔ نصارائے نجران نے کیا کہا۔ آپ تہتر فرقوں کے علماء سے پوچھئے میری بات پر بھروسہ نہ کیجئے۔ ان کا جو سب سے بڑا عالم تھا

ریلیجن اور اپنے اپنے دین اور مذہب پر باقی نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذمہ دار عزاداری نہیں ہے۔ ذمہ دار کوئی اور ہے۔ تو وہ مشترک قدر ڈھونڈیئے کہ جس کی وجہ سے لوگ دین سے ہٹ رہے ہیں۔ وہ ہے مغربی تہذیب کا تسلط اور مغرب سے زندگی بسر کرنے کی تفریحات کے ذرائع جس نے ہر مذہب کے نوجوان کو دین سے ہٹا دیا ہے۔ جس کو شکایت ہے کہ آج کا نوجوان دیندار نہیں ہے اس لیے کہ اسے فرصت ہی نہیں ہے اور وہ مصروف ہے ویسٹرن سویلائزیشن کو اپنانے میں' وہ مصروف ہے مغربی تہذیب کی تقلید کرنے میں۔ اب آپ مجھے یہ بتا دیجئے کہ یہ عیسائی تہذیب جو مغرب سے یہاں تک آگئی اور جس میں اسلام کا ہر فرقہ پھنس گیا' گرفتار ہو گیا اور دنیا کا ہر مذہب گرفتار ہو گیا اسی کو تو آپ کو روکنا ہے' اس مادہ پرستی ہی کو تو ٹھکرانا ہے۔ تب تو اسلام سمجھا پایئے گا اس لیے میں نے مباہلہ پڑھا کہ اللہ نے "سورس" آپ کو دیا کہ ان کے مقابلے کے لیے یہ شخصیتیں ہیں ان کی نورانیت ہے اور یہ نورانیت اس پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا سکتی ہے اور کوئی "سورس" اور کوئی Element ایسا نہیں ہے جو اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو اپنے سینہ پہ روک لے۔ بس مختصر کر رہا ہوں' توجہ چاہتا ہوں' آپ صاحبان فہم و ذکا ہیں۔ سب کو شکایت' مسجد کے پیش نماز علماء کو شکایت' نوجوان مسجد میں نہیں آتا۔ ایک فرقے میں نہیں ہر فرقے میں۔ عیسائیوں کو شکایت' نوجوان چرچ میں نہیں آتا' توجہ چاہ رہا ہوں' یہودیوں کو شکایت کہ ہمارا نوجوان موسیٰؑ کے کمانڈمنٹ پر نہیں چلتا۔ ہندوستان سے میں آیا ہوں پنڈتوں کو شکایت کہ آج کا نوجوان چوٹی نہیں رکھتا' جنو پہننے پہ تیار نہیں' مندر میں پوجا کرنے کو تیار نہیں۔ کیوں یورپین کلچر نے' ویسٹرن سوسائٹی نے اسے ایسا بنا دیا۔ ٹائٹ پینٹ پہن کے' بالوں کی

سیٹنگ کرا کے' چہرے پر پوڈر لگوا کے وہ ڈرتا ہے کہ میک اپ نہ بگڑ جائے۔ یہی تو شکایت ہے اور اسی کے ساتھ غصہ اس پر بھی ہے کہ ادھر مجلس ہوئی مجمع ٹوٹا چلا جا رہا ہے' ادھر علم نکلا نوجوان ماتم کیے چلا جا رہا ہے۔ یہ ایک کوٹھے پہ دو ہوائیں کیسی۔ ایک طرف یہ شکایت کہ ویسٹرن سویلائزیشن نے نوجوان کو مذہب سے ہٹا دیا اور دوسری طرف یہ شکوہ کہ عزادار بنا دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سارے مذاہب صفر رکھتے ہیں۔

پاکستان کا علم نہیں' مجھے کراچی کا علم نہیں لیکن اپنے ہندوستان میں اس بات کا شکوہ زبانوں پر ملتا ہے کہ محرم میں مجمع کیوں ہوتا ہے' ماتم میں نوجوان شریک کیوں ہوتے ہیں' یہ سیاہ لباس کیا ہے' یہ مذہبی تقاریب جو محرم کے سلسلے میں ہوتی ہیں اس میں خلقت ٹوٹ پڑتی ہے اور جو چیزیں اللہ نے واجب قرار دی ہیں جب ان کے اجتماعات ہوتے ہیں تو مجمع نظر نہیں آتا۔ میں اسی کو دلیل بنا رہا ہوں یعنی مذہب کی تبلیغ کا انداز ہر جگہ اتنا کمزور پڑ گیا کہ جو ویسٹرن سوسائٹی کا مقابلہ نہیں کر پاتا لیکن اگر کوئی مذہبی تقریب ایسی ہے جو اس کلچر اور سوسائٹی پر غالب آجاتی ہے تو وہ یہ ہے محرم ہے کہ اس میں نوجوان نہ اپنے بالوں کا خیال رکھتا ہے' نہ اپنے میک اپ کا خیال کرتا ہے' نہ کریس کا خیال کرتا ہے۔ ایک جذبہ ہے کہ ماتم دیکھ کے کود کے ماتم کرنے لگتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حسینؑ میں اتنی کشش ہے کہ جو مغرب کی سویلائزیشن کے دماغ کے اثرات کو دھو دیتی ہے۔ تو اگر اسلام کے سب فرقے تبلیغ اسلام میں عزاداری کا سہارا لیں تو ہر جگہ اسلام ہی اسلام نظر آئے۔ صلوات۔

آپ سمجھے یعنی عزاءِ حسینؑ کو اسلام میں یہ اہمیت حاصل ہے کہ اس عزا کے سہارے ہم پورے اسلام پر مسلمان کو عامل بنا سکتے ہیں لیکن اس سے انکار

اس نے کہا۔ دیکھو ان سے مباہلہ نہ کرو۔ کیوں۔ اس لیے کہ ان کے چہروں سے ایسا نور ساطع ہے۔ اب آپ ایک سال قبل کی مجلسیں یاد کیجئے تاکہ فکر میں تسلسل پیدا ہو جائے۔ ان کے چہرے سے ایسا نور ساطع ہے کہ اگر یہ کہہ دیں تو پہاڑ ہٹ جائے یعنی دلیل صداقت نور قرار دیا گیا تو ان کی نورانیت کو دیکھ کر نصارائے نجران نے مقابلہ نہیں کیا اور کہا اشارہ کردیں تو پہاڑ ہٹ جائے۔ نور کیا ہے' مخلوق۔ پہاڑ کیا ہے' مخلوق۔ پہاڑ مادیت کی علامت ہے' پہاڑ مادیت کا سمبل ہے یعنی پہاڑ ہٹ جائے یعنی ان کی نورانیت کے سامنے مادیت نہیں ٹک سکتی۔ توجہ فرمائیے گا' تو جس دور میں بھی آپ کو مادیت کا مقابلہ کرنا ہو' مادیت کا مقابلہ آپ مادیت سے نہیں کرسکتے۔ اس کے مقابلے میں آپ کو نورانیت لانا ہوگی۔ آج اسلام کی جو تباہی ہے' آج مسلمانوں کی جو بربادی ہے جس کا شکوہ ہر زبان پہ ہے۔ وہی لائیے جو اللہ نے ان کے مقابلے پر بھیجا یعنی پنجتن کا سہارا لیجئے ان کی نورانیت سے فیض اٹھائیے۔ تب مادیت دور ہوگی۔ یہ الٹا چکر کہ ان کے ذکر ہی سے' توجہ چاہ رہا ہوں' ان کے تذکرے ہی سے' ان کی فضیلتوں کے بیان ہی سے' ان سے بے پناہ عقیدت ہی سے' ان کے فضیلت بیان کرکے' سن کر کے خوش ہونے سے اور ان کے غم میں تڑپ تڑپ کے رونے سے' ان کا ماتم کرنے سے' ان کی عزا منانے سے امت میں بے دینی پھیل رہی ہے۔ عجیب و غریب بات ہے جن کو اللہ پیش کرے مادیت کے مقابلے میں اور نصارائے نجران کہیں کہ ان کا نور پہاڑ ہٹا دے گا انہی کے تذکرے کو روک کے روحانیت کی تبلیغ کیسے ممکن ہوگی۔ یہ بات میرے فہم و ذکا سے باہر ہے۔ میری منزل آگے ہے میں یہاں تک آپ کو لے آیا کہ بعض کا انداز فکر یہ ہے اور بعض کی گفتگو کا طریقہ یہ ہے کہ عزاداری نے اور

عزاداری کے رسم و رواج نے اسلام کو بگاڑ دیا یعنی مسلمان جو عزاداری کرتے ہیں کسی فرقے کی بات نہیں ہے' وہاں عزودار غیرعزادار کی بات ہے یعنی عزاداری کرنے والوں اور عزاداری میں حصہ لینے والوں کے پاس دین نہیں رہ گیا ہے' معاذاللہ۔ ان کی اعمال حسنہ کی طرف توجہ نہیں رہی ہے۔ معاذاللہ۔ اسی وجہ سے دین میں اختلاف ہے یعنی جب عزاداری ہوتی ہے' جب مجلس ہوتی ہے' جب حسینؑ کے لیے جلوس عزا نکلتا ہے تو لاکھوں نظر آتے ہیں' توجہ فرمایئے گا' لیکن جب خالص اعمال دین کی بات ہوتی ہے تو اتنا مجمع نظر نہیں آتا۔ جب تک اس عزاداری کو روکا نہیں جائے گا' امت دیندار نہیں بنے گی لہٰذا اس عزاداری کو روکو۔ روکنے کا طریقہ جو بھی ہو تاکہ لوگ دیندار بن جائیں۔ اب آپ مجھ سے چند باتیں سن لیجئے تو میرا یہ سوال ہے اس طرح کی فکر رکھنے والوں سے کہ اگر صرف مسلمانوں ہی میں بے دینی ہے اور عزاداروں ہی میں بے دینی ہے اور یہ شکوہ انہی علماء کو ہے جو ان مسلمانوں سے وابستہ ہیں جو عزادار ہیں تو بات سمجھ میں آئے گی۔ لیکن اگر بے دینی کی شکایت عیسائیوں میں بھی ہے' اگر بے دینی کی شکایت یہودیوں میں بھی ہے' اگر بے دینی کی شکایت پنڈتوں کو بھی ہے اور خود اسلام میں ان فرقوں کے علماء کو بھی ہے جہاں عزاداری بدعت ہونے کی وجہ سے ہوتی ہی نہیں تو صرف عزاداری کو کس طرح سے الزام دیا جا سکتا ہے۔ عزادار مسلمان دین سے ہٹ گیا تو عیسائیوں میں تو عزاداری نہیں ہے چرچ کیوں بک رہے ہیں' یہودیوں میں تو عزاداری نہیں ہے سینیگر۔سکوک میں کیوں سناٹے ہیں' ہندوؤں میں عزاداری نہیں ہے مندروں میں کیوں خاک اڑ رہی ہے۔ یہ ہر مذہب کے رہبران مذہب کو کیوں شکوہ ہے کہ آج کا نوجوان اور آنے والی نسلیں اپنے اپنے دھرم اور اپنے اپنے

سوال یہ ہے کہ ساری امت کے علماء اسلام پہلے وہ زندگی بسر کریں جو رسول اللہؐ کی تھی۔ ناقہ پر بیٹھیں' ایک کرتا پہنیں' تہمند باندھیں' توجہ چاہتا ہوں' زلفیں رکھیں اور جو کی روٹی کھائیں۔ پوری زندگی بنا لیجئے رسول اللہؐ والی اور اس کے بعد جو آپ کہیں گے وہ ہم عمل کرنے کو تیار ہیں مگر اپنی بات میں ہر مباح' مباح اور پنجتن کے سلسلے میں ہر مباح' بدعت۔ واجب کی منزل بعد میں ہے۔ ابھی آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ عزا کو خالی مباح کہہ کے چھوڑ دوں گا۔ عزا تو وہ واجب عمل ہے اسلام کا کہ جس واجب پر ہر واجب کا انحصار ہے لیکن جب دلیل کی منزل پر پہنچوں گا تب کہوں گا۔ ابھی نہیں۔ ابھی مباح کی منزل سے گزر رہا ہوں۔ اب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ سوال یہ ہوتا ہے کہ غم حسینؑ میں جو روتے ہو' یہ جو سر و سینہ پیٹتے ہو' یہ جو ماتم کرتے ہو یہ سب قرآن میں کہاں ہے۔ دکھاؤ قرآن میں یہ اسلام نہیں ہے۔ اچھا تو اگر یہ سوال ہے تو میں بہت سے سوالات آپ سے کروں گا اس لیے کہ آپ پاکستان کے شہری ہیں اور اچھے شہری ہیں۔ قانون کا احترام کرنے والے شہری ہیں' توجہ فرمایئے گا میری بات پر' اور ہر شہری کو قانون کا احترام کرنا بھی چاہیے۔ آپ Constitution of Pakistan کو مانتے ہیں۔ اس کا احترام کرتے ہیں۔ یہاں کے قوانین کا احترام کرتے ہیں۔ اس کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں مگر چودہ اگست کو جو جشن مناتے ہیں یہ آئین میں کہاں لکھا ہوا ہے۔ مجھے نہیں معلوم۔ وکیل آدمی ہوں' اس لیے پوچھ رہا ہوں کم سے کم ہمارے ہندوستان کے آئین میں نہیں لکھا ہے کہ پندرہ اگست اور چھبیس جنوری کو آزادی کا جشن منایا جائے گا۔ انڈیا کے آئین میں نہیں ہے۔ اس کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں۔ شاید یہاں بھی نہ ہو لیکن جب پندرہ اگست آتی ہے ہندوستان

اور جب چھبیس جنوری آتی ہے جسے دیکھو گھر پہ جھنڈا لگائے ہے۔ کس قانون میں لکھا ہے۔ فلیگ ایکٹ کہاں ہے کہ اپنے گھر پہ جھنڈا لگاؤ۔ کہاں لکھا ہے کہ جشن مناؤ۔ اسکول میں جو مٹھائی بٹتی ہے کس آئین میں لکھا ہے' کس ایکٹ میں لکھا ہے۔ مجھے ہندوستان کا پورا قانون معلوم ہے۔ نہ کوئی خوشی کا ایکٹ ہے اور نہ کوئی غم کا ایکٹ ہے بلکہ جو قانون ہے وہ عمل کا قانون ہے مگر پندرہ اگست اور چھبیس جنوری کو وہ آدمی بھی دفتر جاتا ہے جو عام طور پر نہیں جاتا' میں کچھ کہہ رہا ہوں' مجھے آپ کے یہاں کا حال نہیں معلوم۔ ارے آپ تو آٹھ دن سے دفتر نہیں گئے۔ کہا نہیں گئے' کل چھبیس جنوری ہے۔ ارے جب آٹھ دن سے نہیں گئے تو چھبیس جنوری سے کیا فرق ہے۔ کہا آٹھ دن دفتر میں جاکے کام کرنا پڑتا ہے۔ آج جائیں گے' سلامی دیں گے' مٹھائی لیں گے گھر چلے آئیں گے۔ ارے جب آٹھ دن نہیں گئے تو آج کیوں جارہے ہیں۔ کہا آٹھ دن نہیں گئے تنخواہ کٹ جائے گی اور کل نہ گئے تو ملازمت سے برطرف کردیے جائیں گے۔ سبحان اللہ آٹھ دن نہ گئے تو تنخواہ کٹے گی اور چھبیس جنوری کو نہ گئے تو ملازمت سے برطرفی کیوں؟ کہا کہ حکومت کہے گی تم ملک کے غدار ہو۔ چھبیس جنوری کو نہیں آئے' میں کچھ کہہ رہا ہوں' اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سے عمل جانچا جاتا ہے' ایک سے عقیدہ جانچا جاتا ہے۔ توجہ فرمائی آپ نے' تو چھبیس جنوری کو ہر ملازم سرکار ضرور جاتا ہے۔ کیوں اس دن کا نہ جانا وفاداری اور غیر وفاداری کی دلیل ہے۔ اچھا اگر فرض کیجیے میں سرکاری ملازم ہوں حکومت ہندوستان کا اور میں لکھنؤ میں نہیں ہوں۔ دفتر نہیں جاسکتا۔ الہ آباد میں ہوں۔ کہا وہاں تو چلے جائیے جہاں جھنڈا لہرایا جارہا ہو۔ سرٹیفکیٹ لے لیجیے لیکن جانا ضروری ہے۔ ۳۶۵ دن میں باقی کا

کرکے اور اس کو رکوا کے میدان عمل میں ہوتا آسان نہیں۔ وجہ کیا ہے۔
معاف کیجئے گا وجہ یہ ہے کہ **مواعظہ** کا اثر جب ہوتا ہے جب **موعظہ** کرنے
والا خود عامل ہو اور اس کی دلیل میں سیرت پیش کر رہا ہوں۔ مشہور واقعہ ہے
لیکن مقام دلیل میں لا رہا ہوں کہ سرور کائنات ؐ سے برابر ہر فرقے کے علماء
بیان کرتے ہیں کہ سرور کائنات ؐ سے ایک صحابی نے کہا۔ یا رسول اللہ! میرا بیٹا
شہد بہت کھاتا ہے۔ آپ اس کو منع کردیں تو شاید رک جائے۔ تو پیغمبر ؐ نے
فرمایا کہ دو دن کے بعد لانا۔ جب وہ صحابی دو دن کے بعد اپنے بیٹے کو لے گیا تو
پیغمبر ؐ نے کہا۔ بیٹے شہد زیادہ نہ کھایا کرو۔ تو صحابی کو حیرت ہوئی۔ کہا کہ یہ دو جملے
تو آپ پرسوں بھی فرما سکتے تھے۔ تو حضور ؐ نے فرمایا کہ شہد کھانا کوئی حرام و ناجائز
تو نہیں ہے۔ میں خود کھاتا تھا۔ تو میں اس سے کیسے کہتا کہ تم نہ کھاؤ۔ جب میں
نے چھوڑ دیا یا کم کردیا تو میں نے اسے نصیحت کی۔ رحمت اللعالمین ؐ مرکز وحی
مخلوق نور اشرف انبیاء دو دن شہد چھوڑ کے منع کریں تو اس کا کیا مطلب تھا کہ
تعلیم دینے کا طریقہ تھا کہ جس چیز سے روکنا ہے پہلے خود رکو' میں کچھ کہہ رہا
ہوں' خود رکو اور جب تم خود رک جاؤ گے تو **موعظہ** کا اثر ہوگا ورنہ نہ واعظ کا
اثر ہوگا نہ **موعظہ** کا اثر ہوگا۔ اب اس سے زیادہ میں نہیں کہہ سکتا۔ آگے حد
ادب ہے۔ اسلام میں سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ کئی قسم کا اسلام ہے۔
امیر کے لیے اسلام اور ہے غریب کے لیے اسلام اور ہے' صاحب اقتدار کے
لیے اسلام اور ہے غیر صاحب اقتدار کے لیے اسلام اور ہے' منبر پر آنے
والے کے لیے اسلام اور ہے اور منبر کے نیچے بیٹھنے والے کا اسلام اور ہے'
نماز میں آگے کھڑے ہونے والے کا اسلام اور ہے پیچھے نماز پڑھنے والے کا
اسلام اور ہے' روزہ رکھنے والے کا اسلام اور ہے روزہ کھلوانے والے کا

اسلام اور ہے۔ آپ کہیں گے تم نے کتنی قسمیں بتا دیں۔ یہ قسمیں اسی عزاداری کے موضوع میں آئیں گی۔ ہم سے یہ سوال ہوتا ہے کہ یہ عزاداری رسول اللہؐ کے زمانے میں کہاں ہوتی تھی۔ یہ انداز عزا کہاں تھا۔ یہ بدعت ہے لیکن دل پہ اثر نہیں ہوتا کیونکہ جیسے ہی میں آپ سے کہوں گا کہ سرور کائناتؐ کے زمانے میں یہ طریقہ عزا نہیں تھا جو آپ نے اختیار کیا ہے لهذا اس عزاداری کو چھوڑیئے یہ سیرت کے خلاف ہے' بدعت ہے فوراً آپ کی نظر میری ٹوپی پر جائے گی اور یاد آئے گا کیا رسول اللہؐ ایسی ٹوپی پہنتے تھے۔ میں اپنے کو کہہ رہا ہوں' فوراً آپ کی نظر میرے چشمے پر جائے گی اور خیال آئے گا کہ کیا سیرت نبیؐ میں ایسا ہی چشمہ لکھا ہے جیسا رسول اللہؐ استعمال فرماتے تھے' فوراً آپ کی نظر میرے گلے میں پڑے ہوئے شال عزا پہ جائے گی کیا یہ کپڑا اس زمانے میں پہنا جاتا تھا' پھر شیروانی پہ جائے گی نیلی کا ڈ کپڑا اس وقت تھا' پھر جیب پہ جائے گی گھڑی رسول اللہؐ لگاتے تھے' پھر کپڑے پہ جائے گی' سر سے پیر تک جائے گی۔ اور اگر کہیں آپ نے دعوت کر دی اور آپ کے گھر کھانے پر بیٹھ گیا تو آپ کی میرے کھانے کے انداز پہ بھی نظر جائے گی' پراٹھے پہ بھی نظر جائے گی' مرغ پہ بھی نظر جائے گی' انڈے پہ بھی نظر جائے گی' پلاؤ پہ بھی نظر جائے گی' ہر چیز پر نظر جائے گی اور آپ سوچیں گے یہ خود تو کسی بات پر عمل نہیں کرتے' ہم ہی کو منع کرتے ہیں۔ پھر آپ مجھ سے پوچھیں گے حضور یہ ٹوپی رسول اللہؐ پہنتے تھے' یہ عینک لگاتے تھے' یہ گھڑی لگاتے تھے' یوں رومال ڈالتے تھے' یہ نیلی کا ڈ ٹیریلین کا پاجامہ پہنتے تھے۔ میں کہوں گا مگر حرام بھی نہیں ہے' مباح ہے۔ تو آپ جو پلٹ کے پوچھیں گے ہم جو عزاداری میں کرتے ہیں کیا حرام ہے۔ صلوات۔

حساب کتاب ہوگا۔ کیجول کتنی' ارن کتنی' میڈیکل کتنی' ودھ آؤٹ پے کتنی
مگر ایک دن میں یہ کاؤنٹ ہوگا کہ وفا کتنی۔ یہ فرق علماء نہیں سمجھتے کہ ہمارے
اعمال کا حساب ہوگا۔ ہمیں دینا ہوگا۔ وفا کا سوال نہیں ہوگا لیکن محرم وفا کا
سوال ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ایک اور اس سے بڑھ کے مثال دے
رہا ہوں اور وہ مثال یہ ہے کہ جب ملک کی کسی معزز ہستی کا انتقال ہوتا ہے۔
صدر مرگیا' ہندوستان کا وزیر اعظم مرگیا' وزیر اعلیٰ مرگیا۔ کسی قانون میں نہیں
لکھا ہے کہ صدر کے جنازے میں شریک ہو۔ ہندوستان میں کوئی قانون نہیں
کہ وزیر اعظم کے جنازے میں شریک ہو۔ ایک قاعدہ آپ مجھے نہیں دکھا سکتے
کہ وزیر اعلیٰ کے جنازے میں شریک ہو مگر ایسا لوگ شریک ہوتے ہیں۔ بھئی
وزیر اعلیٰ مر گئے۔ جنازے میں جانا ضروری ہے۔ کس قانون سے آئین
ہندوستان میں ہے یا ایکٹ ہے کوئی۔ کہیں دکھا دیجئے۔ کہا کہیں نہیں دکھا سکتے۔
پھر کیوں جا رہے ہیں۔ کہا آپ سمجھتے نہیں ہیں۔ اگر ہم شریک نہ ہوئے تو لوگ
کہیں گے یہ پاکستانی ہے' میں کچھ کہہ گیا' توجہ چاہ رہا ہوں' اس ڈر سے بڑے
سے بڑا عالم دین جاتا ہے۔ عمامے سمیت جاتا ہے' آنکھوں میں آنسو لے کے
جاتا ہے' چہرہ دکھاتا ہے' دیکھ لو ہم آئے ہیں۔ کس قانون سے آپ آئے ہیں۔
کیا یہ قانون ملک نہیں ہے قانون اخلاق ہے۔ تو عزاداری کو بھی نہ پوچھو کہ
کونسا قانون ہے۔ یہ قانون اخلاق ہے کیونکہ ہم کو بزرگوں نے بتایا ہے کہ
جہاں ذکر حسینؑ ہوتا ہے وہاں سرور کائناتؐ خود آتے ہیں۔ اس لیے ہم آتے
ہیں کہ آقاؐ دیکھ لیجئے کہ ہم آپ کے نواسے کے غم میں شریک ہیں۔ بس حضور
وقت تمام ہوگیا۔ انشاء اللہ رفتہ رفتہ ایک ایک چیز کل سے آپ کی خدمت میں
عرض کرتا جاؤں گا۔ یہ عزاداری اظہار وفاداری ہے' یہ عزاء حسینؑ اور یہ

عزاداری اظہار اسلام ہے۔ کہاں ڈھونڈنے جائیں، ہمیں نہیں ملتا، کسی تاریخ میں نہیں ملتا، ہم نے بہت تلاش کیا، ہمیں نہیں ملا کہ رسول اللہؐ نے وعدہ کیا ہو کہ عید کے دن جہاں بھی مسلمان جمع ہوں گے میں آؤں گا۔ ہمیں نہیں ملا کسی روایت میں کہ رسول اللہؐ نے وعدہ کیا ہو کہ جہاں بھی بقرعید کے دن مسلمان جمع ہوں گے میں آؤں گا۔ ہمیں یہ بھی نہیں ملا کہ حج میں میدان عرفات میں ملوں گا۔ ہمیں یہ بھی نہیں ملا کہ سعی میں ملوں گا، صفا و مروہ کے درمیان۔ کہیں یہ بھی نہیں ملا کہ طواف کعبہ کے وقت ملوں گا۔ ملا تو یہ ملا کہ جہاں میرے حسینؑ کا غم ہوگا، جہاں حسینؑ کی مجلس ہوگی وہاں میں بھی آؤں گا، علیؑ نے کہا میں بھی آؤں گا، فاطمہؑ نے کہا میں بھی آؤں گی، حسنؑ نے کہا میں بھی آؤ گا، حسینؑ نے کہا دوستو میں بھی آؤں گا۔ ان مجلسوں میں پنجتن آتے ہیں۔ ہم انہیں اپنا چہرہ دکھانے آتے ہیں۔ آقا محشر میں یاد رکھئے گا۔ ہم آپ کے بچے کا غم مناتے ہیں۔ حضور مشہور اور معروف واقعہ ہے اور اسی پر مجلس کو تمام کروں گا۔ دہلی میں ایک بزرگ عالم تھے۔ نام نہیں بتاؤں گا۔ جنہیں ضرورت ہو وہ بعد میں مجھ سے پوچھ لیں۔ وہ اپنے شاگردوں کو یہ سکھاتے تھے کہ کیا عزاداری کرتے ہو۔ عزاداری میں کیا رکھا ہے اور انہوں نے اتنی تبلیغ کی کہ عاشور کے دن پارٹیشن سے پہلے کی بات ہے، انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ عاشور کے دن میں نے ایک کمرہ اپنے دوست سے مانگا اس راستے پر جدھر سے جلوس عزا گزرتا تھا اور شاگردوں کو لے کے بیٹھا اور جب علم کا جلوس نکلنے لگا تو میں نے مذاق کرنا شروع کیا۔ یہ کونسا اسلام ہے۔ کہاں قرآن میں ہے۔ کہاں حدیث میں ہے۔ یہ ماتم کیا ہے۔ یہ جلوس کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ کچھ چھوٹے بچے ایک علم لے کے نکلے اور

ہمارے استاد نے کہا اب یہ عزاداری کی حالت ہے کہ بچے علم لیے جا رہے ہیں اور اس کے بعد کہتے ہیں ہم نے دیکھا کہ سر سے شملہ اتارا' برہنہ پا دوڑے' گریبان کو چاک کیا اور انہی بچوں کے پیچھے حسینؑ حسینؑ کہتے ہوئے چلنے لگے اور کربلا تک گئے۔ جب جلوس عزا تمام ہوا' تعزیئے دفن کر دیئے گئے تو وہاں پہ بیٹھ کے رونا شروع کیا' گریہ کرنا شروع کیا' اتنا روئے کہ بے ہوش ہوگئے۔ جب ان کو اٹھا کے گھر لائے اور پوچھا کہ کیا بات ہے کیوں آپ نے اتنا گریہ کیا۔ آپ تو ہم کو عزا سے روک رہے تھے۔ آپ تو ہم کو منع کر رہے تھے اور آپ اس طرح روتے ہوئے' ماتم کرتے ہوئے کیوں گئے۔ تو ان بزرگ نے فرمایا کہ میں کیا کروں۔ جو میں نے دیکھا تم نے نہیں دیکھا۔ جیسے ہی میں نے تمسخر کیا' میں نے دیکھا پیچھے پیچھے رسول اللہؐ برہنہ سر برہنہ پا حسینؑ حسینؑ کہتے ہوئے جا رہے ہیں۔ جزاء کم وبکم بس میں نے مجلس کو تمام کیا عزادارو محرم کتنی تیزی سے گزرتا ہے۔ لیجئے چوتھی محرم کی رات آگئی۔ ابھی آپ نے مرثیے میں عونؑ و محمدؑ کا حال سنا۔ ہائے وہ ماں جو اپنے بیٹوں کو بھائی پہ قربان کرنے لائی۔ ایک واقعہ جناب زینبؑ کی محبت کا لکھا ہے کہ جب قید خانہ شام سے چھوٹ کر بی بی زینبؑ نے مجلس حسینؑ منعقد کی اور شہداء کے سر آئے تو شام کی بیبیاں کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ دو بچوں کے سر رکھے ہوئے ہیں جن پر کوئی رونے والا نہیں ہے۔ ہم نے پوچھا کیا ان کی ماں موجود نہیں ہے۔ تو آواز آئی کہ یہ زینبؑ کے لال عونؑ و محمدؑ ہیں۔ بی بی زینبؑ کھڑی ہو گئیں۔ ارے میں علی اکبرؑ کو رو رہی ہوں۔ میں عونؑ و محمدؑ کا ماتم نہیں کروں گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانچویں مجلس

برادران ملت!

حسینیہ سجادیہ کی اس عشرۂ مجالس میں عزاداری اور اسلام کے موضوع پر جو گفتگو آپ کے سامنے جاری ہوئی وہ کل اس منزل تک پہنچی تھی کہ ہمارے لیے خداوند عالم نے سرور کائنات ختمی مرتبت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو حجت قرار دیا ہے' نمونہ قرار دیا ہے اور آج اسلام کے سمجھنے میں جو مختلف انداز ہو گئے' عبادات کے سلسلے میں' احکام کے سلسلے میں' حقوق کے سلسلے میں تو یہ ہمارے درمیان جو مختلف الہیات لوگ موجود ہیں اور مختلف مکاتب فکر ہیں اس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پہنچانے کی ہم تک معاذ اللہ کوئی خامی نہیں بلکہ پریشانی وہاں سے پیدا ہے جہاں سے سرور کائنات' کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور آپ دین کو مکمل کر کے ہمارے

درمیان سے تشریف لے جاتے ہیں۔ وہاں سے جن ذرائع سے ہم تک اسلام
پہنچا ہے ان ذرائع سے اسلام کے پہنچنے میں تبدیلیاں ہو گئیں یا سمجھنے کا فرق
ہو گیا۔ جو بھی ہوا مجھے اس کے اوپر کوئی تقریر آپ کے سامنے نہیں کرنا ہے۔
لیکن یہ حقیقت ہے کہ فرق ہوا۔ فرق نہ ہوتا تو فرقے نہ بنتے لیکن کیا کوئی راستہ
ہمارا سامنے ایسا ہے کہ جس راستے کو ہم اختیار کر کے اس اسلام کو پھر سے سمجھ
سکیں جس اسلام کے لیے سرور کائناتؐ کی سیرت نمونہ تھی۔ تو جب یہ احساس
اسلام کے ۷۳ فرقوں کو ہے کہ یہ فرق پیغمبرؐ سے ہم تک دین پہنچنے میں ہوا ہے
اللہ اور نبیؐ کے درمیان یہ فرق نہیں ہوا تو اس صورت میں ہم کو اس کی تلاش
ہوگی کہ ہم سب ذرائع پر غور کریں۔ کسی ذریعے سے انکار کی ضرورت نہیں ہے
جو معتبر ترین ذریعہ ہو اسے اگر اختیار کر لیں تو کم سے کم ہماری نجات کے لیے
ایک دلیل ہوگی بارگاہ ایزدی میں کہ ہم نے معتبر ترین ذریعہ سے دین حاصل
کیا۔ اس سے زیادہ ہماری تکلیف نہیں ہے اب جو ذرائع ہم تک اسلام کے
پہنچتے ہیں وہ بہت وسیع نہیں ہیں محدود ہیں۔ ان کی تاریخ کے لحاظ سے کچھ
کھنگوہز ہیں جو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اسلام کو پیغمبر اسلامؐ سے
ہم تک پہنچانے والوں میں اصحاب کرام ہیں' صحابہ کرام ہیں' وہ مسلمان جو
رسول اللہؐ کی زندگی میں اسلام لے آئے تھے اور جنہیں شرف صحابیت بھی ہوا
تھا' انہیں میں ازواج کرام کا بھی شمار ہے جنہیں ام المومنین کہا جاتا ہے۔
مومنین کی ماں کا درجہ جنہیں دیا جاتا ہے۔ یعنی وہ ازواج رسولؐ جو پیغمبر اسلامؐ
کے ساتھ گھر میں تھیں اور جنہیں شرف خدمت حاصل ہوا تھا۔ تیسرا ذریعہ ہم
تک دین پہنچنے کا ان لوگوں کا ہے جنہیں اہل بیتؑ کہا جاتا ہے۔ تو یہی تین
ذریعے ہیں۔ اب ان ذریعوں سے آگے بڑھتے چلے جائیں مجھے کوئی بحث نہیں

کرتا ہے۔ آپ کے لیے صرف اتنی بات کہہ کر آگے بڑھ جاتا ہے کہ یہ آپ کا کام کہ آپ یہ تلاش کریں کہ ان ذرائع میں معتبر ترین ذریعہ کون ہے۔ غیر معتبر کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ احتیاط کو ملحوظ نظر رکھئے گا آپ۔ معتبر ترین ذریعہ کون ہے تو میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ میرا تھوڑا بہت جو مطالعہ ہے اور یہ مطالعہ اس دور کا نہیں ہے جس دور میں رسول اللہؐ تھے بلکہ یہ مطالعہ بعد میں تمام اسلام کے مورخین کی کتابوں سے اور اسلام پر لکھنے والوں کے لحاظ سے کہ اہل بیتؑ طیبین و طاہرین کا ذریعہ معتبر ترین ہے اور اس کے اسباب کیا ہیں۔ اس کے اسباب یہ ہیں کہ اہل بیتؑ طیبین و طاہرین کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے اور معتبر انداز سے موجود ہے اور قرآن کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مرضی معبود یہی تھی کہ ہم نے جو کچھ رسولؐ پر نازل کیا ہے اس کے محافظ، اس کے ذمہ دار اور امت تک پہنچانے والے اہل بیتؑ اطہار ہیں۔ ایک دلیل میں نے کل آپ کی خدمت میں پیش کی تھی کہ نصارائے نجران کے سامنے جن لوگوں کو بھیجا گیا وہ اہل بیتؑ تھے۔ اہل بیتؑ کا انتخاب کر کے اللہ نے یہ بتا دیا کہ میرے نزدیک یہی معتبر ترین ذریعہ ہے تم تک نبیؐ سے اسلام پہنچانے کا۔ دوسری بات کیا ہے کہ یہاں جو لفظ آیت نے صرف کیا ہے وہ بہت ہی بلیغ لفظ ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

یعنی میرے رسول کی سیرت اسوۂ حسنہ کے لیے تمہارے لیے نمونہ ہے یعنی جو کچھ تم سیرت رسولؐ میں دیکھو اس پر عمل کرو وہی حسنہ ہے اور اس کے علاوہ کچھ حسنہ نہیں ہے۔ حسنات وہی ہیں جن کا وجود عمل رسولؐ میں موجود ہے جسے سیرت کہا جاتا ہے تو آج سارے مسلمانوں کے سامنے سیرت ہی کو صحت

قرار دیا جاتا ہے۔ کوئی فرقہ عالم اسلام میں یہ جرات نہیں کر سکتا کہ ہم سیرت نہیں مانتے۔ اس سے انکار کی گنجائش کسی کو نہیں ہے سب کہتے ہیں کہ سیرت ہی حجت ہے حضرت رسول خداؐ کی سیرت ہی نمونہ عمل ہے مگر پریشانی یہ ہے کہ نمونہ کہ جو نمونے قرار دیے گئے' توجہ فرمایئے گا' اس میں ساری زحمت ہو گئی یعنی ایک ہے نمونہ اور ایک ہے نمونے کا نمونہ اور یہ پریشانی میں ایک مثال کے ذریعے سے عرض کروں تاکہ ہر شخص اسے سمجھ سکے۔ نمونہ کی ضرورت کب ہوتی۔ نمونہ کسے کہتے ہیں ہماری زبان میں نمونہ اس لیے پیش کیا جاتا ہے کہ وہ معیار بنا رہے مزید مال کے لیے جب آپ کوئی چیز خریدنے جاتے ہیں تو کہتے ہیں نمونے دکھاؤ اور دوکاندار نمونہ دکھاتا ہے۔ نمونے کا مطلب کیا ہوتا ہے کہ جتنا بھی مال خریدا جائے گا وہ اس نمونہ کے مطابق ہو گا اور اگر خدانخواستہ آپ کو نمونہ دکھایا جائے کچھ اور مال سپلائی کیا جائے کچھ۔ تو آپ کو اعتراض ہو جاتا ہے کہ یہ نمونے کے مطابق نہیں ہے۔ نمونہ دکھایا آپ نے کچھ اور مال سپلائی کیا کچھ۔ کیا اس مجمع میں کوئی یہ کہے گا کہ وہ اس مال کو لینے پر راضی ہو گا جو نمونے کے مطابق نہ ہو تو جب آپ نمونے کے مطابق مال نہ ہو تو آپ قبول نہیں کرتے تو آپ اللہ سے یہ کیوں توقع کرتے ہیں کہ اگر ہم اور آپ نمونے کے مطابق نہ ہوئے تو اللہ قبول کر لے گا۔ سوال اسلام کا نہیں ہے' سوال کلمہ پڑھنے کا نہیں ہے' سوال اسلام پر عمل کرنے کا نہیں ہے' سوال نماز پڑھ لینے کا نہیں ہے' سوال روزہ رکھ لینے کا نہیں ہے' نمونہ کے مطابق ہو تب مال قبول ہو گا ورنہ مال قبول نہیں ہو گا۔ تو اب میں نے جو فکر کی کہ اسلام میں کیا ہو گیا اللہ نے اپنے رسولؐ کو نمونہ بنایا ہم کو یہ نمونے کے مطابق بنا کے مسلمانوں نے ۷۳ فیکٹریاں کھول لیں' مال ڈھالنے کی۔ ہم سب مسلمان ہیں ہم

سب اسلام میں ہیں ہم سب کلمہ گو ہیں وہ تو آپس میں اتنا لڑتے ہیں کہ اسلام سمجھنے کی فرصت ہی نہیں ملی لہٰذا اگر ہم فکر سے کام لیں تو ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ فیکٹریوں میں جو مال ڈھل رہا ہے آپس کا جھگڑا ہے وہ یہ کہتے ہیں وہ فرقہ غلط ہے' وہ کہتے ہیں' یہ فرقہ غلط ہے۔ تمہارا عمل غلط ہے' تمہارا عقیدہ غلط ہے' اس بحث سے کیا فائدہ۔ اگر ایک دوسرے کو غلط نہ سمجھے تو اپنے عقیدے پر باقی کیسے رہے۔ اللہ نے کہا میں اس جھنجھٹ میں کہاں پڑوں گا تو میرے رسولؐ کی سیرت نمونہ ہے اور تمہاری زندگی کچا مال ہے۔ ہم نے تم کو دنیا میں پیدا کیا ہے کہ رسولؐ کے مطابق زندگی ڈھالتے آؤ اور محشر میں جب یہ سارا مال سپلائی ہو گا تو ہم وہاں چیکنگ کریں گے جو نمونے کے مطابق ہے اسے کولڈ اسٹوریج میں رکھ دیں گے۔ اسی کا نام تو جنت ہے جنت کونسی جگہ ہے۔ جہاں جوانی بڑھاپے میں نہ بدلے گی۔ اس سے بہتر کولڈ اسٹوریج اور کیا ہو سکتا ہے اور کہا کہ جو نمونے کے مطابق مال نہ آئے گا ہم کیا کریں گے۔ ہم اس کو بھٹی میں جلا دیں گے۔ کولڈ اسٹوریج کا نام ہے جنت۔ بھٹی کا نام ہے جہنم۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ کولڈ اسٹوریج کے مطابق اپنے کو بنائیں یا بھٹی کے مطابق بنائیں کسی پر پابندی نہیں ہے۔

لا اکراہ فی الدین

اب تمہیں اختیار ہے۔ ہم نے اتمام حجت کر دیا۔ اب بڑی مشکل منزل سامنے آ رہی ہے۔ ذہین اور سمجھ دار بیوپاری۔ مجھے پاکستان کا پتہ نہیں۔ یہاں تو سارے بیوپاری مسلمان ہیں' ایماندار ہوں گے۔ میں اپنے ملک کا ذکر کر رہا ہوں جہاں سے آیا ہوں۔ ایسے ایسے ہوشیار بیوپاری ہوتے ہیں کہ انہیں آپ نے نمونہ دیا کہ یہ مال ڈھال لو اور جو انہوں نے ڈائی بنائی وہ بگڑ گئی تو وہ یہ

ہوشیاری کرتے ہیں کہ اپنے بنائے ہوئے مال سے اپنی ڈائی سے ڈھلے ہوئے مال کو کہنے لگے یہی تو نمونہ ہے جو آپ نے دیا تھا۔ اگر نمونہ کے مطابق بنا تو آپ کا نمونہ رکھا سامنے مال پاس کراتے وقت اور اگر نمونہ بگڑ گیا تو اپنے مال کا ایک پیس رکھ دیا کہ یہی تو نمونہ ہے۔ تو لوگ پریشان ہونے لگے اس لیے لوگوں نے یہ ترکیب کی کہ بجائے ایک نمونہ کے دو دو بنوائے۔ میں جو پڑھوں گا اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ آپ جو سمجھیں گے اس کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ صلوات۔

سمجھ دار لوگوں نے دو نمونے بنوائے کہ ایک لیجئے اس کے مطابق مال ڈھالیے اور ایک پر دستخط کر کے دیجئے۔ یہ ہمارے پاس رہے گا۔ مال بنائیں گے آپ اس نمونے سے۔ مال ملائیں گے ہم اس نمونے سے۔ اسی لیے اللہ نے ایک نور کو دو حصوں میں بانٹا۔ کہا مال بناؤ محمدؐ کے نمونے سے' ملائیں گے علیؑ کے نمونے سے۔ صلوات۔

حضور بغیر دلیل کوئی بات عرض نہیں کرتا۔ پوری کتب اسلامی میں کہیں بھی آپ کو یہ نہیں ملے گا کہ صراط کے اوپر پل کے اوپر جو جہنم سے گزر کر جنت کو جاتا ہے۔ اس پر کسی حدیث میں کسی روایت میں کسی فرقے میں نہیں ملے گا کہ وہاں رسول اللہؐ تشریف رکھیں گے۔ جب ملا تو یہی ملا احادیث رسولؐ میں کہ صراط پر علیؑ ہوں گے۔ مجھے حیرت نمونہ بنایا رسولؐ کی ذات کو اور صراط پر کہا کہ علیؑ رہیں گے۔ تو بات سمجھ میں آئی مال ڈھالنے کا نمونہ رسولؐ ہیں اور مال ملانے کا نمونہ علیؑ ہیں۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں میں کیا کہہ رہا ہوں اور کیوں کہ وہ نمونہ فیکٹری کو دے دیا تو ہم مسلمانوں نے نمونے بدل لیے مگر ملانے والا نمونہ اپنے گھر میں بھیجا تو آج تک کوئی بدل نہ پایا۔ صلوات۔

مجھے عزاداری کے سلسلے میں بہت اہم گفتگو کرنا ہے۔ اس لیے میں خلاصہ پیش کر رہا ہوں۔ توجہ فرمایئے گا آپ۔ دلیل کیا ہے کہ رسول اللہؐ کی سیرت طیبہ' مال کی بات نہیں ہو رہی ہے' نمونے کی بات ہو رہی ہے۔ توجہ ہم اپنا آپ کا ذکر نہیں کر رہے ہیں۔ ہم آپ تو کچا مال ہیں۔ نمونے کی بات ہو رہی ہے۔ جب سیرت رسولؐ کو مسلمانوں نے دنیا کے سامنے پیش کیا تو اتنا بدلا' اتنا بدلا کہ رنگیلا رسول لکھا جاسکا اور ہماری ہی کتابوں کے حوالے سے' ہم مسلمانوں ہی کی کتابوں کے حوالے سے رنگیلا رسول لکھا جاسکا جب کہ اسلام کے ہر فرقے کو انتہائی محبت رسولؐ سے محبت کے باوجود ایسا نمونہ پیش کیا کہ رنگیلا لکھا جاسکا اور عداوتوں کے باوجود علیؑ کی سیرت اس طرح سے تاریخ میں آئی کہ آج تک رنگیلا علیؑ نہ لکھا جاسکا۔ صلوات۔

مختصر عرض کر رہا ہوں اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ سیرت رسولؐ کو بدلا گیا۔ سیرت رسولؐ کی صورت اور سیرت بگاڑی گئی۔ ظاہر ہے میں اس عقیدے کا نہیں ہوں کہ رسولؐ کی سیرت مسلمانوں نے بگاڑی جو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجائے وہ نبیؐ کی سیرت پر عمل کرنے کے لیے مسلمان ہوگا یا سیرت بگاڑنے کے لیے۔ میں اسے سازش سمجھتا ہوں۔ سازش ہے کفار و مشرکین کی جنھوں نے کلمہ سیرت نبیؐ کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے نہیں پڑھا کلمہ پڑھ کے سیرت بدلنا چاہی' توجہ کیجئے گا اس لیے کہ تین طاقتیں رسولؐ سے لڑ رہی تھیں۔ تین مذاہب رسولؐ سے ٹکرا رہے تھے جن پر بنیادی اثر پڑ رہا تھا اسلام کے آنے سے۔ ایک یہودیت' دوسرے عیسائیت اور تیسرے کفار قریش کا مذہب۔ ان تین میں فرق یہ تھا کہ یہودیوں کے پاس بھی کتاب تھی اور موسیٰ تھے۔ وہ نہ سہی جو تھے' بدلے ہوئے سہی' مگر نام موسیٰ تو ہے کہ ہم موسیٰ کے ماننے والے

ہیں۔ عیسائیوں کے پاس بھی انجیل تھی۔ وہ نہ سہی جو نازل ہوئی تھی، وہ سہی جس کا ترجمہ خود انہوں نے کیا تھا اور ایک نبی تو تھا مگر کفار قریش کے پاس نہ کتاب تھی اور نہ کوئی نبی تھا، صرف خدا تھے وہ بھی ۳۶۰۔ میں کیا کہہ رہا ہوں، کسی تاریخ سے آپ نہیں ثابت کرسکتے کہ کفار قریش کا کوئی نبی تھا اور کفار قریش کے پاس کوئی کتاب تھی۔ انہوں نے نبی اور کتاب کا جھنجھٹ ہی نہیں رکھا تھا۔ انہوں نے خدا ہی کے نمونے بنا لیے تھے اور سارے نمونے کعبے ہی میں سجا دیئے تھے۔ اب کہاں سے میں تصویر کھینچ کے لاکر آپ کو دکھاؤں کہ کس کس نمونے کے خدا تھے۔ بس جیسے ماننے والے تھے ویسے ہی خدا بنا لیتے تھے۔ تو جو اپنی شکل کا خدا بنالے انہیں اپنی شکل کا نبی بنانے میں کیا دیر لگے گی اور جن کے پاس کتاب تھی اور جن کے پاس نبی تھا ان کے پاس تو کوئی چارہ ہی نہیں تھا اس لیے کہ قرآن نے ان کی کتاب کا بھی ذکر کیا ان کے نبی کا بھی ذکر کیا قرآن نے موسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر کیا قرآن نے توریت کا بھی ذکر کیا۔ قرآن نے عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر کیا قرآن نے انجیل کا بھی ذکر کیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پریشان ہوگئے قرآن نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تم نے توریت کو بدلا تم نے توریت کو بیچ دیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ توریت پتھر کی لوح پر تھی یعنی توریت پتھروں پر لکھی ہوئی تھی۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر جو اللہ کی کتاب ملی تھی وہ کندہ تھی پتھروں پر اسے لوح کہتے تھے۔ وہ پتھر کی پلیٹ جو موسیٰ علیہ السلام کو ملی تھی اللہ کے کلام کی جس کا نام توریت ہے اس کو موسیٰ کے بعد موسیٰ کے ماننے والوں نے بیچا اور دوسری عبارتیں بدل دیں۔ کہیں ردوبدل کیا کہیں ذکر ہی نہیں کیا۔ عیسائیوں نے کیا کیا کہ وہ انجیل جو جناب عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اسے بھلا دیا اور چار تابعین نے بیٹھ کر اپنے حافظے اور

یادداشت کے مطابق اور وقت اور مصلحتوں کے تقاضوں کے مطابق بائبل بنالی۔ یہی ہوا نا! تو اب جو قرآن آخری کتاب آئی تو یہ معجزہ بن کے آئی نہ بک سکے گی اور نہ بدل سکے گی۔ قرآن نے توریت کا حوالہ دیا' قرآن نے انجیل کا حوالہ دیا' تو جو چاہ رہا ہوں' عیسائی چپ' یہودی چپ' کتاب لاتے ہیں تو قرآن سے بہتر نہیں' اپنا نبی لاتے ہیں تو حضورؐ سے بہتر نہیں تو پریشان ہو گئے۔ کیا عیسیٰؑ کو پیش کریں محمدؐ کے سامنے۔ ہزاروں کا فرق ہے۔ اس لیے مباہلے میں اہل بیتؑ کو بھیجا۔ کیوں مباہلے سے آپ سمجھے کیا رسولؐ کے چہرے سے نور نہیں ساطع تھا۔ رسولؐ کی نورانیت کا قائل نہ ہونا اور حسنینؑ کے نور کا قائل ہو جانا فکر کرنے کی بات ہے۔ اتنے دن مسجد میں بیٹھے نورانی نبیؐ سے مرعوب نہ ہوئے۔ دو بچوں کو دیکھا کہا ان سے مباہلہ نہیں کریں گے۔ سوچئے بات صرف یہ تھی کہ مرعوب تو محمدؐ ہی سے تھے مگر ضدی یہ کہہ رہے تھے انکار ہی کرتے رہو یہ مرجائیں گے تو جیسے عیسیٰؑ کا دین بدل لیا ان کا بھی دین بدل دیں گے وہاں بچے جو بیٹھ گئے تو کہا یہ مسلسل ہے۔ صلوات۔

یہ تو تسلسل ہے۔ نصارائے نجران نے دیکھا کہ ان میں کا ہر ایک محمدؐ ہے لہٰذا کہا کہ ان سے مقابلہ نہ کرو تو پالیسی بدل دی۔ کیا اب محمدؐ کو چھوڑ دو یہ نمونے جو ہیں محمدیت کے' ان کی مخالفت کا انتظام کرو۔ عیسائیت کا مشن بدل گیا بجائے مخالفت اسلام ہو مخالفت اہل بیتؑ ہو گیا کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ ایک محمدؐ نہیں ہے ان میں کا تو بڑا بھی محمدؐ ہے درمیان کا بھی محمدؐ ہے آخر بھی محمدؐ ہے۔ ارے سب کے سب محمدؐ ہیں تو مقابلہ کیا تھا۔ پہلے اللہ بناتا تھا ایک نمونہ' مت بدل لیتی تھی۔ جب آخری نبیؐ آیا کہا ایک درجن بناؤں گا۔ صلوات۔

ایک درجن نمونے بناؤں گا اور ایک کے بعد ایک بھیجتا رہوں گا جب

گیارہ نمونے مٹادو گے اور بارھواں رہے گا تو حفاظت میں رکھا جائے گا کہ یہ آخری نمونہ نہ مٹادو اور پھر ایک دن نکالا جائے گا اور اس دن مال ملایا جائے گا کیوں آخری نمونہ محفوظ ہے کہ نہیں۔ محفوظ ہے خدا کے پاس اور صفت یہ ہے کہ اس کے سب قائل ہیں۔ اسلام کے ۷۳ فرقے قائل ہیں کوئی آئے گا۔ کون آئے گا؟ کہا آئے گا امام مہدیؑ آئے گا۔ کون آئے گا۔ تو جب آئے گا تو کیا ہوگا؟ کہا قاف سے تا قاف ایک مذہب ہوگا۔ وہ کون سا مذہب ہوگا؟ یہودیت، عیسائیت، بے دینی۔ کہا جناب اسلام۔ تو وہ امام ہوگا۔ آج تک میں نے کسی کتاب میں "خلیفہ مہدیؑ" نہیں پڑھا، جہاں پڑھا امام مہدیؑ آئیں گے۔ کب آئیں گے؟ کہا جب بے دینی حد کو پہنچ جائے گی تب آئیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی حد کو نہیں پہنچی ہے ورنہ آگئے ہوتے۔ آئیں گے جب بے دینی حد کو پہنچ جائے گی جب وہ آئیں گے تب کیا ہوگا؟ وہ اعلان کریں گے کہ ہم آگئے تو ہم آپ کیا کریں گے۔ کہا دوڑیں گے۔ کہاں دوڑیں گے۔ کہا ان کی مدد کے لیے۔ سب۔ کہا سب نہیں دوڑیں گے جو صاحبان ایمان ہیں وہ دوڑیں گے اور باقی کیا قتل کیے جائیں گے بیعت ہوگی۔ نہیں کہا بیعت تو نہیں ہوگی۔ کیسے ممکن ہے کہ ہم کسی کو ہادی مان لیں بغیر بیعت کے۔ کہا صاحب بیعت کا کیا سوال ہے وہ تو رسول اللہؐ خبر دے گئے۔ میں ہاتھ جوڑ کر پوچھوں گا یا رسول اللہؐ ہزاروں برس کے بعد کی خبر دے گئے۔ صلوات۔

اب آپ ملاحظہ فرمایئے کہا نہیں جب وہ آئیں تو وہ کون ہوں گے۔ امام۔ امام ہوں گے۔ ایک بات دوسری بات پوچھ رہا ہوں ان کی نسل کیا ہوگی۔ کہا سید ہوں گے۔ آل رسولؐ ہوں گے۔ نسل رسولؐ سے ہوں گے۔ تو آخر ہدایت نسل نبیؐ میں ہوگی۔ توجہ فرمائی آپ نے 'تو وہ آئیں گے تو کون سے ہوں گے نمبر

بتا دیجئے رسولؐ کے کون سے جانشین ہوں گے۔ آج تک عالم اسلام مقرر ہی نہ کرسکا کہ ان کا نمبر کیا ہوگا۔ ہدایت و نیابت کا نمبر مقرر نہ کرسکنا دلیل ہے کہ کسی اس سیریز میں نہیں ہوں گے جہاں نمبر مقرر نہیں ہے۔ صرف ایک ہی طبقہ اسلام کا کہتا ہے کہ وہ بارہویں ہوں گے۔ ارے بارہویں کیسے ہوں گے جب اس سے پہلے گیارہ گزرے نہیں ہوں گے۔ تو بارہویں کا لفظ بتاتا ہے کہ پہلے گیارہ اور ہیں تو ان گیارہ کے نام کیا ہیں۔ رسولؐ نے بتائے کہ نہیں بتائے۔ کہا اتنے سوال آپ نے کرلیے یہ سوال نہیں ہے فکر کا مقام ہے اتنا بتا دیجئے کہ جو آخری امام کی سیرت پر چلے گا جنت پائے گا کہ نہیں۔ کہا پائے گا۔ اب ذرا ان سے پوچھ لیجئے کہ آپ کس کی سیرت پر چلتے ہیں ان سے پوچھنا پڑے گا یعنی آخر میں محمدؐ کا آخری نمونہ آجائے گا تو سب کو انہی کی سیرت پر عمل کرنا پڑے گا۔ بس میں نے موضوع کو تمام کیا۔ آخر' آخر امام ہی کی سیرت پر چلنا پڑے گا۔ طے ہے۔ اب آپ علماء اسلام سے دریافت کریں کہ جب وہ آخری نمونہ' آخری امام' آخری ہادی' آخری رہبر آئے گا تو کہاں سے آئے گا۔ کہا خانہ کعبہ سے' اللہ کے گھر سے' بیت اللہ سے۔ تو آخری آئے گا اللہ کے گھر سے۔ تو اب سیریز کا پہلا ڈھونڈیے کہ کہاں سے ملا' نمونے سے نمونے کو ملاتا ہے۔ اللہ کے گھر سے نہیں جب آئے گا تو کراچی والوں کو کیسے خبر ہوگی کہ آگیا۔ بمبئی' کلکتہ میں کیسے خبر ہوگی۔ چین' جاپان' ایران میں کیسے خبر ہوگی۔ کہا وہ آتے ہی اذان دیں گے۔ اذان ٹی وی پر اذان ہوگی' لاؤڈ اسپیکر پر ہوگی۔ میڈیا کیا ہوگا تو تمام فرقے کہتے ہیں جی نہیں وہ امام ہوگا اور اس کی آواز اذان ساری دنیا میں پہنچے گی۔ اذان کس وقت ہوگی ظہر کے وقت رجعت ہوگی عصر کے وقت' مغرب کے وقت' عشاء کے وقت۔ کہا نہیں صبح کے وقت تو مکہ میں نماز

صبح کا وقت ہوگا تو جب چاہ رہا ہوں دنیا میں تو سب جگہ صبح کا وقت تو ہوگا نہیں کہ
میں صبح کا وقت ہوگا تو اذان دیں گے صبح کی ارے مسلمانوں تم نے اذان بھی
ایک نہ رکھی آج مسلمانوں کا یہ حال ہے اذان سنی چلو نماز پڑھیں ہمارے
یہاں کی نہیں ہے یعنی اب اذان بھی اللہ اور رسول اللہؐ کی نہیں ہے۔ اپنے
اپنے یہاں کی ہے تو وہ جب اذان دے گا ویسی جیسے محمدؐ دیتے تھے تو کتنے کہیں
گے کہ ہمارے یہاں کی نہیں ہے۔ صلوات۔

ہوگی بات کہ نہیں کیوں وہ وہی اذان دیں گے جو رسول اللہؐ دیتے تھے
اذان اور اب تو ہر فرقے کی کچھ نہ کچھ ردوبدل کے ساتھ الگ الگ ہے تو
انہوں نے کہا کہ بھئی یہ تو ہماری نہیں ہے تو جس کی ہوگی وہ جائے گا اور جس کی
اذان ہی نہ ہوگی وہ بیٹھا رہے گا تو انتہا میں بھی ہدایت سے محروم رہے گا اس کو
بھی وہی بتائیں کہ یہ کس کی اذان ہے جنہوں نے اذان کو بدلا نہیں ہے، بہت
محتاط لفظوں میں عرض کر رہا ہوں، معنی نہ نکالیے گا۔ میں جو ٹیپ ہو رہی ہے
مجلس اس کا ذمہ دار ہوں آپ جو سمجھ رہے ہیں میں نہیں تو آپ کی سمجھ تو ٹیپ
ہوتی نہیں میرے الفاظ ٹیپ ہوتے ہیں۔ حضور اب مجھے یہ تو بتایئے کہ ایک
امام آتو چکا سعودی عرب میں آیا تھا نہیں امام مہدی جیسے ہی چندرہویں صدی
شروع ہوئی تھی آگیا تھا نا مگر کسی نے منظور نہیں کیا کہ امام مہدیؑ ہے کیوں
جب نبیؐ کی خبریں موجود کہ آئے گا تو آیا کہا جو آیا وہ وہ نہیں تھا۔ اس کا مطلب
یہ آخر میں آنے والے کی نقل بنی تو رسول اللہؐ کی نقل بننے میں کیا حیرت ہے۔
دیکھئے سیرتیں تو بدل گئیں اور مسلمان کو یقین بھی آگیا۔ جو تم نمونہ پیش کر رہے
ہو وہی محمدؐ کا نمونہ ہے۔ ارے امام کا ایک بنا سب نے پہچان لیا امام نہیں ہے
کیسے پہچانا کہ امام نہیں ہے کہا وہ امام نہیں تھا وہ اکیلا بھی نہیں تھا۔ جماعت

بھی اس کے ساتھ میں تھی مگر امام مہدیؑ نہیں تھا۔ ارے کیسے پہچانا کہ امام مہدیؑ نہیں ہے کہا کیسے پہچانا۔ کوئی آثار نہ تھے اس میں امامت کے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ نبوت کے آثار بدلے گئے امامت کے آثار بدلے نہیں لہٰذا ہر ایک نے پہچان لیا کہ یہ امام نہیں ہے بس مسلمانوں ہاتھ جوڑ کے کہہ رہا ہوں کہ صرف ہم پر الزام ہے کہ شیعہ ہی امامت کی صفات بیان کرتے ہیں۔ امام کی کچھ صفات الگ ہیں نہیں اگر نہ ہوتیں تو کیسے پہچانتے کہ امام نہیں ہے۔ کیسے پہچانا تو جب وہ امام تھا ہی نہیں تو بننے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیوں امام مہدی بنا۔ کہا وہ تو سعودی عرب کی حکومت کا تختہ پلٹنے کے لیے امام بنا۔ یہ ہی تو بات تھی تو معلوم ہوا امام اسلامی نہیں تھا سیاسی تھا اب ایک بات آپ کے سامنے مسلمانوں ثابت ہو گئی ہے کہ امام مہدیؑ بن گیا۔ نیت جنت میں لے جانا نہیں تھی نیت حکومت تھی تو جب آج ایسے ہیں نہیں نہیں میں بات کو مکمل کروں گا ان کا حشر کیا ہوا تہ تیغ قتل کیے گئے وہ اور ان کے ساتھ ۱۴۷ ساتھی ارے بھئی وہ امام بنا امام کو قتل کر دیتے ساتھیوں کو کیوں مارا غلطی اس کی تھی کہ اس نے امام کہا یہ تو غلط فہمی کا شکار تھے کہا نہیں جو حشر امام کا ہوگا وہی ماننے والوں کو بھی ہوگا تو اللہ نے بھی کہا کہ میں قیامت میں سب کو سب کے اماموں کے ساتھ بلاؤں گا۔ صلوات۔

سب کو سب کے اماموں کے ساتھ بلاؤں گا تاکہ جو حشر امام کا وہ ماننے والوں کا۔ خطا بتا دیجئے' وقت تمام ہو رہا ہے مصائب کا وقت آ رہا ہے مگر اتنا بتا دیجئے کہ اس کی خطا کیا تھی جو قتل کیا گیا۔ علماء اسلام سے میں اپنے علم کے لیے پوچھ رہا ہوں کیوں لا الہ الا اللہ سے انکار نہیں کیا۔ اپنے کو اللہ کا رسولؐ کہا نہیں' محمدؐ رسول اللہ سے انکار نہیں کیا' اللہ اکبر سے انکار نہیں کیا' دین اسلام

سے انکار نہیں کیا' قرآن سے انکار نہیں کیا' کعبہ سے انکار نہیں کیا' کعبہ میں ہی آیا نماز سے انکار نہیں کیا' نماز پڑھائی' روزے کا منکر نہیں' حج کا منکر نہیں' زکوٰۃ کا منکر نہیں کیوں مارا گیا۔ کہا مارا اس لیے گیا کہ جھوٹا امام بنا۔ بس مجھے اتنا ہی پوچھنا ہے تو یہ فتویٰ شریعت گزشتہ کے لیے رکھا ہے کہ نہیں۔ صلوات۔

وہ قانون جو گزشتہ پر بھی عائد ہو آپ کہیں گے کیا مطلب۔ مطلب وطلب مجھے نہیں معلوم میں سب آپ کی فکر پر چھوڑ رہا ہوں چاہے اس کے آپ ۷۳ معنی نکال لیں جب آیتوں کے ۷۳ معنی ہو گئے' حدیثوں کے ۷۳ معنی ہو گئے' تو ایک مجلس کے تہتر معنی ہو جائیں تو حیرت نہیں ہے مزاج مسلم ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہا نہیں اس نے امت کو دھوکہ دیا۔ امام نہیں تھا اور کہا امام ہوں۔ اگر صفات امامت علماء نہیں جانتے تھے تو پہچانا کیسے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہچانتے تھے کہ امام کیسا ہوتا ہے۔ دیکھئے جو امام پہچانے گا وہ دھوکہ نہ کھائے گا اور جو امامت کو نہ پہچانے گا وہ یزید لعین کو نمونہ مان لے گا۔ بس یزید لعین کے ہاتھوں بیعت ہوئی کہ نہیں۔ کہا بیعت ہوئی۔ آج آپ نے کیسے پہچانا کہ یزید لعین جو اسلام کا ذمہ دار تھا وہ اسلام نہیں تھا۔ حسینؑ ابن علیؑ نے جو پیش کیا وہ اسلام تھا۔ حسینؑ ابن علیؑ اہل بیت ہیں۔

حسینؑ منی وانا من الحسینؑ۔

نصارائے نجران نے نہیں حسینؑ کو دیکھ کر پہچانا سارے مسلمانوں نے حسینؑ کو دیکھ کر پہچانا کہ اسلام کیا ہے حسینؑ اسی لیے اپنے ساتھ اس بیٹے کو بھی لائے تھے جو شبیہہ پیغمبرؐ تھا۔ آج محرم کی پانچویں تاریخ ہے۔ ابھی آپ مصائب شہزادہ علی اکبرؑ کے مرثیے میں سماعت فرما رہے تھے اب وہ دن آ گئے کہ ہمیں زیادہ رونا ہے اس لیے کہ یہ گریہ وعزا اسلام ہے یعنی میں اس نتیجے تک

آپ کے اذہان عالیہ کو لا رہا ہوں کہ رسولؐ کا نمونہ اہل بیتؑ ہیں اور اہل بیت کی سیرت ہی سیرت رسولؐ ہے۔ یہ گریہ و بکا رسول اللہؐ سے ہے۔ رسولؐ بھی حسینؑ پر روئے۔ علیؑ بھی حسینؑ پر روئے۔ فاطمہؑ بھی حسینؑ پر روئیں۔ حسن مجتبیٰؑ بھی حسینؑ پر روئے اور حسینؑ کا بیٹا جو ان بارہ نمونوں میں شامل ہے سید سجادؑ وہ تو اتنا رویا کہ ۴۰ برس تک باپ کو مسلسل روتا رہا۔ یہ گریہ اسلام کے باہر نہیں ہے بقائے اسلام ہے ایک امام کی ۴۰ سالہ تبلیغی زندگی گریہ ہے۔ کس منہ سے لوگ کہتے ہیں کیا روتے رلاتے ہو کچھ کام کی بات پڑھو۔ سید سجاد سے پوچھو چالیس سالہ زندگی وضو کے لیے پانی لیا تو باپ پر رونے لگے' تو جو فرمایئے گا' پانچویں امام جو کربلا میں شریک تھے موجود تھے چھٹے امام' ساتویں امام' آٹھویں امام' نویں امام' دسویں امام' گیارہویں امام سب حسینؑ پر روئے اور بارہواں عرش پر وہ غیبت میں بیٹھا رو رہا ہے۔ آپ یہ سمجھ لیں جو بھی ہم عمل کرتے ہیں وہ امام کے سامنے عمود نور پر آتا ہے جب آپ روتے ہیں امام بھی روتے ہیں تم میرے جد کا غم منا رہے ہو یہ گریہ رسم نہیں ہے یہ رواج نہیں ہے یہ گریہ دین ہے اساس دین ہے اس لیے کہ امامتیں روئی ہیں۔ تو کہا ٹھیک ہے رو لیجئے بلند آواز سے رونے کی کیا ضرورت ہے۔ اتنے زور سے سینے پہ ہاتھ مارنے کی کیا ضرورت ہے کہ آواز نکلے تو آج صرف ایک بات عرض کروں گا باقی انشاء اللہ کل سے سماعت فرمائیں گے۔ آپ کے چھٹے امام' جعفر صادق علیہ السلام جو ہر فرقے کے امام ہیں اس لیے کہ جتنے فرقوں کے امام ہیں انہیں شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ امام جعفر صادقؑ عاشور کے دن کربلا پہنچے کربلا معلیٰ' خدا اس مجمع کو بھی حسینؑ کی قبر کی زیارت سے مشرف فرمائے۔ خدا وہ دن لائے کہ ہم آزادی سے اس سرزمین کربلا کی زیارت کو جائیں۔ ذرا

آپ ملاحظہ فرمائیں آپ کے چھٹے امام گئے۔ بحار الانوار میں ہے جیسے ہی دور
سے اپنے جد کی قبر دیکھی دوڑے۔ لوگ کہتے ہیں یہ نوجوان جو ماتم کرتے ہیں یہ
شوکت اسلامی کے خلاف ہے۔ اچک رہے ہیں ماتم کر رہے ہیں دوڑ رہے ہیں۔
ارے حضور یہ جذبہ غم وہ ہے جس نے امامت کو تیز چلنے پر مجبور کر دیا۔
دوڑے اور جا کے رخسار قبر حسینؑ پر رکھ دیا۔ سنئے کیا کہا معبود پالنے والے تو
رحمت نازل کر ان آوازوں پر جو میرے جد حسینؑ کے غم میں بلند ہوتی ہیں۔
آنسوؤں پہ نہیں کہا گریہ پہ نہیں کہا آوازوں پر۔ میری دلیل یہ ہے کہ امام
آئندہ کے واقعات سے واقف ہے۔ اس نے کہا جو بھی آواز بلند ہوگی غم حسین
میں میں رحمت کی دعا کر رہا ہوں۔ یہ انجمنوں کا ماتم یہ جوانوں کا ماتم یہ سینے
سے پھٹ پھٹ کی جو آواز نکلتی ہے یہ غم حسینؑ میں ہے امام کہتا ہیں رحمت
نازل کر۔ یہ جو مجمع سے رونے کی آواز آتی ہے امام فرماتے ہیں آوازوں پر
رحمت نازل کر۔ ہم جو بلند آواز سے روتے ہیں یہ تبلیغ اسلام ہے تاکہ دنیا دیکھ
لے اسلام جارحیت کا مذہب نہیں ہے۔ اسلام کو تلوار نے نہیں بچایا ہے
اسلام کو شہادت حسینؑ نے بچایا ہے اور حسینؑ نے کس طرح کہ ناناؐ کی تصویر
صورت میں سیرت میں بالکل ناناؐ سے مشابہ جناب علی اکبرؑ ہاں حضور رولیں
آج پانچویں محرم ہوگئی محرم نصف ہوگیا سال بھر تک ہم تڑپتے ہیں محرم آئے
معبود کا شکر جس نے ہمیں اتنی زندگی دی کہ ہم پانچویں محرم کو بیٹھے حسینؑ ابن
علیؑ پر رو رہے ہیں۔ لوگ نہیں سمجھتے یہ رونا کیا ہے۔ حسینؑ ابن علیؑ کی محبت کی
دلیل ہے یہ دوستی کی علامت ہے فرماتے ہیں نہ سنے گا میرا ذکر مگر یہ کہ روئے گا
کیوں اس لیے کہ مجھے رلا رلا کے قتل کیا گیا۔ حسینؑ یونہی نہیں قتل ہوئے رلا
رلا کے کبھی بھتیجوں کے جنازے پر رلائے گئے، کبھی بھانجوں کے جنازوں پر

رلائے گئے اور وہ وقت بھی آیا کہ علی اکبرؑ دست ادب جوڑ کر آئے بس بابا
آپ آمادہ ہو جائیں ہاتھ جوڑ کر آئے بابا مجھے بھی اجازت دے دیجئے کہا علی اکبرؑ
میں کیسے تم کو اجازت دے دوں اس لیے کہ تم کو تمہاری پھوپھی نے پالا ہے۔
آئے خیمے میں پھوپھی کے پاس جناب زینبؑ سے کہا پھوپھی اماں مجھے مرنے کی
اجازت دے دیجئے کہا علی اکبرؑ میں کیسے تمہیں مرنے کی اجازت دے دوں علی
اکبرؑ اس لیے کہ تم مر جاؤں گے تو تمہاری ماں کیسے جئے گی کہا پھوپھی اماں میری
ماں کون ہے کہا ام لیلیٰؑ کہا میں نہ جاؤں گا تو کون جائے گا میرے بابا کی ماں کون
ہیں کہا فاطمہ زہراؑ کہا پھوپھی کہ میری ماں افضل کہ میری دادی۔ کہا دادی ایک
مرتبہ جناب زینبؑ نے کہا علی اکبرؑ تم نے ایسی دلیل دی کہ میں روک نہیں
سکتی۔ اچھا سدھارو جناب علی اکبرؑ کی رخصت عالم مقاتل میں لکھا ہے کہ جب
علی اکبرؑ نکل رہے تھے تو خیمے میں کہرام برپا تھا۔ حمید لکھتا ہے کہ خیمے کا پردہ بار
بار اٹھتا تھا گر جاتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا بھرے گھر سے جنازہ نکل رہا ہے۔ چلے علی
اکبرؑ اللہ اللہ میر خورشید علی نفیس نے عجب بیعت کہی کہ۔

مخصوص یہ شرف ہے فقط آج کے لیے
دن کو رسول جاتے ہیں معراج کے لیے

آئے در خیمہ پہ حسینؑ نے گلے سے لگایا۔ رکابیں تھامیں بازو پکڑا۔ جوان
بیٹے کو گھوڑے پہ بٹھایا۔ کہا علی اکبرؑ خدا حافظ۔ علی اکبرؑ جب تک میرا تمہارا
سامنا رہے گا مڑ مڑ کے دیکھتے جانا علی اکبرؑ قتل گاہ کی طرف بڑھ رہے ہیں حسینؑ
نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے معبود اب میں اس کو تیری راہ میں بھیج
رہا ہوں جو صورت میں سیرت میں تیرے رسولؐ سے مشابہ ہے اے معبود جب
میں نانا کو دیکھنا چاہتا تھا اپنے بیٹے کو دیکھ لیتا تھا لیکن اب تیری راہ میں بیٹا نثار

ہے ایک مرتبہ علی اکبرؑ نے مڑ کے دیکھا آگے بڑھے مڑ کے دیکھا گھوڑا روک لیا
کہا بابا آپ کیوں چلے آرہے ہیں۔ دیکھا حسینؑ ہاتھوں کو جوڑے ہوئے آہستہ
آہستہ بڑھ رہے ہیں جواب سنیں گے جب یاد کریں گے آپ روئیں گے کہا بابا
آپ کیوں آرہے ہیں۔ کہا علی اکبرؑ میں نہیں آرہا ہوں کلیجہ کھینچے لا رہا ہے کہا بابا
آپ کو میرے حق کی قسم ہے بابا پلٹ جائیے حسینؑ در خیمہ پر آگئے۔ علی اکبرؑ
میدان کربلا میں گئے۔ ام لیلیٰؑ نے حسینؑ کے چہرے پر نظریں جمائیں کہ اگر بیٹے
پر کوئی مصیبت آئے گی باپ کے چہرے سے پتہ چلے گا۔ لکھا ہے ایک مرتبہ
حسینؑ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا۔ ام لیلیٰؑ نے آواز دی آقا میرے کڑیل جوان
کی خیریت۔ کہا ام لیلیٰؑ ایک نامی پہلوان علی اکبرؑ کے مقابلے پر آیا ہے۔ ام لیلیٰ
میرا بچہ تین دن کا بھوکا پیاسا ہے۔ ام لیلیٰ ماں کی دعا بیٹے کے حق میں مستجاب
ہے۔ ام لیلیٰؑ جا کے دعا کر۔ میں پوچھوں گا آقا آقا ام لیلیٰ کو حکم دیا ام لیلیٰ خیمہ
گاہ میں آئیں صحن خیمہ گاہ میں کھڑی ہوئیں آواز دی بیبیوں آؤ میں لعل کے
لیے دعا کرتی ہوں آمین کہو دعا کی اے اسماعیل کو ہاجرہ پر پلٹانے والے میرے
لعل کو پلٹا دے۔ علی اکبرؑ نے فتح پائی۔ دعا تمام نہیں ہوئی تھی علی اکبرؑ در خیمہ پر
آگئے دیکھا ضعیف باپ کھڑا ہوا ہے کہا بابا گرمی آہنگ ستا رہی ہے بابا پیاس
مارے ڈالتی ہے کہا علی اکبرؑ اپنی زبان میرے دہن میں دے دو۔ سنئے آپ بہت
روئیں گے رونا ثواب ہے رونا موجب جنت ہے۔ علی اکبرؑ نے زبان دی جب
شبیہہ پیغمبرؐ نے اپنی زبان دہن حسینؑ میں دی ہوگی حسینؑ کو یاد آیا ہوگا کہ ایک
دن ناناؐ نے زبان چوسائی تھی جب حسینؑ پیدا ہوئے تھے تین دن تک ماں کا
دودھ نہیں پیا تھا نانا رسول اللہؐ آئے تھے زبان چوسائی تھی تو دودھ کی نہریں
جاری ہوئیں تھیں آج شبیہہ رسولؐ کی زبان میں آئی کھینچ لی بابا آپ مجھ سے

زیادہ پیاسے ہیں جاؤ جاؤ تمہارے بابا تمہیں کوثر پر سیراب کریں گے علی اکبرؑ چلے بس حضور مجلس تمام ہے علی اکبرؑ چلے مجھے مقاتل میں نہیں ملتا تاریخوں میں نہیں ملتا لیکن میرا دل کہتا ہے شاید حسینؑ نے کہا ہو ام لیلیٰ اب دعا نہ کرنا کیونکہ نہ ام لیلیٰ نے دعا کی نہ علی اکبرؑ پلٹے آواز آئی بابا میرا آخری سلام حسینؑ چلے حمید کہتا ہے بڑھتے تھے گر پڑتے تھے فرماتے تھے یا علیؑ یا علیؑ اے آقا کسے پکار رہے ہو پہنچے خدا کسی باپ کو بیٹے کا یہ عالم نہ دکھائے دیکھا جوان بیٹا زمین گرم پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے سر اٹھایا بس حضور شہادت پر تمام کروں گا خیمے میں آنے کا حال پڑھنے کا دم نہیں ہے آپ اتنا سن لیجئے سر اٹھا کر زانوں پر رکھا چہرے سے خون صاف کیا آواز دی علی اکبرؑ آنکھیں کھولو بیٹا باپ آیا ہے علی اکبرؑ نے آنکھیں کھول کے باپ کو دیکھا کہا میرے لعل سینے پر سے ہاتھ ہٹاؤ۔ باپ سینے سے لگا لے دیکھا علی اکبرؑ کا ہاتھ سخت ہو گیا حسینؑ نے ہاتھ ہٹایا کیا دیکھا برچھی کا پھل کلیجے میں دو زانوں بیٹھے بسم اللہ و باللہ و الا ملت رسولؐ۔ سنئے سنئے لکھا ہے کہ انبیاء کو بھیجا تھا جاؤ جا کے حسینؑ کی سعادت دیکھو انبیاء نے منہ موڑ لیا ہم سے نہیں دیکھا جاتا ارے ضعیف باپ کڑیل جوان بیٹا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھٹی مجلس

برادران ملت!

حسینیہ سجادیہ کے اس عشرۂ محرم میں اس آیت کے ذیل میں جس میں ارشاد رب العزت ہے کہ میرے رسولؐ کی سیرت تمہارے لیے نمونہ عمل ہے۔ اسلام اور عزاداری کے عنوان پر گفتگو آپ کی خدمت میں چل رہی ہے۔ جو کل اس منزل تک پہنچی تھی کہ ہمارے سارے اختلافات آپسی اختلافات' فروعی اختلافات' اصولی اختلافات تمام ہوسکتے ہیں کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے۔ مشکل مرحلہ نہیں ہے میں تو یہ عرض کرتا ہوں کہ اسلام میں اتحاد ناممکن نہیں ہے اختلاف ناممکن ہے۔ جو چیز ناممکن تھی جب اسے ممکن بنادیا تو جو چیز ناممکن نہیں ہے اس کا ممکن بنانا کونسا امر مشکل ہے بشرطیکہ ہماری نیت یہ ہو کہ ہم نے جو کلمہ پڑھا ہے ہم نے جو اللہ کا دین قبول کیا ہے اور ہم جو کلمہ

پڑھ کے مسلمان ہوئے ہیں وہ اس دنیا کے لیے نہیں بلکہ یہ ہمارے فیصلہ کا ایک سلسلہ ہے کہ ہم مرنے کے بعد کہاں جانا چاہتے ہیں یعنی اگر آخرت ہمارے پیش نظر رہے ہر فقرے سے پہلے' ہر عمل سے پہلے' ہر بات پر سوچنے سے پہلے' اپنی نجات کی فکر رہے تو اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا اس لیے ہم تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہوتا ہے کہ اپنے اختلافات سے ماورا ہو کر ہم اپنی ذات کے لیے سوچیں کہ ہم جو عقیدہ رکھ رہے ہیں وہ باعث نجات ہے کہ نہیں ہم جو بھی عمل کر رہے ہیں وہ ہماری نجات میں معین و مددگار ہے یا نہیں اس کے لیے زحمت جب ہوتی جب اسلام کو علماء اسلام پر یا فرقوں کے رہبروں پر چھوڑ دیا گیا ہوتا اللہ نے کہا نہیں ہرگز نہیں تمہارے لیے میرے رسولؐ کی سیرت نمونہ عمل ہے تو اللہ ایک ہے اور ختمی مرتبت جن کی شریعت پر چلنا ہے وہ بھی ایک ہی ہیں۔ تو اللہ ایک' کعبہ ایک' رسولؐ ایک' کتاب ایک اور ہم ایک نہیں تو یہ ایک عجیب و غریب منطق ہے جو میرے فہم سے باہر ہے کہ جب اللہ بھی ایک ہی ہے' رسولؐ بھی ایک ہی ہے' کتاب بھی ایک ہی ہے اور کعبہ بھی ایک ہی ہے' قبلہ بھی ایک ہی ہے تو پھر ہم ایک کیوں نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے زیادہ' رسول اللہؐ سے زیادہ' قبلہ سے زیادہ' کتاب سے زیادہ ہمیں کسی اور بات پر بھروسہ ہے جو ایک نہیں ہے کیوں جب خدا ایک ہے تو اس کا دین بھی ایک ہی ہو گا حکم بھی ایک ہو گا نماز بھی ایک ہی ہو گی روزہ بھی ایک ہی ہو گا حج بھی ایک ہی ہو گا۔ جب کتاب ایک ہے تو اس کتاب کے معنی بھی ایک ہوں گے اور جب رسولؐ ایک ہے تو اس کی سیرت بھی ایک ہی ہو گی اور جب قبلہ ایک ہے اور ایک ہی قبلہ کی طرف سب کی پیشانیاں جھک رہی ہیں تو ہمارے درمیان اختلاف کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا لیکن بہرحال اس

حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اختلاف موجود ہے اب جو یہ اختلاف ہمارے درمیان موجود ہے یہ اختلاف خدا کا نہیں ہے رسولؐ کا نہیں ہے کتاب کا نہیں ہے قبلہ کا نہیں ہے یہ اختلاف صرف اس بات کا ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد جن لوگوں نے ہمیں بتایا ہے کہ خدا کیا ہے کتاب کے معنی کیا ہیں قبلہ کی اہمیت کیا ہے رسول اللہؐ کی سیرت کیا ہے اس بیان میں اختلاف ہو گیا تو اب بیان کے حل کے لیے میں نے آپ کی خدمت میں کل یہاں پر گفتگو کو روکا تھا وقت کی کمی کی وجہ سے اس سلسلے کو آپ کے اذہان عالیہ سے مسلسل کرنا چاہتا ہوں۔ وہ سلسلہ یہ تھا کہ ہم کو قرآن کے معنی، ہم کو سیرت رسولؐ کیسے رسولؐ نے قرآن پر عمل فرمایا کیسے ہدایت فرمائی اس کے معلوم کرنے کے لیے سورس کی ضرورت ہے اب اس سورس، میں توجہ چاہ رہا ہوں، میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ سب سے بڑا سورس اصحاب کرام ہیں اس لیے کہ کثیر تعداد میں اصحاب تھے جنھوں نے رسولؐ کی ۲۳ سالہ زندگی کا مطالعہ کیا تھا۔ ازواج کرام جنھوں نے گھر کے اندر بھی رسولؐ کی عائلی اور گھریلو زندگی کو دیکھا تھا اور تیسرا ذریعہ اہل بیت اطہارؑ یعنی وہ اہل بیت جو رسول اللہؐ کی اولاد میں تھے جو رسولؐ کا بھائی تھا، بیٹی، بچے اور وہ سلسلہ آگے بڑھا تو میں نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ بغیر اس بحث میں پڑے ہوئے کہ کون کس پر افضل ہے اور کون کس پر فضیلت رکھتا ہے اور کون صحیح کہتا ہے اور کون غلط کہتا ہے یہ انداز تو بات سمجھنے سے قریب نہیں کرتا بلکہ دور کر دیتا ہے ہم کو اپنے مفاد کے لیے ذاتی مفاد کے لیے حصول نجات کے لیے صرف اتنا سوچنا چاہئے کہ معتبر ترین ذریعہ کون ہو سکتا ہے جس پر ہم کامل بھروسہ کریں اور دوسری بات آج اہم آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ وہ ذریعہ کون

ہو سکتا ہے جو ہمارے لیے حجت بن جائے جس کی بنیاد پر ہم خدا کے سامنے اگر
غلطی ہو گئی ہے تو مغفرت پا سکیں اس اصول کے تحت اگر سارے مسلمان
اختلافات سے ماورئی ہو کے اپنی ذاتی نجات کی فکر کریں گے تو مسئلہ حل ہو گا
میں پھر ایک مرتبہ عرض کر دوں تاکہ میرے نوجوانوں کے ذہن میں بھی یہ بات
رہ جائے کہ آج جو ہم اسلام سمجھ نہیں پاتے ہیں وہ اس لیے نہیں سمجھ پاتے کہ
ہم اسلام کو اجتماعی حیثیت سے دیکھتے ہیں اور جب اجتماعی حیثیت سے دیکھتے ہیں
تو ہمارے ذہنوں میں فرقوں کے نقوش ابھرتے ہیں پھر سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے
ہیں کہ ہم کس فرقے میں پیدا ہوئے اس سے فرقہ واریت ایسا جکڑ لیتی ہے جیسے
کسی دریا یا جھیل میں سوار جکڑ لے تو جسے سوار جکڑ لے گی تو وہ تیر کیا سکے گا
جس کے ذہن کو فرقہ واریت کا کینسر پکڑ لے گا اس میں پرواز کی گنجائش ہی کہاں
باقی رہے گی لہٰذا فرقوں سے ماورئی ہو کے اپنے لیے سوچئے کہ ہم کو جنت جانا
ہے اور ہم کو جہنم سے بچنا ہے یہ یاد رکھئے گا جنت وہی جا سکے گا جو قرآن مجید کی
ایک ایک آیت سے متفق ہو گا جنت وہی جا سکے گا جو سیرت رسولؐ پر عمل پیرا
ہو گا دو ہی چیزیں ہیں اسلام کی بیسک سورس قرآن' قرآن اور سیرت' قرآن
اور سنت یعنی وہی اسلام ہے جو قرآن میں ہے اور وہی اسلام ہے جو سیرت میں
ہے جو قرآن میں نہیں ہے وہ اسلام نہیں ہے جو سیرت میں نہیں ہے وہ اسلام
نہیں ہے۔ اب قرآن میں کیا ہے سیرت میں کیا ہے یہ کون بتائے میں آیا میں
نے کہا قرآن میں اس آیت کے یہ معنی ہیں فلاں کتاب میں رسولؐ کی یہ سیرت
لکھی ہے آپ نے اس پر یقین کر لیا تو یہ یقین بالقرآن نہیں ہے یہ یقین
بالسیرت نہیں ہے یہ میری گفتگو پر یقین ہے اگر میں دیانتدار ہوں تو آپ کی
نجات ہے اور اگر میں نے بددیانتی کی ہے تو میں بھی جہنم گیا میرے ساتھ آپ

بھی گئے۔ صلوات۔

یعنی گفتگو ذریعہ پر ہوگی۔ گفتگو سورس پر ہوگی کہ ہم کس سے پوچھیں کہ معنی قرآن کیا ہیں ہم کس سے دریافت کریں کہ سیرت رسولؐ کیا ہے اس میں کسی پر قدغن نہیں ہے کسی پر پابندی نہیں ہے کسی کے دل و دماغ پر کسی کا اجارہ نہیں ہے ہر انسان آزاد ہے ہر مسلمان آزاد ہے کہ وہ خود اپنی جگہ بیٹھ کے فکر کرے کہ ہم کس سے پوچھیں کہ جس اسلام کو خدا نے بھیجا وہ اسلام کیا ہے اور جس سیرت کو اللہ نے نمونہ حیات مسلم قرار دیا وہ سیرت کیا تھی۔ اب ان ذرائع میں‘ میں نے آپ کے سامنے یہ عرض کیا کہ معیار یہ ہوگا کہ معتبر ترین۔ معتبر ترین کے کیا معنی ہیں۔ میں نے لفظ معتبر نہیں کہا معتبر ترین۔ اگر خالی معتبر کہتا تو آپ کہتے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل بیتؑ کے علاوہ جو بھی شخصیتیں ہیں وہ غیر معتبر نہیں۔ میں نے کہا معتبر ترین۔ معتبر ترین کا مطلب یہ ہے کہ سب سے زیادہ معتبر اب اعتبار کا معیار کیا ہوگا اگر ہم اعتبار کا معیار خود قرار دیں گے تو جسے ماننا چاہیں گے اسے معتبر ثابت کریں گے اور جسے نہ ماننا چاہیں گے اسے غیر معتبر ثابت کریں گے تو ہم فرقوں میں بٹ جانے کے بعد جن شخصیتوں سے ہم کو پیدائشی لگاؤ ہے ان کو معتبر ثابت کرنے لگیں گے اور دوسروں کو غیر معتبر ثابت کرنے لگیں گے یہی تو وجہ اختلاف ہے تو آیئے علماء سے ہٹ کر مسلمانوں سے ہٹ کر اللہ سے پوچھیں میرے معبود کیا تیرا یہ فرض نہیں تھا کہ جب تو نے آخری نبیؐ بھیجا اور علم اپنی جگہ پر مستحکم علم تیرے لیے عین ذات لیکن ہم بچوں کو سمجھانے کے لیے کہہ رہے ہیں کہ تیرا تجربہ بھی ہوچکا کہ جو نوحؑ شریعت لائے نوحؑ والوں نے بدل دی‘ جو ابراہیمؑ شریعت لائے ابراہیمؑ والوں نے بدل دی‘ جو موسیٰؑ لائے وہ پیغام بدل گیا‘ جو عیسیٰؑ پیغام لائے

وہ بدل گیا تو بیٹھا رہا مطمئن کہ فکر کی کیا بات ہے ایک کے بعد ایک نبی جائے گا لیکن جب تو نے کہہ دیا یہ آخری ہے تو آخری کے بعد بدل جائے تو سمجھائے گا کون لہٰذا کیا یہ ممکن نہیں تیری ذات کے لیے نبوت کو تمام کرنے کے لیے ایک معتبر ترین ذریعہ امت کو دے دے تاکہ امت ادھر رجوع کر سکے۔ صلوات۔

اب یہاں پر آپ کو ایک منٹ کے لیے روکوں گا کہ آپ اس گفتگو کو اس روشنی میں نہ سنئے گا کہ ہم کس کو مانتے ہیں پھر بات کبھی سمجھ میں نہیں آسکتی ہم کس کو مانتے ہیں ہم کس کے ماننے والے ہیں ہم کو کس کو معتبر ماں باپ نے بتایا بزرگوں نے بتایا یا اجتماعات اسلامی نے بتایا یہ میری بحث نہیں ہے میں مناظرہ نہیں کر رہا ہوں میں کسی کی فکر کا جواب نہیں دے رہا ہوں میں تو ایک راستہ تلاش کر رہا ہوں کہ جب امت میں اختلاف ہو گیا کوئی کہتا ہے ان سے پوچھو کوئی کہتا ہے ان سے پوچھو کوئی کہتا ہے وہ یہ کہتے ہیں کوئی کہتا ہے وہ یہ کہتے ہیں تو آج کا نوجوان کیا کرے۔ توجہ فرمائیے گا' تو اللہ سے پوچھئے کس کی بات سنیں کون معتبر ترین ہے اس میں تو کسی کو مداخلت کا حق نہیں تو کیا اللہ کا یہ فرض نہیں تھا کہ ایک معتبر ذریعہ ایک سلسلہ ایک سورس جب تک وہ چاہتا تھا کہ اسلام رہے اس وقت تک کے لیے ایک ذریعہ بھی معین کرتا ایک سورس بھی معین کرتا میں نے اپنا دین اپنے نبی آخر کے ذریعے مکمل کر دیا اب اس مکمل کو ناقص نہ ہونے دینا اس کی ضمانت کے لیے کوئی ذریعہ ہو گا کہ نہیں ہو گا۔ اب سوال یہ ہے کہ معتبر ترین کون ذریعہ ہو گا۔ یا تو خدا قرآن مجید میں نام گنا دیتا نبی کے بعد یہ ان کے بعد وہ ان کے بعد وہ نام گنا دیتا قرآن میں کہ میرے نبیؐ کی سیرت تمہارے لیے نمونہ عمل ہے اب سیرت النبیؐ کیا ہے۔ نبیؐ کی سیرت کیا ہے۔ ان سے پوچھنا' وہ مر جائیں تو ان سے پوچھنا' وہ مر جائیں تو

ان سے پوچھنا نام لے دینے چاہیے تھے قرآن میں تو آج امت میں تفرقہ نہ ہوتا مگر اگر خدا نام لے دیتا تو کام سے زیادہ نام کا جھگڑا ہوتا۔ توجہ فرمایئے میری بات پر' اب کل کی مجلس کی طرف اپنے اذہان عالیہ کو لے جایئے سعودی عرب میں پندرہویں صدی شروع ہونے میں جو آیا اس نے اپنے کو کیا کہا میں امام مہدی ہوں کیوں کہا امام مہدیؑ ہوں کیونکہ ایک نام نبی نے لے لیا۔ کیونکہ آخر کا نام لے لیا تو سب ہی مہدی بننے لگے اگر پہلے بھی نام لے دیتے علیؑ تو سبھی علیؑ ہو جاتے۔ صلوات۔

اس لیے اللہ نے میرے خیال سے اللہ نے کہا کہ آخری نبی کے بعد سورس آف اسلام کیا ہوگا اسلام سمجھنے کا میڈیا کیا ہوگا ان کے نام نہیں لوں گا ان کی صفتیں بتادوں گا۔ نام اور صفت میں یہ فرق ہے کہ اگر آپ یہ کہیں کہ اس وقت سربراہ ملت اسلامیہ طاہر جرولی ہیں تو نجانے کتنے طاہر جرولی پیدا ہو جائیں گے لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ ملت اسلامیہ کا سربراہ وہ ہوگا جس نے کبھی بے ایمانی کی نہ ہو جس نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہ ہو جس کی نماز کبھی قضا ہوئی ہی نہ ہو جس کا روزہ کبھی ترک ہی نہیں ہوا ہو تو طاہر جرولی کے دل میں تمنا باقی نہیں رہے گی کیوں اپنی کمزوری اپنے سامنے رہے گی اگر میں اپنے کو سربراہ کہوں تو صفتیں کہاں سے لاؤں اس لیے اللہ نے کہا میں صفت دہراتا ہوں۔ صلوات۔

صفتوں کا ذکر میں بعد میں کروں گا پہلے میں برادران اسلامی سے خواہ ان کا تعلق کسی بھی مکتبہ فکر سے ہو یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کسی سے یہ جاننا چاہیں کہ سیرت رسولؐ کیا تھی آج کے دور میں' میں آئمہ کا ذکر نہیں کر رہا ہوں میں خلفاء اسلام کا ذکر نہیں کر رہا ہوں میں علماء کا ذکر نہیں کر رہا ہوں میں آپس

داری کی بات کر رہا ہوں آپ گھر میں بیٹھے ہیں اور آپ نے کہا بھئی پتا کرو کہ رسول اللہؐ اس منزل میں کیا کر گئے تو آپ کے ذہن میں کیا آتا ہے کامن بات بھئی چلیے پوچھیں پوچھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے ورنہ کیوں پوچھیں تو پوچھنے کا تصور ہی جب پیدا ہوتا ہے جب ناواقفیت ہوتی ہے علم کی کمی ہوتی ہے توکس سے پوچھیں کہا ان سے پوچھیں تو پہلا تصور کیا آتا ہے پہلا تصور علم کا آتا ہے ایسے سے پوچھو جو علم رکھتا ہو تو پہلی شرط ہے واقفیت حاصل کرنے کی علم۔ کیونکہ اگر ہمارے پاس علم ہوتا تو پوچھتے کیوں تو اگر ہم ناواقف ہیں تو بھی ناواقف ناواقف سے نہیں پوچھتا میں نے کہا آپ سے کسی نے کہا کہ اس میں کیا بات ہے چل کے طاہر جرولی سے پوچھ لیجئے تو آپ نے کہا ان سے کیا پوچھیں جیسے ہم ویسے وہ۔ صلوات۔

ان کا علم ہم سے زیادہ تھوڑی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ علم ہی کی تلاش نہیں ہے اپنے سے زیادہ علم رکھتا ہو ایک چیز۔ دوسری چیز کہا کہ طاہر جرولی صاحب سے پوچھئے تو کہا کہ بھئی علم تو رکھتے ہیں مگر ان میں ایک بڑی کمزوری ہے وہ کیا جھوٹ بہت بولتے ہیں۔ تو اب علم بیکار ہو گیا کیونکہ علم پہ اعتبار نہیں ہوتا جب تک کہ صداقت مقال نہ ہو' توجہ چاہ رہا ہوں' اب دوسری شرط آپ کے ذہن میں آئی کہ عالم ہی سے نہ پوچھو سچے عالم سے پوچھو۔ جو صحیح بات بتائے۔ کہا کیوں جھوٹ بولتے ہیں کہا بڑے مصلحت بین ہیں۔ تو مصلحت بینی کوئی عیب ہے۔ کہا عیب تو نہیں ہے مگر دین میں اتنا بڑا عیب ہے کہ دین بدل جاتا ہے۔ توجہ فرمایئے گا۔ اچھا سچ بولنا ہے۔ دوسری چیز کہا بھئی سچے بھی ہیں اور علم بھی رکھتے ہیں مگر جرات نہیں ہے۔ کیونکہ پوچھنے والے جب چل رہے ہیں۔ آپ کو کرائسس آئی ہوگی گھر میں بھی۔ آپ کے دو بیٹے ہیں دونوں بیٹوں میں بحث

ہو گئی کسی بات پر۔ آج کون سی تاریخ ہے محرم کی چھ ہے کہ سات ہے انہوں
نے کہا کہ ڈیڈی سے پوچھیں ابا سے پوچھیں اب دونوں بچوں نے کہا بابا بتایئے
آج کون سی تاریخ ہے اب بابا سمجھ گئے کہ دونوں میں تاریخ پہ جھگڑا ہے اب
فکر یہ پیدا ہوئی بابا کو کہ کیا پتا کونسا بیٹا کونسی تاریخ کہہ رہا ہے۔ کرائسس آتی
ہے سائیکالوجیکل ہے تو بیٹوں کے معاملے میں تو آپ نے کہہ دیا کہ آج چھٹی
محرم ہے اس نے کہا دیکھا ہم نہ کہتے تھے چھٹی ہے اب جب اس نے طنز کیا تو جو
بیٹا شرمندہ ہوا اس کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ پھر کہا چھٹی بھی ہو سکتی ہے اور
ساتویں بھی اگر ۲۹ کا چاند ہے تو یہ اور تیس کا ہے تو وہ کیوں کہ محبت غالب
آگئی۔ اب اس کو دوسرے طریقے سے عرض کرتا ہوں کہ مجھ سے ایک لکھ پتی
اور کروڑ پتی کراچی کا اور اس کے ساتھ ایک غریب آیا پوچھنے کے لیے کہا کہ
صاحب بتایئے آج کونسی تاریخ ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ جو کروڑ پتی ہیں وہ پانچویں
کہہ رہے ہیں اور جو غریب ہے وہ چھٹی کہہ رہا ہے۔ اب طاہر صاحب چکر میں
پڑے کہ اگر صحیح تاریخ بتا دیں تو کروڑ پتی کی ذلت ہو جائے گی یہ غریب مجھے کیا
دے گا میرا نقصان ہو جائے گا تو اب کہا کل ہم جب لکھنؤ سے چلے تھے تو وہاں
پانچویں ہی تھی۔ میں اپنے کردار کی بات کر رہا ہوں کردار علماء کی بات نہیں کر
رہا ہوں یعنی مروت مال دنیا کی منفعت یا حاکم وقت نے کراچی کے کلکٹر نے بلا
کے پوچھا طاہر صاحب آج کونسی تاریخ ہے اب طاہر صاحب کانپنے لگے پتہ
نہیں کونسی تاریخ کہلوانا چاہتا ہے۔ اگر اس کی مرضی کے خلاف کہا اور اس
نے کہا کل ہی جہاز میں بیٹھ جایئے تو کیا ہو گا اس کا مطلب یہ ہے کہ بات اس
سے پوچھی جائے جس میں جرات حق گوئی بھی ہو۔ صلوات۔

نہ دولت کی مرعوبیت مجبور کر سکے حق سے ہٹنے کے لیے اور نہ کسی کی محبت

مجبور کر سکے صداقت مقال سے بچنے کے لیے اب اس سے پوچھ لے ہو گیا تین چیزیں اور بھی ہیں وہ انشاء اللہ پھر عرض کروں گا اب آپ ملاحظہ فرمایئے اے معبود کس سے پوچھیں کہ سیرت رسولؐ کیا ہے تو علماء کی کمی نہیں اسلام میں۔ علماء ہیں' مجتہدین ہیں' عالم ہیں' توجہ چاہتا ہوں' آئمہ ہیں اور حضور راویان کرام ہیں' تابعین ہیں' تبع تابعین ہیں' اصحاب ہیں۔ سبھی جانتے ہیں کہ سیرت رسولؐ کیا تھی کون نہیں جانتا کس سے پوچھیں کہا اس سے پوچھو جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ تو آیئے رسولؐ سے پوچھیں کہ سب سے زیادہ علم کون رکھتا ہے آواز دیں گے۔

انا مدینتہ العلم

"میں شہر علم ہوں"۔ اس کا مطلب یہ کہ اسلام کا علم ملے گا شہر سے بات ختم ہو گئی **انا مدینتہ العلم** میں شہر علم ہوں۔ رسولؐ کے لیے اللہ کہتا ہے اس کی سیرت نمونہ عمل ہے چلیے شہر علم میں چلیے رسولؐ سے پوچھے کہ دین اسلام کیا ہے جواب دیں گے **انا مدینتہ العلم** میں شہر علم ہوں و یہ و کی ضرورت کیا ہے **و علی بابھا** اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ حضور کیوں کہا کہ علیؑ دروازہ ہیں کہا میں ہوں اسلام اور یہ ہے سورس اسلام معلوم کرنے کا۔ صلوات۔

شہر علم اسلام کا علم وہی ہے جو شہر میں ہے اور فرمایا کہ علیؑ اس کا دروازہ ہیں یعنی جو تمہیں علم اسلام ملے گا وہ علیؑ سے۔ مجھے نہیں معلوم کیا مصلحت ہے مجھے نہیں معلوم کیا عوامل ہیں مجھے نہیں معلوم کیا مصالح ہیں جو آج بعض مسلمان یہ کہتے ہیں کہ علیؑ ہی سے علم کیوں لیں کیونکہ جب رسولؐ کہہ رہے تھے میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں تو اصحاب کرام کو بھی ہم نے دیکھا ہے کہ جب نبیؐ کی وفات کے بعد کوئی علمی گتھی الجھی تو انہوں نے علیؑ ہی سے

پوچھا۔ اب آپ ذرا ملاحظہ فرمایئے میری بات کو' آپ علماء اسلام سے پوچھیں
میں عالم دین نہیں ہوں میں صرف تاریخ کے حوالے دے رہا ہوں تحقیق کرنا
آپ کا فرض ہے کہ جب کبھی قرآن کے معنی کی بات آئی اصحاب نے فرمایا علیؑ
سے پوچھو جب کبھی فیصلے کی بات آئی لوگوں نے کہا علیؑ سے پوچھو جب کبھی
حدیث کی بات آئی لوگوں نے کہا علیؑ سے پوچھو۔ کیوں کہا کیا اس لیے کہا کہ علیؑ
سے زیادہ کوئی عالم قرآن نہیں تھا علیؑ سے زیادہ کوئی عالم حدیث نہیں تھا علیؑ
سے زیادہ کوئی پابند سیرت رسولؐ نہیں تھا تو اب ہم ابتدا کے اصحاب کی بات
مانیں یا چودہ سو برس بعد کے مقررین اور محررین کی بات مانیں۔ کس کی بات
مانیں تو ہر فرقے کا مسلمان کہے گا ان کی مانیئے جو نبی کے زمانے میں تھے۔ اب
دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔ میں بہت ہی مختصر عرض کروں گا۔ میں دودھ
نہیں پلا رہا ہوں بالائی کھلا رہا ہوں۔ کیونکہ ہمارے یہاں دو دو تین تین گھنٹے کی
مجلسیں ہوتی ہیں یہ محرم ہیں وقت کم ہے لیکن موضوع کو مکمل کرنا بھی فرض ہے
لہذا اتنا سن لیجیے کہ رسولؐ نے کہا میں شہر علم علیؑ دروازہ۔ اصحاب نے نبیؐ کے
بعد اسی دروازے پر جا کے قرآن کی آیتوں کے معنی پوچھ کے بتایا کہ ہم بھی
انہیں باب علم مانتے ہیں۔ اب کسی کے نہ ماننے کا کیا سوال ہے ادھر قرآن مجید
سے پوچھا نام بتاؤ۔ کہا نام نہیں بتاؤں گا بس میں اتنا کہوں گا جو **واسخون فی
العلم** ہیں ان سے پوچھو کیونکہ تمہیں نہیں دیا گیا علم **الا قلیلا** اور دوسری طرف
آواز آئی کہ ہر شئے کا احصا امام مبین میں کیا گیا قرآن اشارہ کر رہا ہے کہ کوئی
امام مبین بھی ہے اب اس سے زیادہ معتبر ذریعہ کیا ہو گا قرآن **راسخون فی
العلم** کہے' نبیؐ باب علم کہیں اور پھر ہم اس کے بعد فکر کریں کہ کس سے
پوچھیں اور ایک عجیب و غریب بات عرض کر رہا ہوں کہ رسول اللہؐ کی سیرت کی

بات تو دوسروں سے بھی پوچھی گئی اور دوسروں نے بھی بتائی مگر جب کسی کے ذہن میں ایسے سوالات اٹھے کہ زمین بنی کیسے؟ آسمان بنا کیسے؟ ستارے خلق کیسے ہوئے؟ آفتاب بنا کیسے؟ تو کسی سے نہ پوچھا سوائے علیؑ کے۔ صلوات۔

حالانکہ قرآن میں ہر رطب و یابس موجود ہے سب کچھ موجود ہے پھر علیؑ ہی سے کیوں پوچھتے تھے خلقت آدمؑ کیسے ہوئی؟ خلقت کائنات کیسے ہوئی؟ یہ سوال بتا رہے ہیں کہ نبیؐ کی زندگی میں اسلام لانے والے عالم علیؑ ہی کو جانتے تھے اور نہ صرف عالم سیرت نبیؐ جانتے تھے بلکہ یہ بھی جانتے تھے کہ عیسیٰؑ کیا تھے' موسیٰؑ کیا تھے' ابراہیمؑ کیا تھے' نوحؑ کیا تھے' آدمؑ کیا تھے' قبل آدمؑ کیا تھا' ملائکہ کیسے پیدا ہوئے۔ ارے حضور اصحاب کرام علیؑ سے پوچھیں دنیا کیسے بنی' اصحاب کرام علیؑ سے پوچھیں یا علیؑ خلقت آدمؑ کیسے ہوئی اور ہم اتنا بھی نہ پوچھیں کہ محمدؐ کی سیرت کیا تھی۔ صلوات۔

میں مذہب تبدیل کر دوں گا اگر کسی ایک مضمون اور ایک رسالے سے آپ یہ ثابت کر دیں کہ کسی مسلمان نے آج تک یہ لکھا ہو کہ علیؑ نے خلقت زمین کے سلسلے میں جو خطبہ نہج البلاغہ میں دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے یعنی مولائے کائنات نے ستاروں پر جو گفتگو فرمائی ہے اس سے آج بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے' خلقت آدمؑ پر جو گفتگو فرمائی ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے' علیؑ ابن ابی طالب نے جناب آدمؑ کے متعلق جو کہا ہے علماء کو اس سے اختلاف نہیں ہے' جناب نوحؑ کا جو واقعہ بیان کیا ہے اس سے اختلاف نہیں ہے' علیؑ نے جناب ابراہیمؑ کے لیے جو کچھ کہا ہے اس سے اختلاف نہیں ہے' موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے لیے جو فرمایا ہے اس سے اختلاف نہیں ہے' نہ خلقت کائنات پر علیؑ کی بات سے اختلاف' نہ اسلام کے سابق انبیاءؑ کی سیرت کے بیان پر اختلاف'

سارا اختلاف حضورؐ کی سیرت کے سلسلے میں کہ ہاں علیؑ نے یہ کہا ہے مگر میں نے یہ کہا ہے۔ سوال یہ کہ میں آدمؑ کے لیے کچھ کیوں نہیں کہتا' میں نوحؑ و ابراہیمؑ کے لیے کچھ کیوں نہیں کہتا' میں خلقت کائنات کے لیے کچھ کیوں نہیں کہتا' کیونکہ آج کسی کو شریعت آدمؑ و نوحؑ پر عمل نہیں کرنا ہے' کسی کو شریعت ابراہیمؑ پر چلنا نہیں ہے' کسی کو شریعت موسیٰؑ و عیسیٰؑ پر چلنا نہیں ہے اس لیے اختلاف بھی نہیں ہے اس کا مطلب یہ کہ اختلاف وہیں سے کیا جہاں سے نجات ہے' توجہ فرمایئے گا' اگر کسی شخصیت سے اختلاف ہے تو اس کے ایک ایک لفظ کی ہندی کی چندی نکالنا چاہیے بال کی کھال ادھیڑنا چاہیے مگر علیؑ کے خطبات سے اتفاق' اختلافات وہیں سے کہ نماز کیسے پڑھی' روزہ کیسے رکھا' حج کیسے کیا۔ حیرت کی بات ہے کہ قبل خلقت کے واقعات پر اعتبار اور بعد وفات پر اختلاف۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مصلحت دین میں رخنہ ڈالنا ہے تو اب معتبر ترین کون ہوا۔ معتبر ترین وہ ہوا جو سیرت آدمؑ بھی جانتا ہے' سیرت نوحؑ بھی جانتا ہے' سیرت ابراہیمؑ بھی جانتا ہے' سیرت موسیٰؑ بھی جانتا ہے' سیرت عیسیٰؑ بھی جانتا ہے اور سیرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی جانتا ہے۔ اسی لیے جبرائیلؑ بیٹھے ہیں مسجد میں اور علیؑ داخل ہوئے۔ جبرائیلؑ تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے۔ رسول اللہؐ نے پوچھا: اے جبرائیلؑ تم علیؑ کی تعظیم کو کیوں کھڑے ہوئے۔ کیا نبیؐ نہیں جانتے تھے۔ خوب جانتے تھے۔ تم کیوں کھڑے ہوئے۔ کہا حضور یہ میرے استاد ہیں۔ جب مجھے اللہ نے پیدا کیا تو مجھ سے پہلا سوال یہی کیا تھا میں کون تو کون۔ رسول اللہؐ میں گھبرا گیا کہ کیا جواب دوں کہ ایک مرتبہ یہ نور آگے بڑھا اور اس نے کہا کیوں گھبراتے ہو کہو میں عبد ذلیل ہوں نام میرا جبرائیلؑ ہے تو رب جلیل ہے اس کا مطلب یہ کہ جبرائیلؑ ہمہ

رہے ہیں کہ ہم کو اسلام علیؑ نے تعلیم دیا اب جبرائیلؑ پہ بھروسا ہے کہ نہیں۔ جبرائیلؑ معتبر ترین ذریعہ ہیں کہ نہیں۔ ساری امت کو جبرائیلؑ پہ بھروسا جبرائیلؑ کو علیؑ پر بھروسا۔ صلوات۔

علم کی منزل میں حیات پیغمبر اسلامؐ سے لیکر وفات پیغمبر اسلامؐ تک وفات پیغمبر اسلامؐ سے لیکر وفات امیر المومنینؑ تک تاریخ کے ہزاروں شواہد موجود ہیں کہ جب کوئی مشکل آتی تھی تو علیؑ ہی سے مسئلہ حل کیا جاتا تھا۔ اب علیؑ سے مراد علیؑ نہیں ہیں۔ علیؑ سے مراد صرف علیؑ نہیں ہیں پورا سورس ہے اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہم سے نہ پوچھئے کہ وہ معتبر ذریعہ کون ہے۔ تاریخ اٹھا کے پوچھئے کہ جب ذمہ داران اسلام کو کسی مسئلہ کا جواب دینا ہوتا تھا عیسائیوں کو' یہودیوں کو تو کس کو بلاتے تھے۔ ہم جن بارہ اماموں کا نام پیش کرتے ہیں وہ ہم کہیں سے گھڑ کے نہیں لائے ہیں ہم کو امت نے وہ نام بتائے ہیں ہم کو خلفائے اسلام نے وہ نام بتائے ہیں کہ جب وقت پڑے تو علیؑ کو بلاؤ' وقت پڑے تو حسنؑ کو بلاؤ' وقت پڑے تو حسینؑ کو بلاؤ' وقت پڑے تو زین العابدینؑ کو بلاؤ' وقت پڑے تو محمد باقرؑ کو بلاؤ' وقت پڑے تو جعفر صادقؑ سے پوچھو' وقت پڑے تو موسیٰ کاظمؑ سے پوچھو' وقت پڑے تو علی رضاؑ سے پوچھو' وقت پڑے تو محمد تقیؑ سے پوچھو' وقت پڑے تو علی نقیؑ سے پوچھو اور وقت پڑے تو حسن عسکریؑ سے پوچھو۔ ایک بات کہہ کے آج کی گفتگو کو تمام کروں گا۔ یہ گیارہ نام جو میں نے آپ کے سامنے سنائے انہوں نے بھی کبھی کسی سے کچھ پوچھا۔ توجہ چاہ رہا ہوں اور کون تھا جس نے ان سے نہیں پوچھا۔ آپ کہتے ہیں قرآن میں بارہ اماموں کے نام کہاں ہیں کہیں ہوں گے۔ یہ مامون رشید سے پوچھئے کہاں ہیں' ہارون رشید سے پوچھئے کہاں ہیں' ان سے پوچھئے جو بلا کے کہتے تھے فرزند رسولؐ آپ

کے جد کے دین پر وقت پڑا ہے یہ نصرانی ہیں' یہ عیسائی ہیں جواب دیجئے ان کے سوال کا۔ کیوں جواب دیں۔ کہا آپ ہی علم رکھتے ہیں۔ تو میں نے قرآن سے ثابت کیا' سیرت سے ثابت کیا' حدیث سے ثابت کیا' تاریخ کے اشاروں سے ثابت کیا کہ جن کو ہم مانتے ہیں ان کو سب مانتے ہیں اور جس کو اب بھی ہم مانتے ہیں اسے سب مانیں گے۔ صلوات۔

کہا کہ آخری آئے گا اسلام کے سارے فرقے اسے مانیں گے۔ ابتدا میں اختلاف ہے انتہا میں نہیں ہے' توجہ چاہ رہا ہوں' تو جن کو ہم پہلا مانتے ہیں انہیں سب مان چکے اور جسے ہم آخری مانتے ہیں اسے سب مانیں گے تو اول اول ہمارے مسلک پر چل چکے۔ آخر آخر ہمارے ہی مسلک پر چلنا ہے تو ہم کیوں بدلیں جنہیں بدلنا ہے وہ بدلیں چاہے کل بدلیں چاہے آج بدلیں کل اور آج میں فرق یہ ہے کہ جئیں گے تو کل بدل لیں گے کیونکہ موت کا ٹھیک نہیں لہٰذا آج ہی بدل لینا بہتر ہے۔ صلوات۔

اسی کا سورس ہے عزاء حسین' ذرا آپ توجہ فرمایئے' یہ عزاداری رسم نہیں ہے یہ عزاداری رواج نہیں ہے یہ عزاداری ایک کیپسول ہے جس کیپسول میں صحیح عقائد اسلامی محفوظ ہیں جس کیپسول میں صحیح اسلام موجود ہے کیونکہ امت میں اختلاف زیادہ ہوگیا' توجہ چاہتا ہوں کیپسول کیا چیز ہے۔ کہا کیپسول کیپسول آپ کو نہیں معلوم۔ یہ کیپسول کی کیا ضرورت۔ کہا دوا کڑوی ہوتی ہے کھائی نہیں جاتی نگلی نہیں جاتی' توجہ چاہ رہا ہوں' لہٰذا دنیا نے کیپسول ایجاد کیا کہ دوا رکھ کے پلا دیا پانی۔ کیپسول حلق سے اتر گیا دوا نہیں اترتی تو دوا کو حلق سے اتارنے کے ذریعے کو کہتے ہیں کیپسول اسلام کو حلق سے اتارنے کے ذریعے کو کہتے ہیں عزاداری۔ صلوات۔

عزاداری وہ کیپسول ہے' میں کچھ کہہ رہا ہوں' توجہ چاہوں گا' عزاداری وہ کیپسول ہے جو کافر کے حلق سے بھی اتر جاتا ہے۔ اب اگر کسی مسلمان کے حلق سے نہ اترے تو حلق کی خرابی ہے کیپسول کی خرابی نہیں ہے۔ صلوات۔

میں دوسرے ملک سے آرہا ہوں یعنی ہندوستان سے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ جنہیں کلمہ **لا الہ الا اللہ** برداشت نہیں' جنہیں کلمہ **محمد رسول اللہ** برداشت نہیں' جنہیں اسلام کا نام برداشت نہیں' جنہیں اسلام کا "الف" برداشت نہیں' "سین" برداشت نہیں' "لام" برداشت نہیں' "الف" اور "میم" برداشت نہیں' ان کو عزاداری برداشت۔ کیا بات ہے یہ ایک کیپسول بزرگوں نے بنایا' آئمہ نے بتایا کہ اس کے ذریعے اسلام پہنچا دو۔ یہ ایک دوا ہے کہ جب حلق سے اتر جاتی ہے تو اندر کا ہر مرض ٹھیک کر دیتی ہے اگر توحید خراب ہے تو درست کر دیتی ہے' اگر عدالت خراب ہے تو درست کر دیتی ہے' اگر نبوت میں شک ہے تو ٹھیک کر دیتی ہے' اگر امامت میں ناواقفیت ہے تو ٹھیک کر دیتی ہے' اگر قیامت کا خطرہ نہیں ہے تو ٹھیک کر دیتی ہے۔ یہ عزاداری کیا ہے' توجہ چاہ رہا ہوں' وہ کیپسول ہے کہ اسی کے ذریعے پورا اسلام بشری ذہن میں اتر جاتا ہے اور کمال کی بات یہ ہے کہ جو عزادار بن جاتا ہے وہ مشرک اور کافر ہو کے بھی کہتا ہے ہم حسینؑ کے خدا سے مانگ رہے ہیں' میں کچھ کہہ رہا ہوں' ہم حسینؑ کے ناناؐ سے مانگ رہے ہیں' ہم حسینؑ جس کتاب کو مانتے تھے قرآن اس سے مانگ رہے ہیں۔ عزاداری جس کے حلق سے اتر جاتی ہے خدا کا نام اس کی زبان پر آجاتا ہے' قرآن کا نام اس کی زبان پر آجاتا ہے' رسولؐ کا ذکر اس کی زبان پر آجاتا ہے چاہے وہ مسلمان سہی اگر عزاداری حلق سے نہیں اترتی تو اب خدا ہے تو مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ اسی نے تقدیر بنائی

اسی نے قسمت بنائی وہی سزا دے گا وہ تو لکھے ہوئے ہے کہ کون جنت جائے گا کون جہنم جائے گا نیکی کر کے کیا کریں گے گناہ سے بچ کے کیا کریں گے کوئی کچھ کوئی کچھ ہاں ہاں نبیؐ تھے ضرور رسولؐ تھے مگر جیسے ہم ویسے وہ' ہمارے ہی جیسے تھے۔ خدا ہے ضرور مگر کمر پتلی ہے' بال بڑے بڑے ہیں' تخت پر بیٹھا ہے' پیر میں تیر لگا ہے' جبرائیل' تیل ٹپکا رہے ہیں۔ یہ سب کیا ہے۔ یہ عزاداری سے گریز کا نتیجہ ہے اور جہاں عزاداری ہے وہاں حسینؑ سے محبت ہے' جہاں حسینؑ سے محبت ہے وہاں کفر و شرک اسلام میں بدل جاتا ہے۔ کہا دلیل۔ تمام کتب اسلامی لکھتے ہیں تمام مورخین لکھتے ہیں کہ جب سر حسینؑ دربار یزید لعین میں پہنچا' توجہ چاہ رہا ہوں' سر حسینؑ دربار یزید لعین میں پہنچا تو یزید نے ایک چوب خشک لے کر لب و دندان اقدس سے بے ادبی شروع کی تو نصرانی کھڑا ہوا سفیر روم کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا یزید یہ کس کا سر ہے۔ یزید نے کہا حسینؑ کا سر ہے۔ اس نے پوچھا کون حسینؑ؟ کہا فاطمہؑ کے بیٹے۔ کہا کون فاطمہؑ؟ کہا رسول اسلامؐ کی بیٹی۔ کہا یزید چھڑی ہٹا لے۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ کہا کیوں۔ کہا میں نے خود اپنی آنکھوں سے رسول اللہؐ کو ان ہونٹوں کو چومتے دیکھا ہے۔ دیکھیے ایک سیرت رسولؐ کی علماء پہنچاتے ہیں اور ایک سیرت نصرانی نے اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ میں نے رسول اللہؐ کو ان ہونٹوں کو مسل رطب چوستے دیکھا۔ کہا تو کاروبار حکومت میں مداخلت کرتا ہے' سفیر کا یہ کام نہیں ہے۔ کہا ہٹا لے چھڑی مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔ کہا جلاد کو بلاؤ' اسے قتل کیا جائے۔ اس کا یہ کہنا کہ میں نے رسول اللہؐ کو چومتے دیکھا ان ہونٹوں کو دلیل ہے کہ وہ رسولؐ کی بارگاہ میں شرف یاب ہو چکا تھا مگر مسلمان نہیں ہوا۔ خلفاء اسلام کے دربار میں کار سفارت انجام دے چکا مگر مسلمان نہیں ہوا۔

یزید کے باپ کے دور میں سفیر رہا مگر مسلمان نہیں ہوا۔ یزید کے دور میں سفیر ہے مگر مسلمان نہیں ہوا مگر اللہ رے اعجاز سر حسینؑ کہ حسینؑ سے لگاؤ پیدا ہو گیا' محبت پیدا ہو گئی' حسینؑ کا طرفدار بن گیا۔ ایک مرتبہ اس نے کہا یزید ٹھہر جا۔ تو نے میرے قتل کا حکم دیا ہے۔ مجھے قتل کر دینا لیکن میری ایک بات سن لے۔ کہا کیا بات۔ کہا رات کو میں نے خواب میں رسول اللہؐ کو دیکھا تھا۔ سنئے نصرانی کیا کہتا ہے دربار یزید میں۔ میں نے رات کو خواب میں رسول اسلامؐ کو دیکھا' برہنہ پا دیکھا' برہنہ سر دیکھا' چہرے پہ خون ملا ہوا دیکھا' زلفوں پہ گرد پڑی ہوئی دیکھی اور کہا نصرانی کل تو میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔ میں رات بھر سویا نہیں کہ اسلام کا رسولؐ اور مجھے مژدہ جنت دے جب کہ میں کلمہ گو بھی نہیں لیکن اب خواب کی تعبیر سمجھ میں آ گئی۔ جلادوں سے کہا ہٹو سر حسینؑ کی طرف بڑھا فرزند رسولؐ گواہ رہنا۔

اشہدان لا الہ الا اللہ۔ اشہدان محمد رسول اللہ

اور سر کو لے کے رخسار رکھ دیا۔ اے نبی زادے خواب سمجھ میں آ گیا۔ آپ نے دیکھا کہ یہ عزاداری اور محبت حسینؑ مشرک کو مسلمان بنا کے جنت لے گئی تو مسلمان کے لیے عزاداری کے ذریعے حصول نجات میں کیا پریشانی ہے۔ یہ وہ کیپسول ہے جو حلق میں اتر جاتا ہے مشرک اور کافر کے بھی۔ ہندوستان میں بارہا ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ مسلمان نہیں ہے' کلمہ گو نہیں ہے' مسلم دشمن بھی ہے مگر حسینؑ کا تعزیہ نظر آیا تو عقیدت سے سر جھکا دیا۔ کسی نے پوچھا تم کیسے جھک گئے یہ تعزیہ تو مسلمانوں کا ہے۔ نبیؐ کے نواسےؑ کا ہے۔ کہا ٹھیک ہے مگر ہم جب سب سے مانگ کے مایوس ہو گئے اور ہم نے حسینؑ سے مانگا تو حسینؑ نے ہمیں دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سب

سے زیادہ بات جس کی سنتا ہے وہ یہ ہیں۔ تو اپنا مذہب چھوڑ کے لوگ آجاتے ہیں۔ مہاراجہ گوالیار کا تعزیہ تاریخی تعزیہ ہے۔ والئی ریاست گوالیار کہیں بھی رہے اس کو عشرے میں پہنچنا ہی ہے۔ کیوں حسینؑ کا تعزیہ اٹھ رہا ہے۔ حسینؑ کون ہے۔ حسینؑ مشیت پروردگار ہے۔ حسینؑ کی عزا کیا ہے۔ ذریعہ حصول مشیت پروردگار۔ آیئے آج بھی کتنوں کو مرادیں ملتی ہیں۔ کوئی عزا کرتا ہے تو حسینؑ پر احسان نہیں ہے حسینؑ کا احسان ہے کہ اسلام بچا لیا ہے اور حضور جیسا کہ میں نے ہمیشہ عرض کیا کہ بائیس تئیس برس پہلے میں نے پہلا عشرہ کلکتہ میں پڑھا۔ وہاں جب جلوس عزا نکلتا ہے تو کثرت سے ہندو ذوالجناح کے قریب آتے ہیں۔ مسلمان پوچھے ذوالجناح کیا ہے اور ہندو آکے ذوالجناح کے پیروں پر بہشتیوں سے پانی ڈلوائیں۔ لو ہماری طرف سے پانی ڈال دو سموں پر۔ پوچھو کہ پانی کیوں ڈلوایا۔ کہا امام بابا بڑے پیاسے تھے۔ اللہ اللہ امام بڑے پیاسے تھے۔ ہاں عزادارو کوئی نذر لیے آرہا ہے' کوئی تبرک لیے آرہا ہے۔ کون تبلیغ کرنے گیا' کون انہیں سمجھانے گیا اور حضور کچھ عورتیں لٹیوں میں دودھ لے کے آتی ہیں اور دودھ لا کے گھوڑوں کے سموں پہ ڈالتی ہیں اور جب وہ دودھ سموں سے زمین پر بہتا ہے تو اسے لے کے بچوں کے لگاتی ہیں' اپنے لگاتی ہیں۔ ان سے پوچھو یہ دودھ لا کے کیوں بہا دیا۔ کہا تمہیں نہیں معلوم امام بابا کے بچے بھی تھا۔ ایک شیر خوار بھی تھا۔ ارے وہ شیر خوار پیاسا مر گیا۔ اللہ اللہ عزاداری کیا ہے۔ ذرا دنیا میں گھوم کے دیکھئے' ذرا دنیا میں پھر کے دیکھئے تو پتہ چلے کہ حسینؑ کی عزا کس طرح سے اسلام کے حقائق دلوں میں اتارتی ہے۔ پیاسا تھا' اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا' اسے دودھ نہیں ملا' یہ بچہ پیاسا مار ڈالا گیا' کون ذاکر گیا' کون عالم گیا' کس نے جا کے انہیں جتایا کہ واقعہ کربلا کیا ہے۔ جو سیرت

رسولؐ نہیں جانتے وہ عاشور کے دن حسینؑ کی زندگی جانتے ہیں۔ پوچھا کس نے مار ڈالا۔ کیسے مار ڈالا۔ کہا ناناؐ کا کلمہ پڑھنے والوں نے مار ڈالا۔ شرم سے گردن جھک جاتی ہے جب غیر ملت کے لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے قتل کیا۔ کون بچہ وہ شیر خوار جو مدینہ سے آنہیں رہا تھا جو بہن کی گود میں تھا جسے فاطمہ صغراؑ نے لے لیا اور کہا تھا علی اصغرؑ میرے پاس رہیں گے اس لیے کہ میں تنہا مدینہ میں کیسے زندگی بسر کروں گی۔ حادثہ نہیں ہے علی اصغرؑ کی شہادت اتفاق نہیں ہے۔ حسینؑ نے مدینہ میں کان میں جھک کے کچھ کہا۔ علی اصغرؑ نے بہن کی گود چھوڑ دی۔ باپ کی گود میں آگئے۔ کیا پتہ کیا کہا۔ شاید کہا ہو علی اصغرؑ تم تو پیدا ہی کربلا کے لیے ہوئے ہو۔ تمہاری زندگی کا آغاز مدینہ ہے' اختتام کربلا ہے۔ وہی علی اصغرؑ جھولے میں تڑپ رہے ہیں' وہی علی اصغرؑ پیاس سے بلک رہے ہیں اور جب کوئی نہ رہا۔

نہ لشکر نہ سپاہ نہ کثرت الناس
نہ قاسم نہ علی اکبر نہ عباسؑ

ایک مرتبہ حسینؑ میدان میں آئے۔ آواز دی

ھل من ناصر ینصرنا۔

"ہے کوئی جو میری مدد کرے"۔ **ھل من ینصرنا**۔ کوئی ہے جو میری مدد کو آئے۔ لشکر شام و کوفہ حیران حسینؑ کے پکار رہے ہیں۔ عباسؑ شانے کٹا چکے۔ علی اکبرؑ سینے پہ برچھی کھا چکے' قاسمؑ کا جنازہ پامال ہو چکا' عونؑ و محمدؑ کی میتیں خیمے میں جا چکیں کے پکار رہے ہیں کہ ایک مرتبہ رونے کا شور بلند ہوا۔ حسینؑ مڑے۔ ذوالجناح کی باگیں موڑیں۔ خیام پہ آئے۔ آواز دی۔ اہل بیت رسالت رو۔۔۔ کو سبب۔ ابھی میں زندہ ہوں۔ فضہ آئیں آقا بہن بلا رہی ہیں۔

خیمے میں آ گئے۔ حسینؑ ذوالجناح سے اترے، خیمہ گاہ میں گئے۔ بنتِ زینبؑ کیا ہے۔ کہا بھیا جو آپ نے آواز استغاثہ بلند کی تو علی اصغرؑ نے اپنے کو جھولے سے زمین پر گرا دیا۔ ہاں حضور آپ رو رہے ہیں۔ آپ نہ روئیں گے تو کون روئے گا۔ عشرے میں نہ روئیں گے تو کب روئیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ مجلس کہاں پر تمام ہوگی لیکن اتنا سن لیجئے حسینؑ نے آغوش میں لیا، عبا کا سایہ کیا، چلے۔ ایک بات کہوں ہر شہید جانے سے پہلے بیبیوں سے رخصت ہوا۔ علی اصغرؑ تو کسی سے رخصت بھی نہ ہو سکے۔ حسینؑ لے کے چلے آئے۔ پیادہ میدان کربلا میں پہنچے ایک بلندی پر گئے۔ کہا اے قوم جفاکار اگر تیرے زعم فقص میں، میں صحیح نہیں ہوں تو چھ مہینے کا بچہ تو کسی مذہب وملت میں خطاکار نہیں ہوتا اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ کیا بات کہی ہے میر انیس نے کہ۔

حسینؑ اور طلب آب اے معاذ اللہ
تمام کرتے تھے حجت سوال آب نہ تھا

ایک مرتبہ کہا۔ اے شیر خداؑ کے پوتے! اے حجت خدا کے بیٹے! اتمام حجت کر دو۔ لکھا ہے علی اصغرؑ نے ننھی سی سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیری۔ ارے اس نے تو ذوالفقار سے زیادہ کام کیا۔ ایک مرتبہ ہلچل مچ گئی۔ آواز آئی حسینؑ سچ کہہ رہے ہو۔ ایک مرتبہ عمر سعد نے کہا ابن ابن حرملہ۔ حرملہ کہاں ہے۔ حرملہ آگے نکلا صفوں سے کہا **اقطع کلام الحسین**۔ حسینؑ کے کلام کو قطع کرو۔ تین بھال کا تیر چلہ کمان میں جوڑا۔ دو جملے سن لیں آپ، حرملہ کون۔ ایسا تیرانداز جس کا تیر طاقت میں لوہے کی چادر کو توڑ دیتا تھا۔ ایسا نشانہ کہ تیر سے تیر کو شکار کرتا تھا۔ وہ بلایا گیا۔ اس سے علی اصغرؑ کی جرات کا اندازہ کیجئے۔ حرملہ آیا۔ تین بھال کا تیر چلہ کمان میں جوڑا۔ تیر چلا۔ داد دیجئے صبر حسینؑ کی۔

ہاتھوں پہ شش ماہہ ہے سنسناتا ہوا تیر آرہا ہے۔ حسینؑ جیسا صابرو شاکر میدان کربلا میں ہے۔ تیر آیا، گلے پہ لگا، گلا چھیدتا ہوا بازو میں پیوست ہوگیا۔ روایت کے فقرے ہیں کہ بچہ باپ کے ہاتھوں پہ منقلب ہوگیا۔ حسینؑ حسینؑ۔ سنیں جو بھی دل رکھتا ہے ایک انسان کا وہ روتا ہے۔ ایک مرتبہ بچہ باپ کے ہاتھوں پہ منقلب ہوا۔ حسینؑ نے دیکھا آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ بیٹھ گئے۔ ہاتھ بڑھایا، تیر کھینچنا شروع کیا۔ ایک موقع میں نے کل عرض کیا تھا دوسرا موقع یہ تھا کہ جب انبیاءؑ نے حسینؑ کو تیر نکالتے دیکھا تو انبیاءؑ نے منہ موڑ لیا۔ ہم سے نہیں دیکھا جاتا۔ ارے ضعیف باپ چھ ماہ کے بچے کے حلقوم سے تیر نکالے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساتویں مجلس

برادران ملت!

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرما رہا ہے کہ میرے رسولؐ کی سیرت تمہارے لیے نمونہ عمل ہے۔ اس آیت کے ذیل میں حسینیہ سجادیہ کے اس عشرے میں مسلسل گفتگو اسلام اور عزاداری کے عنوان پر آپ کی خدمت میں جاری ہے۔ یہ گفتگو کل اس منزل تک پہنچی تھی کہ تمام مسلمانوں کے لیے اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسولؐ کی سیرت کو حجت بنایا یعنی وہ اسلام حجت نہیں ہے جو قرآن پڑھ کر اور اس کے معنی اور مطالب سمجھ کر ہم ملت کے سامنے پیش کریں بلکہ اللہ معنی قرآن کے لیے مقصد و مفہوم قرآن مجید کے لیے اپنے رسولؐ کی سیرت کو حجت قرار دیتا ہے۔ اللہ نے اپنے رسولؐ کی سیرت کو حجت بنایا ہے مسلمانوں کے لیے قرآن مجید جو اللہ کا کلام ہے وہ حجت ہے لیکن اگر

قرآن میں اقیمو الصلوٰۃ۔ نماز کو قائم کرو۔ تو اب ہم کو اس آیت سے یہ نہیں سمجھنا ہے کہ نماز کیسے پڑھی جائے گی بلکہ ہمیں سیرت رسولؐ کو دیکھنا ہے کہ رسول اللہؐ کس طرح سے نماز پڑھتے تھے جو کچھ اللہ نے اسلام میں قرآن میں نازل کیا ہے ان سب پر عمل کرنے کا نمونہ سیرت رسولؐ ہے۔ گفتگو اس منزل تک پہنچی تھی کہ سیرت رسولؐ وہی ہے جو اللہ کی مرضی ہے اور اللہ کی مشیت ہے۔ لیکن پریشانی یہ ہے کہ رسول اللہؐ سے لیکر اور ہم تک دین پہنچنے میں بدل گیا ہے۔ فرقے ہوگئے' عقیدوں میں اختلاف ہوگیا' عمل کے طریقوں میں اختلاف ہوگیا اور یہ اختلاف ذریعہ کا اختلاف ہے' سورس کا اختلاف ہے یعنی جن مسلمانوں کو جو ذریعہ بتایا گیا اور جن مسلمانوں کے سامنے جو سورس پیش کیا گیا وہ مسلمان اس سورس اور اس ذریعہ کے ذریعے دین کو سمجھتا ہے اور دین پر عمل کرتا ہے اور وہ مختلف ہے۔ اسی طرح سے اللہ کا دین اور رسولؐ کی سیرت مختلف فرقوں میں مختلف انداز سے پیش کی گئی۔ گفتگو یہ آپ کے سامنے آئی تھی کہ یہ سورسز کیا ہیں۔ یہ ذریعے کیا ہیں جن سے اسلام ہم تک پہنچا۔ اصل ذریعے رسول اللہؐ کی زندگی میں تھے۔ اصحاب کرامؓ ازواج کرامؓ اور اہل بیت اطہارؑ۔ میں نے یہ بات آپ کی خدمت میں عرض کی تھی کہ اس میں معتبر ترین ذریعہ اگر سارے مسلمان تلاش کرلیں تو ان کی ساری پریشانی ختم ہوجائے گی۔ معتبر ترین ذریعہ اہل بیت طیبین و طاہرینؑ کا ہے۔ یہ بات اختلافی نہیں ہے بلکہ یہ بات متفقہ ہے۔ جب کوئی مسئلہ یا مقدمہ آتا تھا اور اس میں اختلاف پیدا ہوجاتا تھا تو سب مل کے اس مسئلے کو مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی بارگاہ میں لاتے تھے۔ بہت سی چیزیں چودہ سو برس میں غلط فہمیوں کا شکار ہوگئیں جن میں ایک عام غلط فہمی یہ بھی مسلمانوں میں

پھیلا دی گئی کہ فرقہ شیعہ اثناء عشری کا مسلک ہے اہل بیتؑ سے اسلام لینا لھذا
جو بھی اہل بیتؑ سے اسلام لے گا وہ اپنے فرقے میں باقی نہیں رہے گا' شیعہ
ہوجائے گا اس لیے بھی جو شیعہ نہیں ہونا چاہتا اس نے معتبر ترین ذریعے کو
چھوڑ دیا۔ یہ غلط فہمیاں تقسیم کے لیے' امت کو بانٹنے کے لیے ذہنوں میں پیدا
کی گئیں جبکہ علماء اسلام اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جتنے بھی علوم اسلام
ہیں سب کا آخری ذریعہ ذات بابرکت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے۔ آپ
میری بات پر اعتبار نہ فرمائیں۔ آپ جس مسلک کے بھی ہوں' میں آپ کو
مسلمان سمجھ کے خطاب کر رہا ہوں' کسی فرقے کا سمجھ کے خطاب نہیں کر رہا
ہوں۔ آپ اپنے اپنے فرقوں کے علماء سے دریافت کریں کہ جنہیں علوم اسلام
کہا جاتا ہے ان کا سورس کیا ہے۔ ان کی ابتدا کیا ہے۔ علوم اسلام میں لغت
ہے' علوم اسلام میں صرف و نحو ہے' علوم اسلام میں علم قرآن ہے' علوم اسلام
میں علم رجال ہے' علوم اسلام میں علم حدیث ہے' علوم اسلام میں علم روایت
ہے۔ ان سب کا سلسلہ کہاں ختم ہوتا ہے۔ راوی نے راوی سے سنا' راوی
نے راوی سے سنا وہ آخری کون مفسر ہے جس پر ہر آیت کی تفسیر آگے بڑھی
ہے ابن عباس کا نام مشہور و معروف ہے۔ زیادہ تر علماء اسلام نے جو تفسیریں
لکھی ہیں اس کی آخری روایت ابن عباس سے ہے اور ابن عباس یہ کہتے ہیں
کہ مجھے یہ علیؑ نے بتایا۔ علم حدیث کی انتہا علیؑ پر ہے' صرف و نحو کی انتہا علیؑ پر
ہے' قرآن میں اعراب لگوانے والے علیؑ ہیں' ہر علم کا سلسلہ علیؑ پر ختم ہوتا
ہے۔ حد یہ ہے کہ میراث کے مسائل حد یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کے
معنی یہ اب صرف چاہے یہ بات شیعوں میں محدود ہو گئی ہو کہ وہ اسلام کی ہر
بات کو جب صحیح سمجھتے ہیں جب علیؑ سے روایت مل جائے لیکن بعد وفات پیغمبرؐ

اس میں شیعہ نہ ہونے کی قید نہیں تھی بلکہ ہر صحابی جب تک علیؑ سے تصدیق نہیں کر لیتا تھا روایت کو روایت نہیں سمجھتا تھا۔ تفسیر کو تفسیر نہیں سمجھتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم پیرو اہل بیتؑ بھی ہیں اور پیرو اصحاب بھی ہیں۔ صلوات۔

اور جب پیچیدہ مسائل آتے تھے تو ان کا جواب سوائے مولائے کائنات کے اور کہیں سے حاصل نہیں کیا جاتا تھا۔ مجھے تاریخ اسلام میں ایک شخصیت بھی نہیں ملی جس نے علم کی منزل میں اہل بیتؑ کے مقابلے میں اپنے علم کا دعویٰ کیا ہو۔ تو جب سورس کی بات ہے تو یہ بات ہم اپنے فرقے کے اندر محدود رکھنا نہیں چاہتے' مفاد امت کے لیے سب کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ آپ علماء اسلام سے دریافت کریں کہ اہل بیتؑ رسالت کی کیا حیثیت ہے اور اس کے بعد علم رجال کی بات کروں گا آپ کے سامنے علم رجال ایک علم ہے شیعوں میں نہیں صرف شیعوں میں نہیں بلکہ تمام عالم اسلام میں' اسلام کے ہر فرقے میں علم رجال ہے۔ کتب خانے علم رجال کی کتابوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ علم رجال کیا ہے۔ یہ علماء سے آپ دریافت کیجئے۔ "رجل" کہتے ہیں "مرد" کو۔ رجال' رجل کی جمع ہے یعنی مردوں کا علم۔ میری سمجھ میں نہیں آئی بات کہ اسلام میں مردوں کے علم کے کیا معنی ہیں۔ کما سمجھے کیونکہ پیغمبرؐ کی حدیثیں روایت کرنے والے مرد ہیں' کیونکہ قرآن کی تفسیر بیان کرنے والے مرد ہیں لہٰذا علماء اسلام نے ایک علم قرار دیا جس کا نام ہے علم رجال۔ علم رجال کا کیا کام ہے کہ وہ راوی کی تحقیق کرے' توجہ فرمائیے گا' راوی کی تحقیق کرے کہ راوی سچا تھا کہ جھوٹا۔ اگر راوی سچا تھا تو روایت سچی اور اگر راوی جھوٹا تھا تو روایت جھوٹی۔ اب کس نے کس سے روایت کی۔ A نے B سے' B نے C

سے' C نے D سے' D نے E سے۔ اب پورا چین دیکھا جاتا ہے۔ اگر اس میں D جھوٹا ہے تو روایت ضعیف ہوگئی اور اگر پورا سلسلہ سچوں کا ہے تو روایت صحیح ہوگئی۔ اہل سنت میں بھی ہے' حنفی حضرات میں بھی ہے' شافعی حضرات میں بھی ہے' مالکی حضرات میں بھی ہے' حنبلی حضرات میں بھی ہے' اثناء عشری میں بھی ہے' بوہریوں میں بھی ہے' اسماعیلیوں میں بھی ہے' داؤدیوں میں بھی ہے' یہ علم رجال خود دلیل ہے کہ کسی پر اطمینان نہیں ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سب کو یقین ہے کہ اسلام میں جھوٹ بھی شامل کیا گیا ہے۔ راویوں نے درمیان میں غلط روایتیں بھی بیان کی ہیں تو جب جھوٹے مسلمان بن گئے تو سچوں کی تلاش شروع ہوئی۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سچے کون تلاش عالم دین یہ ہوتی ہے کہ روایت کا ایسا سلسلہ ڈھونڈے کہ جس میں کوئی جھوٹا نہ ہو' جس میں کوئی غیر معتبر نہ ہو' سب معتبر ہوں۔ اسی کو تواتر کہتے ہیں یعنی تواتر سے اس حدیث کو مسلسل اصحاب کے تابعین نے سنا ہو تابعین سے تبع تابعین نے سنا اور اس کے بعد اسے روایت کیا گیا۔ اب معاملہ روایت پر آ گیا۔ صلوات۔

تو مطلب یہ نکلا کہ ہم اسلام کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک رجال کو نہ سمجھیں' توجہ فرمایئے گا' سلسلہ رجال یعنی طاہر جرولی جو سیرت رسولؐ آپ کے سامنے بیان کر رہا ہے وہ حجت نہیں ہے۔ آپ پوچھیں گے تم نے کس سے سنا۔ میں کہوں گا میں نے کتاب میں پڑھا ہے۔ آپ پوچھیں گے اس حدیث کو تم نے کس کتاب میں پڑھا۔ میں نے کہا میں نے صحیح بخاری شریف میں پڑھا۔ آپ نے کہا صحیح بخاری شریف میں امام بخاری نے کس سے اس حدیث کو روایت کیا۔ میں نے کہا زید سے روایت کیا۔ آپ پوچھیں گے

زید نے کس سے روایت کی۔ اس نے اس سے روایت کی' اس نے کس سے روایت کی' تو کتنی نیوٹلی سلسلہ اسے کہا گیا۔ اب آپ بتائیے دو طریقے میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اسلام کے ہم تک پہنچنے کے ذریعے میں یا تو ہم زندگی گزار دیں جھوٹے اور سچوں میں فرق کرنے میں یا ہم ایسی ہستیوں کو تلاش کرلیں جن کے قریب جھوٹ آہی نہیں سکتا تو وہاں علم رجال کی ضرورت بھی نہیں ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا پاکیزہ سورس مل جائے کہ جن کی ذات اقدس میں جھوٹ بولنے کا سوال نہ ہو یعنی جنہیں نبی مباہلہ میں جھوٹوں پر لعنت کرنے کے لیے لے جائے۔ صلوات۔

میں جو عرض کر رہا ہوں اس کی گہرائی تک آپ کے اذہان عالیہ کو لے جانا چاہتا ہوں۔ اگر بیان میں راویوں کی تحقیق و تفتیش پیش کی جائے تو بیان اختلافی ہوگا۔ بیان سے ہزار جھگڑے کھڑے ہوں گے کیونکہ اگر کسی روایت میں راوی کو میں نے جھوٹا کہہ دیا اور کسی کے مذہب میں وہ جھوٹا نہیں ہے تو وہ بگڑ جائے گا کہ ہمارے مذہب کے راوی کو جھوٹا کیوں کہا۔ یہ طریقہ سب استعمال کرتے ہیں۔ اس سے امت میں اختلاف بڑھ گیا۔ ہمارا طریقہ غیر اختلافی ہے۔ ہم کہتے ہیں **قال علی ابن ابی طالب**۔ ہم کہتے ہیں **قال حسن ابن علی**۔ ہم کہتے ہیں **قال حسین ابن علی**۔ کسی میں ہمت ہی نہیں۔ صلوات۔

ہم کہتے ہیں فاطمہ زہراؑ نے بیان کیا' حسن مجتبیٰؑ نے بیان کیا' حسین شہید کربلاؑ نے بیان کیا' علی مرتضیٰؑ نے بیان کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ سیرت جو ہم پیش کر رہے ہیں یہ علی ابن الحسین زین العابدینؑ نے بیان فرمائی۔ یہ روایت امام محمد باقرؑ سے ہے' یہ روایت امام جعفر صادقؑ سے ہے' یہ روایت امام موسیٰ ابن جعفرؑ سے ہے' یہ روایت امام علی رضاؑ سے ہے' یہ روایت امام محمد تقیؑ سے

ہے' یہ روایت امام علی نقیؑ سے ہے' یہ روایت امام حسن عسکریؑ سے ہے' یہ روایت حجت حق سے ہے اور یہ سب ہیں اہل بیتؑ۔ ایک عجیب بات کہہ رہا ہوں علم رجال میں ہر راوی آتا ہے مگر علم رجال میں اہل بیتؑ نہیں آتے۔ اس کا مطلب یہ کہ علماء بھی سمجھتے ہیں رجال اور ہے اہل بیتؑ اور ہیں۔ صلوات۔

جسے غیر اختلافی اسلام سمجھنا ہو وہ ہماری مجلسوں میں آئے۔ ہم اختلافی شخصیتوں کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ جب کوئی کہے گا آپ نے کہا علیؑ نے یہ کہا تو علیؑ اختلافی نہیں ہے۔ اگر شیعوں کے پہلے امام ہیں تو سارے مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ ہیں۔ میں الگ بات کہہ رہا ہوں۔ شیعوں کے لیے تو امکان بھی ہے کہ علیؑ کے بعد گیارہ آنے والے ہیں تو وہ گیارہ شاید علیؑ کی بات کو غلط ثابت کردیں لیکن جہاں چوتھا خلیفہ ہے وہاں پانچواں راشد ہے ہی نہیں۔ صلوات۔

مجھ سے آج شیعہ خفا ہوجائیں گے تو خفا ہوجائیں شیعوں کے بہکنے کا امکان ہے کیونکہ ابھی گیارہ گیارہ سنبھالنا ہیں۔ سنیوں کے بہکنے کا سوال ہی نہیں کیونکہ چوتھے علیؑ ہیں تو جو علی کہہ گئے وہی اسلام ہے بعد میں کسی کو بدلنے کا حق ہی نہیں ہے۔ صلوات۔

یہ سوال کرسکتے ہیں ایک غیر مسلم پوچھ سکتا ہے' ایک ناواقف مسلمان پوچھ سکتا ہے کہ اہل بیتؑ کے لیے رجال کی ضرورت نہیں' تحقیق کی ضرورت نہیں' تفتیش کی ضرورت نہیں۔ کیوں نہیں۔ اس لیے کہ قرآن مجید میں ایک آیت ہے سورۂ احزاب میں ارشاد ہوتا ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہلبیت و یطھرکم تطھیرا۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے **انما یرید اللہ** بس بس انما بس اس کے علاوہ

کچھ نہیں بس بس اللہ نے طے کرلیا' ارادہ کرلیا۔ کس نے ارادہ کیا۔ اللہ نے۔ میں آپ کا ارادہ نہیں پوچھ رہا ہوں کہ آپ کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ کا ارادہ سنئے۔ بس بس اللہ نے ارادہ کرلیا۔ **لیذھب عنکم الرجس** یعنی رجس کو تم سے دور رکھے۔ توجہ فرمایئے گا' یہ نہیں کہا کہ تم کو رجس سے دور رکھے' میں کچھ کہہ رہا ہوں' رجس کو تم سے دور رکھے۔ قرآن سمجھنا آسان نہیں ہے دونوں باتوں میں فرق ہو جاتا اگر خدا کے اہل بیتؑ ہم تم کو رجس سے دور رکھیں گے اس کا مطلب یہ ہوتا کہ اہل بیتؑ رجس کی طرف بڑھ رہے ہیں مگر اللہ روکے ہوئے ہے۔ ارشاد ہے کہ رجس کو تم تک نہ پہنچنے دیں گے یعنی تمہارا تو رجس سے کوئی تعلق ہی نہیں اگر کوئی رجس تم تک پہنچنا بھی چاہے گا تو ہم نہیں آنے دیں گے۔ صلوات۔

لیذھب عنکم الرجس یعنی ہم اذھاب کریں گے' ہم دور کریں گے' ہم قریب آنے نہ دیں گے۔ کسے۔ رجس کو تم تک اے اہل بیتؑ۔ **و یطھرکم تطھیرا** اور پاک رکھیں گے جو پاک رکھنے کا حق ہے' توجہ فرمایئے گا' اب اہل بیتؑ کا لفظ موجود ہے۔ اگر اہل بیتؑ اور اصحاب ایک ہی ہوتے تو قرآن دو لفظیں ثبت کرتا۔ قرآن نے لفظ اہل بیتؑ ثبت کر کے یہ بتا دیا کہ کچھ مسلمان ہیں' کچھ مومن ہیں' کچھ منافق ہیں' کچھ ازواج ہیں اور کچھ وہ بھی ہیں جنہیں قرآن اہل بیتؑ کہہ رہا ہے تو کیا مسلمانوں کے لیے یہ راستہ محفوظ ترین نہیں ہے۔ کیا مسلمانوں کے لیے یہ سورس معتبر ترین نہیں ہے کہ اسلام کی ہدایات کو وہ اہل بیتؑ سے سمجھے کیونکہ جھوٹی میں جھوٹی روایتیں بنائیں جھوٹ ہے رجس اور جھوٹ ان تک آ نہیں سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ جب اختلاف ہوتا تھا امت میں تو لوگ کہتے تھے علیؑ کے پاس چلو۔ کیوں۔ علیؑ علم بھی رکھتے ہیں اور کسی کی

جانبداری بھی نہ فرمائیں گے۔ بلکہ جو حق ہوگا وہ بیان کریں گے۔ اسی لیے نبیؐ نے آواز دی حق علیؑ کے ساتھ ہے' علیؑ حق کے ساتھ ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے جب مسلمان آپس میں بحث کرتے ہیں کون حق کے ساتھ ہے۔ جو علیؑ کے ساتھ ہے وہ حق کے ساتھ ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ ہمیں کیا پریشانی ہے علیؑ ہماری مدد کریں گے۔ علیؑ مشکل کشاء ہیں۔ نبیؐ نے کہا نہیں علیؑ حق کے ساتھ ہیں حق پہ ہوگے تو علیؑ مدد کریں گے حق پہ نہ ہوگے تو مدد نہ کریں گے' توجہ چاہ رہا ہوں' آواز دی کہ قرآن علیؑ کے ساتھ ہے' علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں یعنی نہ کبھی علیؑ قرآن کو چھوڑیں گے نہ کبھی قرآن علیؑ کو چھوڑے گا تو جس کے ساتھ قرآن ہو وہ اور ہے' جو قرآن کے ساتھ ہو وہ اور ہے۔ فرق کیا ہے۔ ہر مسلمان کو قرآن کے ساتھ ہونا چاہیے یعنی جو کچھ قرآن میں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرے جو قرآن پر بعد نزول آیت عمل کرے وہ مسلم اور جس کے عمل پر آیت نازل ہو وہ اہل بیتؑ۔ یہ عمل کرتے جائیں گے ہم آیت بھیج کے تصدیق کرتے جائیں گے تاکہ تم قرآن سمجھنے کا ذریعہ سمجھ لو' سیرت سمجھنے کا ذریعہ سمجھ لو۔ صلوات۔

کل میں نے آپ کے سامنے علم کا تذکرہ کیا تھا۔ آج میں نے آپ کے سامنے طہارت اور عصمت کا سلسلہ چھیڑا تاکہ ذریعے کے لازمی اجزاء معلوم ہوجائیں۔ اب اس میں کیا اختلاف کی کوئی گنجائش ہے اور عزیزو کہ جیسے میں نے کل یہاں پر بات کو نامکمل چھوڑا تھا کہ اصحاب نے بھی سوال کیے' ازواج نے بھی سوال کیے اور تابعین نے بھی سوال کیے۔ یہی نہیں ہے غیروں نے بھی سوال کیے اور کبھی علیؑ کے کسی جواب پر کوئی بحث نہیں اٹھی یعنی یہ بھی بات مقام فکر ہے کہ جب علیؑ نے کچھ کہہ دیا تو اس پر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ فائل سورس اور فائنل اتھارٹی علیؑ کو سمجھا جاتا تھا۔ آپ سے میں کچھ عرض کر رہا ہوں' قانون سمجھنے میں بددیانتی کا سوال نہیں ہے۔ کبھی دیانت سے بھی سمجھنے میں قانون کی وضاحت میں فرق ہو جاتا ہے جیسے ایک تحصیلدار کا فیصلہ قانون کے ایک سیکشن کے تحت کچھ اور ہوتا ہے' دوسرے تحصیلدار کا فیصلہ قانون کے اسی سیکشن کے تحت کچھ اور ہوتا ہے۔ یہی نہیں ایک منصف کا فیصلہ کچھ اور دوسرے منصف کا فیصلہ کچھ اور یہی نہیں ایک سول جج کا فیصلہ کچھ اور دوسرے سول جج کا فیصلہ کچھ اور' توجہ چاہ رہا ہوں' یہی نہیں ایک ڈسٹرکٹ جج کا فیصلہ کچھ اور اسی سیکشن کے تحت دوسرے ڈسٹرکٹ جج کا فیصلہ کچھ اور یہی نہیں بلکہ ہائیکورٹ کا فیصلہ کچھ اور دوسرے ہائیکورٹ کا فیصلہ کچھ۔ ہمارے ہاں کہا جاتا ہے یہ ہائیکورٹ الٰہ آباد کا فیصلہ ہے' یہ ہائیکورٹ کلکتہ کا فیصلہ ہے' یہ دلی کے ہائیکورٹ کا فیصلہ ہے' یہ سری نگر کے ہائیکورٹ کا فیصلہ ہے۔ آپ کے یہاں کہا جاتا ہوگا یہ سندھ ہائیکورٹ کا فیصلہ ہے' یہ پنجاب ہائیکورٹ کا فیصلہ ہے مگر کبھی آپ نے یہ نہ سنا ہوگا کہ یہ اس سپریم کا فیصلہ ہے' وہ اس سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے کیونکہ ہائیکورٹ بہت ہوتے ہیں۔ سپریم کورٹ ہر ملک میں ایک ہی ہوتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہر فرقے کے علماء محترم ہیں جیسے ہر ہائیکورٹ کا جج محترم ہے اور یہ اختلاف علمی ہے جس کی سمجھ میں جو معنی آئے وہ بتائے مگر اگر کہیں سپریم کورٹ کا ججمنٹ دکھا دیا جائے تو ہر ہائیکورٹ کے جج کو ماننا پڑتا ہے ورنہ جج نہ رہے' میں کچھ کہہ رہا ہوں' تو سپریم کورٹ اسلام میں تلاش کر لیجئے۔ سپریم کورٹ کسے کہتے ہیں۔ جس کی رولنگ کوئی چیلنج نہ کر سکے' جس کا فیصلہ کوئی بدل نہ سکے۔ میرا تھوڑا سا بھی جو مطالعہ ہے اس میں علیؑ کی ذات بابرکت سپریم کورٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اگر آپ کے علم میں کوئی ایسا واقعہ ہو کہ علیؑ کے کسی فیصلے کو کسی صحابی نے بدلا ہو، علیؑ کے کسی فیصلے کو کسی خلیفۃ المسلمین نے بدلا ہو تو میرے علم میں اضافہ کیجئے ورنہ اپنے فہم کا رخ بدلیے کہ علیؑ سپریم ہے۔ جو کہہ دے گا کہ قرآن کا مطلب یہ ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے، سیرت یہ ہے اسی پہ فیصلہ ہوگا۔ میں اپنے گھر میں بیٹھ کے کہہ سکتا ہوں کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے تو یہ ججمنٹ دیا۔ جناب یہ تو صحیح نہیں ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں سپریم کورٹ آف انڈیا نے جو ججمنٹ دیا یہ صحیح نہیں ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں مگر حکومت اسی پر عمل کرے گی، ارباب حکومت اسی پر عمل کریں گے جو سپریم کورٹ نے ججمنٹ دیا ہے۔ اسی طرح آپ نے جو عمل کیا ہے کاندھے پہ بیٹھے فرشتے وہی لکھیں گے، قبر میں آنے والے فرشتے اسی کو قانون مانیں گے جو علیؑ کا فیصلہ ہوگا اور علم کی منزل ضروری ہے قانون کے فہم کے لیے۔ ایک واقعہ آپ کے سامنے عرض کروں گا تاکہ بچوں کی دلچسپی سے خالی نہ ہو کہ جب لوگوں نے یہ دیکھا کہ جو بھی مسئلہ الجھ جاتا ہے وہ علیؑ کی بارگاہ میں سلجھ جاتا ہے۔ جب یہ دیکھا جس کا جواب کوئی نہیں دے پاتا اس کا جواب علیؑ دے دیتے ہیں تو ایک میٹنگ ہوئی۔ ذہین اور انٹلی جینٹ لوگ بیٹھے۔ کہا ایک ایسا سوال بناؤ کہ جس کے دو جواب ہوں۔ جب ذہن یہ تھا تو فرقے کیوں نہ بنتے یعنی فیض علم حاصل کرنے کے بجائے علیؑ کو شرمندہ کرنے کے لیے ایسا سوال بناؤ جس کے دو جواب ہوں۔ جب علیؑ ایک جواب دیں تو ہم دوسری بات کہیں جب وہ دوسرا جواب دیں تو ہم تیسری بات کہیں۔ رات گزر گئی اور ایک سوال بنا ہی لیا اور جب علیؑ منبر پر آئے کوفہ کے، اور مولائے کائنات نے خطبہ دینا شروع کیا تو کہا حضور ایک سوال ہے۔ کہا کیا سوال ہے۔ کہا ہمارے گھر ایک بچہ پیدا ہوا اور وہ بچہ کتے اور بکری سے

مل کے پیدا ہوا۔ آپ یہ بتا دیں کہ ہم اسے کتا کہیں کہ بکری۔۔! جواب ملاحظہ فرمایئے ذرا علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہا میں کیا بتاؤں کہ کتا کہو یا بکری۔ جاؤ اس کے سامنے گھاس رکھ دو اور گوشت رکھ دو۔ اگر وہ گھاس کھائے تو بکری اور اگر گوشت کھائے تو کتا۔ کہا حضور ہم نے گھاس بھی رکھی اس نے کھالی اور ہم نے گوشت بھی رکھا اس نے کھالیا۔ اب کیا کہیں۔ علیؑ نے کہا اچھا یہ دیکھو اگلے دھڑ سے بیٹھے تو کتا۔ کہا مولا کبھی اگلے دھڑ سے بیٹھتا ہے کبھی پچھلے دھڑ سے بیٹھتا ہے۔ کہا کوئی بات نہیں' پانی سامنے رکھ دو۔ منہ ڈال کے پیئے تو بکری زبان سے چاٹے تو کتا۔ کہا حضور پانی بھی رکھ کے دیکھ لیا۔ کبھی منہ ڈال کے پیتا ہے کبھی زبان سے الٹا پانی چڑھاتا ہے۔ کہا کوئی بات نہیں ہے' گلے میں چھوڑ کے دیکھ لو۔ اگر گلے میں مل کے چلے تو بکری اور کبھی کبھی آگے کبھی پیچھے چلے تو کتا۔ کہا گلے میں بھی ڈال کے دیکھ لیا۔ کبھی آگے چلتا ہے کبھی پیچھے چلتا ہے کبھی سر ڈال کے چلتا ہے۔ اس کے بعد مسکرا دیئے۔ آپ مسکرانے لگے قیامت کر دی۔ تو یونہی پوچھے جاتے تو نہ جانے کتنے فرض مل جاتے۔ اب کیا کہتے ہیں کبھی یہ کرتا ہے کبھی وہ کرتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ دو ناجیوں سے مل کے کوئی بنے۔ کبھی یہ کرتا ہے کبھی وہ اور اس کے بعد مسکرائے۔ مطلب یہ تھا کہ آپ علامتیں بتائے جائیں ہم کبھی یہ کبھی وہ کبھی یہ کبھی وہ کہتے جائیں گے۔ علیؑ نے کہا جا کے ذبح کر ڈالو۔ اگر اوجھڑی نکلے تو بکری' اگر آنتیں نکلیں تو کتا۔ اب نہیں کہہ سکتے کہ دو مرتبہ ذبح کیا۔ ایک مرتبہ آنتیں نکلیں اور ایک مرتبہ اوجھڑی نکلی۔ صلوات۔

ہم نے دو مرتبہ ذبح کیا۔ ایک مرتبہ ذبح کیا تو اوجھڑی نکلی۔ ایک مرتبہ ذبح کیا تو آنتیں نکلیں۔ کیسے کہتے۔ مولا نے بتا دیا کہ علم میں تم ہم کو پریشان نہیں

کر سکتے مگر ہم نے ذہن سمجھ لیا کہ جہاں علم لینے والے بھی تھے وہاں علیؑ کو پریشان کرنے والے بھی تھے۔ سر جھکا کے چلے آئے۔ کوئی جواب نہیں تھا۔ کیوں۔ اس لیے کہ جس کو علم اللہ سے ملا ہو۔ جو باب مدینۃ العلم ہو۔ جس کی خلقت ہی علم اسلام دنیا میں پہچانے کے لیے قائم کی گئی ہو اس کا امتحان کون لے گا۔ تو اب جو سپریم کورٹ کی بات میں آپ سے کہہ رہا تھا تو تاریخیں اس بات پر شاہد ہیں کہ جب مدینہ میں بعد وفات پیغمبرؐ مسائل آتے تھے اور فیصلہ کے لیے آتے تھے تو کیسے کیسے کیس آتے تھے۔ وہ صرف ایک کیونکہ میرا موضوع نہیں ہے۔ میں نے تمام مقدمات کو جمع کیا ہے لیکن یہاں گنجائش نہیں ہے کیونکہ میرے موضوع کے باہر ہے۔ ایک سن لیجیے کہ ایک مقدمہ ایسا آیا مدینہ میں کہ جس میں نہ کوئی وٹنس تھی اور نہ کوئی ایویڈنس تھی۔ بڑا مشکل ہے کسی جج کا ایسے مقدمے کا فیصلہ کرنا کہ جس میں شہادت ہی نہ ہو اور وہ واقعہ تاریخ میں یوں لکھا ہے کہ ایک آقا نے ایک غلام خریدا اور شام سے چلا مدینہ میں قبر رسولؐ کی زیارت کے لیے۔ غلام راستہ بھر خدمت کرتا آیا لیکن جب مدینہ ایک منزل رہ گیا یعنی رات کو سوئے صبح اٹھ کے جب چلیں گے تو مدینہ پہنچیں گے تو اب جو صبح ہوئی تو آقا نے غلام سے کہا میرے نہانے کے لیے پانی لاؤ' انتظام کرو' میرے کپڑے نکالو۔ کہا کیوں؟ تم خود میرے نہانے کے لیے پانی لاؤ۔ کہا میں کیوں لاؤں؟ کہا اسی لیے تمہیں خریدا ہے کہ مجھ پہ حکومت کرو...! ارے میں نے تم کو خریدا کہ تم نے مجھے خریدا؟ کہا وہ شام کی بات تھی' یہ مدینہ آرہا ہے۔ میں آقا ہوں تم غلام۔ نتیجتاً" نہ یہ نہائے نہ وہ اور دونوں مدینہ میں آگئے۔ ایک عجیب کیس آیا۔ ایک عجیب مقدمہ آیا۔ لوگ لے گئے دربار میں اور کہا حضور فیصلہ کیجیے۔ کہا کیا فیصلہ کریں۔ کہا یہ کہتا ہے میں آقا۔ وہ کہتا ہے

میں آقا۔ نہ اس کے پاس کوئی ثبوت نہ اس کے پاس کوئی ثبوت۔ اس کے پاس بھی دعویٰ' اس کے پاس بھی دعویٰ۔ غلام کہہ رہا ہے میں آقا ہوں۔ لوگوں نے کہا یہی آقا ہوگا۔ کہا کیوں۔ کہا بلند آواز سے بول رہا ہے' توجہ فرمایئے گا' یہ بلند آواز سے بول رہا ہے تو جو واقعی آقا تھا اس نے کہا کہ کیا مدینہ میں نبیؐ کے بعد اب کوئی انصاف کرنے والا نہیں رہا۔ سلمانؓ نے اٹھ کے کہا میرے ساتھ چلو علیؑ کے پاس۔ یہ کوئی اختلافی بات نہیں ہے۔ سارے اصحاب آئے۔ ہاں یا علیؑ اس کا فیصلہ آپ ہی کر سکتے ہیں۔ کہا کیا معاملہ ہے۔ کہا یہ کہتا ہے میں آقا ہوں۔ وہ کہتا ہے میں آقا ہوں۔ یہ کہتا ہے یہ غلام ہے وہ کہتا ہے کہ وہ غلام ہے۔ فیصلہ کیسے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں فیصلہ وہ کر سکتا ہے جو علم غیب رکھتا ہو۔ اب آپ ملاحظہ فرمایئے لیکن اگر علم غیب سے فیصلہ ہو تو جب علم قرآن سے نہیں مانتے تو غیب سے کیا مانیں گے۔ لہٰذا مولائے کائنات نے کہا تم دونوں جا کے آپس میں صحیح بات طے کر لو۔ مگر کہاں طے ہوتی ہے۔ کہا اچھا قنبر۔ کہا جی حضور۔ کہا ذرا یہ میری کچی دیوار میں دو سوراخ بنا دو۔ قنبر نے تلوار لے کے دو سوراخ بنائے' دو ہول بنائے۔ علیؑ نے کہا دونوں گردنیں نکال کے کھڑے ہو۔ دونوں سوراخ سے دونوں بحث کرنے والے گردن نکال کے کھڑے ہوئے۔ کہا قنبر ذرا جھوٹے غلام کی گردن تو اڑا دے۔ قنبر جھپٹے۔ غلام نے گردن کھینچ لی۔ صلوات۔

کہا یہ غلام ہے یہ آقا۔ نفسیاتی فیصلہ کر دیا اگر میں کہتا کہ قنبر ذرا غلام کی گردن اڑا دو تو دونوں گردن نکالے رہتے' یہ کیا جانیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شام سے آنے والے بھی علیؑ کو عالم جانتے تھے۔ تو آپ خود تلوار لے لیتے۔ کہا نہیں۔ میں نے تلوار قنبر کو دی تاکہ تم سمجھ لو جو علم ہمارے پاس ہے

گر ہمارے بعد کسی سے ملے گا تو ہمارے غلام سے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں
علیؑ نے ہمیشہ کے لیے ججمنٹ کر دیا کہ جب آقا غلام کا جھگڑا آئے تو جو گردن
کھینچ لے وہ غلام' جو گلا بڑھا دے وہ آقا۔ صلوات۔

جب وفات مولائے کائنات کے بعد یہی بحث عالم اسلام میں آئی تو ہمیشہ
یونہی فیصلہ ہوا کہ غلام کون ہے آقا کون ہے۔ بتا دیا جو تلوار سے ڈر جاتا ہے وہ
غلام ہوتا ہے جو تلوار کے سامنے گردن بڑھا دیتا ہے وہ آقا ہوتا ہے اس لیے
کہ نفسیات یہ ہے کہ جو گلٹی کانشس ہوگا وہ ڈرے گا اور جس نے غلطی نہیں
کی ہے وہ مظاہرہ جرات کرے گا۔ اسی پیمانے کے لیے اسلام کے آپ تمام
واقعات کو جانچ سکتے ہیں۔ اے برادران ملت! میرا موضوع یہ ہے کہ اسلام
سمجھنے کے لیے جو معتبر ترین ذریعہ ہے۔ اس میں علم بھی شرط ہے' اس میں
طہارت و عصمت بھی شرط ہے اور اس میں دیانت بھی شرط ہے۔ اس موقع پر
آل محمدؐ کے لیے کوئی انکار نہیں کرتا۔ حد یہ ہے کہ "فلپ کے ہٹی" تک نے
"ہسٹری آف دی عرب" میں لکھا جس نے اہل بیتؑ کے موافقت میں کتاب
نہیں لکھی بلکہ موافقین اہل بیتؑ کو برا بھلا لکھا' مخالفین آل محمدؐ کی مدح لکھی۔
جب وہ بارہ اماموں کی منزل پر آیا تو "فلپ کے ہٹی" نے بھی لکھا کہ شیعوں کے
بارہ امام اللہ کی طرف سے ہر غلطی اور ہر خطا سے محفوظ تھے۔ تو جب
ہسٹوریکل ٹھیک ہے کہ اہل بیتؑ معصوم تھے' غلطی کرتے نہیں تھے تو ایسے
سورس سے اسلام لیا جائے تو نجات ملے گی جہاں غلطی کا امکان نہ ہو۔ اسی
لیے آیہ تطہیر جب نازل کی' جب آیہ تطہیر کو نازل فرمایا تو پہاڑ پر نہیں نازل کیا'
غار میں نہیں نازل کیا' نبیؐ کے گھر میں نہیں نازل کیا۔ ارے پورا قرآن آیا
جہاں نبیؐ تھے وہاں آیا جہاں جہاں نبیؐ رہے وہاں وہاں قرآن نازل ہوتا رہا۔ غار

نیاز کیوں کی۔ ان کی محبت میں۔ منت کیوں کی۔ ان کی محبت میں۔ کڑا کیوں پہنا۔ ان کی محبت میں۔ طوق کیوں پہنا۔ ان کی محبت میں۔ اللہ کو محبت کا حق ہے' بندے کو نہیں۔ اب ایک فخر کرتا ہوں محبوب سب کے ہیں مگر ہمارا وہ محبوب ہے جو اللہ کا محبوب ہے لیکن ہمیں اللہ سے رقابت نہیں ہے۔ محبوب اگر مشترک ہوتا ہے تو عاشقوں میں رقابت ہوجاتی ہے۔ وہ مجازی محبت میں ہوتا ہے اور حقیقی محبت میں محبت ہوجاتی ہے۔ جب اللہ دیکھتا ہے محرم میں اتنا بڑا مجمع میرے حسینؑ کی محبت میں آگیا تو خوش ہوتا ہے جس کو ہم چاہتے ہیں اس کو تم چاہتے ہو۔ بس اتنی سی توجہ کا نام رحمت الٰہی ہے۔ تمام رحمتوں کا نزول عزاء کی وجہ سے ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں انشاء اللہ کل اور پرسوں کی مجلس میں زیادہ وضاحت آپ کے سامنے عرض کروں گا۔ آج ہمارا صرف ایک جواب ہے کہ ہماری عزاداری محبت اہل بیتؑ ہے۔ کہا محبت تو ہم بھی کرتے ہیں مگر ہم روتے نہیں' پیٹتے نہیں' ماتم نہیں کرتے' ہم ظاہر نہیں کرتے دل سے چاہتے ہیں۔ تو یہ تو ایک بے نمازی بھی کہہ سکتا ہے۔ اللہ کو تو ہم بھی مانتے ہیں۔ اللہ کے ہم بھی مطیع ہیں۔ بہت عظمت کرتے ہیں اللہ کی ہم ظاہرداری نہیں کرتے کہ پانچ وقت رکوع کریں' سجدہ کریں۔ تو کہا نمازی ہی تو دلیل اطاعت ہے۔ تو عزاداری ہی دلیل محبت ہے۔ اب محبت دو طرفہ ہوتی ہے' توجہ فرمایئے گا ہم ہی کو ان سے محبت نہیں ہے' ان کو بھی ہم سے اتنی محبت ہے کہ سید علی کلید بردار نے اپنی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ جب مجھے باپ کے مرنے کے بعد کلید برداری کا شرف حاصل ہوا تو وہ ابتدائے ماہ محرم تھا لیکن میں نے دیکھا کہ حسینؑ کی ضریح پہ اداسی چھا گئی' روضے پہ سناٹا چھا گیا' تو میں گھبرا گیا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ میری کلید برداری امام کو پسند نہ آئی ہو۔ تو ضریح پکڑ

کے عرض کی۔ مولا آج ہی میں کلید بردار ہوا' آج ہی سے آپ کا محرم شروع
ہوا۔ رونق آنا چاہئے تھی۔ یہ اداسی کیسی۔ یہ ضریح خالی خالی کیوں لگتی ہے۔
آقا کیا مجھ سے ناراض ہیں۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حرم اقدس میں دعا کر
رہا ہوں کہ ایک مرتبہ قبر مطہر شگافتہ ہوئی۔ حسینؑ برآمد ہوئے۔ کرسی نور پر
فروکش ہوئے اور کہا سید علی تو نے کیا پوچھا میں تجھ سے ناراض نہیں ہوں۔
محرم آگیا ہے۔ محرم کا چاند نمودار ہوا ہے۔ کہا آقا یہ سناٹا کیوں محرم میں۔ کہا
اس لیے کہ میں محرم میں ہند چلا جاتا ہوں۔ یہاں دو روایتیں ہیں۔ کہیں سندھ
لکھا ہے کہیں ہند لکھا ہے یعنی حسینؑ نے یہ بتایا کہ میں محرم میں کربلا میں نہیں
رہتا۔ کہا آقا کیا خصوصیت ہے اس خطہ ارض میں جو قبر اطہر چھوڑ کر چلے
جاتے ہیں۔ اب آپ سنئے گا حسینؑ نے کیا فرمایا۔ کہا سید علی وہاں کے لوگ
مجھے بہت چاہتے ہیں۔ وہ اپنے گھروں میں میری مہمانداری کا انتظام کرتے
ہیں۔ وہ اپنے گھروں میں مجھے مہمان رکھتے ہیں۔ مجھ سے بڑا پیار کرتے ہیں۔ مجھ
سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ بڑے خلوص سے میرا بڑا احترام کرتے ہیں اس لیے
میں ان کے گھروں میں مہمان ہو جاتا ہوں۔ ایک بات عرض کروں گا کہ سید علی
نے روضہ سید الشہداءؑ پر ویرانی دیکھی اور ہم ہر سال عزاخانوں میں رونق
دیکھتے ہیں۔ یہ علم سال بھر رہتے ہیں' یہ عزاخانے سال بھر رہتے ہیں لیکن دس
دن جو رونق ہوتی ہے یہ رونق اس لیے کہ حسینؑ مہمان آئے ہیں۔ آقا ہم کیا
خدمت کریں ہم کس لائق ہیں جو اپنے مہمان کی مہمان نوازی کریں۔ اے
بھوکے امام آپ کچھ کھائیں گے۔ نہیں۔ اے پیاسے امام آپ کچھ پئیں گے۔
نہیں۔ اے آقا ہم کیا چاہیں ذرا بتا دیجئے آپ کیا چاہتے ہیں۔ فرمایا کچھ نہیں
میں دو آنسوؤں کے لیے آیا ہوں۔ کہا آقا آپ کی شہادت کے بعد آپ پر گریہ

نہیں ہوا۔ کہا رونے والے نہیں تھے۔ کہا تھے تو مگر جب روتے تھے تو طمانچے پڑتے تھے۔ جب بیبیاں روتی تھیں تو تازیانے لگتے تھے۔ حضور آج ساتواں دن ہے حسینؑ کی مہمانی کو۔ اے مسلمانو! حسینؑ ہر اس گھر میں مہمان ہو جاتے ہیں جو خلوص سے مہمانداری کا انتظام کرتا ہے۔ میزبانی کا انتظام کرتا ہے۔ اے آقا آج آپ کو آئے ہوئے ساتواں دن ہے۔ آقا ہم روز ایک ایک شہید کو یاد کرکے روتے ہیں تاکہ آپ کی مہمان نوازی ہو سکے۔ اے آقا آج ہم آپ کے بھتیجے کو روئیں گے۔ قاسمؑ ابن حسنؑ کو روئیں گے۔ کون قاسمؑ۔ نبیؐ کے بڑے نواسے کا بڑا بیٹا شہزادہ قاسمؑ جس نے شب عاشور پوچھا تھا۔ بابا کیا میرا نام فہرست شہداء میں نہیں ہے۔ جواب ملا قاسمؑ تمہارے نزدیک موت کیسی ہے۔ کہا چچا آج کے دن شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ کہا تمہارا نام بھی ہے، تمہارے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کا بھی نام ہے۔ جناب قاسمؑ تڑپ گئے۔ ہاشمی خون رگوں میں جوش مارنے لگا۔ کہا چچا علی اصغرؑ کا نام۔ کیا اشقیاء خیمے میں آجائیں گے۔ کہا نہیں میں علی اصغرؑ کو میدان میں لے جاؤں گا۔ ایک مرتبہ جناب قاسمؑ مطمئن ہوئے۔ صبح عاشور سے اصحاب نے جانا شروع کیا۔ حسینؑ نے جنازے لانا شروع کیے۔ جناب زینبؑ نے ایک خیمہ خالی کیا تھا۔ اس میں ایک مسند بچھائی تھی۔ جب آل رسولؐ کے جنازے آتے تھے اس مسند پر رکھے جاتے تھے۔ بیبیوں کو پرسہ دیا جاتا تھا لیکن ہائے کچھ جنازے نہیں آسکے جس میں ایک جنازہ قاسمؑ کا بھی ہے جو اس مسند تک نہیں آیا۔ کیوں۔ اس لیے کہ صبح سے قاسمؑ کہہ رہے تھے۔ چچا مجھے بھی مرنے کی اجازت دیجئے۔ چچا مجھے بھی مرنے کی اجازت دیجئے۔ حسینؑ کیا فرماتے تھے۔ میرے لعل قاسمؑ تم میرے بھائی کی نشانی ہو۔ میرے لعل جب بھیا کو دیکھنے کو جی چاہتا ہے تو

تمہیں دیکھ لیتا ہوں۔ ٹھہر جاؤ۔ لکھا ہے کہ ام فروہؑ خیمے میں داخل ہوئیں تو کیا دیکھا کہ جناب قاسمؑ زار و قطار رو رہے ہیں۔ تین دن کے بھوکے پیاسے قاسمؑ ہچکیاں بندھی ہوئی ہیں۔ کہا بیٹا کیوں رو رہے ہو۔ میرے لعل یہ گریہ کس لیے ہے۔ کہا اماں کیا بتاؤں چچا اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ بڑی مشکل میں ہوں۔ کون میری مشکل کو حل کرے۔ ماں نے کہا قاسمؑ تمہارے باپ نے کہا تھا جب کوئی ایسی مشکل آئے جو حل نہ ہو تو بازو پر سے تعویز کھول لینا۔ کہاں ہاں ماں آپ نے یاد دلایا تعویز کھولا تو نہ قرآن کی آیتیں تھیں' نہ رسول اللہؐ کی حدیثیں تھیں' نہ کوئی نقش تھا' لکھا تھا میرے بھیا حسینؑ جب عاشور کا دن آئے گا تو میں نہیں ہوں گا۔ میری طرف سے قاسمؑ کو قبول کر لینا۔ ہاں انشاء اللہ آپ بہت روئیں گے کیونکہ چند راتیں رہ گئیں۔ قاسمؑ نے خط پڑھا۔ مسکرائے' آئے' چچا نے کہا قاسمؑ میں نے ابھی تمہیں سمجھایا تھا کہ جلدی نہ کرو۔ کہا چچا میں اجازت لینے نہیں آیا ہوں۔ کہا پھر؟ کہا ایک خط لایا ہوں' ایک تحریر لایا ہوں۔ حسینؑ نے جو تحریر دیکھی' رونے لگے۔ اے بھیا اجازت دی۔ قاسمؑ آئے خیمے میں بیبیوں سے رخصت ہوئے۔ گھوڑے پر حسینؑ نے بازو پکڑ کے سوار کیا۔ قاسمؑ میدان کربلا میں آئے۔ یہ کمسن بچہ خالی ایک کرتا پہن کے میدان میں پہنچا۔ نامی پہلوان آنے لگے۔ ارزق شامی کے بیٹے قتل ہوئے۔ خود ارزق بل کھاتا ہوا آیا۔ اسے بھی واصل جہنم کیا۔ عمر سعد نے آواز دی کس سے لڑ رہے ہو کس سے لڑ رہے ہو۔ علیؑ کا پوتا ہے۔ شام ہو جائے گی۔ گھیر کے قتل کرو۔ حکم ملنا ہی تھا کہ چاروں طرف سے رسالے دوڑے۔ تیر چلنے لگے' پتھر آنے لگے۔ جب فوج قریب آگئی تو نیزے چلنے لگے۔ جب گھوڑے پر نہ سنبھلا گیا تو زین پر سے فرش زمین پر آئے۔ بس حضور مجلس

تمام ہے، سن لیجئے۔ جو بھی گھوڑے سے گرا، اس نے آواز دی۔ آقا میرا سلام آخر قبول کیجئے مگر مقاتل لکھتے ہیں کہ جب حضرت قاسم گھوڑے سے گرے تو ماں کو آواز دی اماں میرا سلام آخر قبول ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آٹھویں مجلس

برادران ملت!

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرما رہا ہے کہ ہمارے رسولؐ کی سیرت تمہارے لیے نمونہ عمل ہے۔ اس آیت کے ذیل میں اسلام اور عزاداری کے موضوع پر اس حسینیہ سجادیہ میں جو گفتگو آپ کی خدمت میں آغاز کی گئی وہ کل اس منزل تک پہنچی تھی کہ یہ سمجھنے کے لیے کہ عزاداری اسلام کا جزو ہے یا نہیں، عزاداری اور رسوم عزاء بھی اسلام میں داخل ہیں یا نہیں، اس کی ضرورت تھی کہ پہلے ہم سمجھیں کہ اسلام کیا ہے اور اسلام کو کیونکر سمجھنا چاہئے، میں مسلسل یہ گفتگو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جسے تمام برادران اسلامی کے سامنے بلا تفریق کہ وہ کسی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہوں، کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، ان کا اپنا ذاتی اور نجی رجحان اور تصور اور

عقیدہ کچھ بھی ہو' میں نے آپ کے سامنے اس بات کی سعی کی اور اس بات کی کوشش کی۔ آپ میرے جج ہیں کہ آپ اس بات کا فیصلہ کریں کہ میں نے کہیں بھی اعتدال سے گریز کرنے کی کوشش نہیں کی کہ تمام برادران اسلامی اور تمام کلمہ گو اس بات پر فکر کریں کہ جب ہمارے سامنے مختلف انداز سے اسلام پیش کیا جاتا ہے۔ خدا کے بارے میں تمام مسلمانوں کے عقائد یکساں نہیں ہیں۔ اللہ کی عدالت پر بھی تمام مسلمانوں کے عقائد یکساں نہیں ہیں۔ خداوند عالم ہی نہیں بلکہ ختمی مرتبت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ ان کی زندگی اور ان کی سیرت طیبہ بھی تمام اسلام کے فرقوں میں یکساں نہیں بیان کی جاتی۔ ان کا درجہ' ان کا مرتبہ' ان کی وجہ خلقت میں بھی عالم اسلام میں اختلاف ہے تو میں نے جو فکر آپ کی خدمت میں پیش کی وہ فکر یہ کہ یہ اختلاف بنیادی ہے' یہ اختلاف قرآن وحدیث کا ہے' یہ اختلاف قرآن و سیرت کا ہے یا یہ اختلاف قرآن و سیرت کے پہنچانے والوں کے درمیان ہے۔ تو ہم اس فیصلے پر پہنچے کہ جو کچھ اختلاف ہوا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہم تک اسلام پہنچنے میں اختلاف ہوا' ایجنسی کا فرق ہوا یعنی رسولؐ سے جو اسلام ہم تک پہنچا اور آج بھی جو پہنچ رہا ہے اس میں جس جس طریقے کے علماء پیدا ہوتے رہے وہ اپنی فکر اور اپنے خیالات کو اسلام کے نام سے پیش کرتے رہے چنانچہ آج ایک نوجوان نے ایک پرچہ ابھی مجھے دیا جس میں ایک اخبار کی کٹنگ بھی لگی ہوئی ہے جس میں مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ایک قول درج ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اتنا کہنا میں کافی سمجھتا ہوں مگر کوئی حیرت کی بات بھی نہیں ہے۔ جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام سے جھوٹ بول سکتے ہیں ان کو علیؑ کے نام سے جھوٹ بولنے

میں کیا عار ہو سکتا ہے۔ بہرحال یہ چیزیں کیوں شائع کی جاتی ہیں۔ ان چیزوں کے شائع کرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ کوئی چڑے' تو چڑتا وہ ہے جس کے پاس دلیل نہیں ہوتی۔ اس کو چڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب ہم کیوں دیں اس کا جواب تو قرآن میں خدا دے رہا ہے' منبر سے رسولؐ دے رہا ہے۔

صلوات۔

تو میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی ملت کے لوگوں کو اور اپنے مذہب کے لوگوں سے یہ گزارش کروں کہ یہ سب اسی لیے ہوتا ہے کہ آپ کچھ کہیں اور جب کہیں تو وہ یہ کہیں کہ دیکھئے یہ کہتے ہیں۔ ہم نے کبھی کہا نہیں ہے۔ ہم سے ہمیشہ کہلایا گیا ہے۔ اب اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے میں نہیں جانتا لیکن بہتر یہ ہے کہ میں نے آپ کے سامنے جو اپنا طریقہ رکھا ہے اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کروں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ایجنسی کے لیے' ذریعہ کے لیے میں نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ معتبر ترین ذریعہ کیا ہے اور اعتبار کے کیا معنی ہیں۔ اعتبار کا معیار کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ علم رجال جو تمام علمائے اسلام نے قائم کیا ہے جس میں راویوں کا ماحول' راویوں کی زندگی' ان کے اعمال اور ان کے عقائد کا تجزیہ کیا جاتا ہے یعنی خلاصہ اس کا یہی ہے کہ اگر راوی معتبر ہے تو روایت معتبر ہے۔ اگر راوی غیر معتبر ہے تو روایت بھی غیر معتبر ہے۔ تو ایک جگہ تو وہ ہے جہاں ہمیں دیکھنا پڑے کہ معتبر ہے کہ نہیں ہے اور کچھ راوی ایسے ہیں جن کے لیے آیہ تطہیر قرآن میں موجود ہے' جن کے اعتبار کی ضمانت قرآن دے رہا ہے' جہاں علم رجال کی ضرورت ہی نہیں' جن کی صداقت کی تصدیق قرآن کر رہا ہے' جن کی ساری زندگی معتبر ہے اور اتنی معتبر ہے کہ آج ان کے قول کے بغیر کسی کی شخصیت معتبر نہیں ہو پاتی۔ صلوات۔

آپ ملاحظہ فرمائیں اسی لیے قدرت نے اہتمام کیا۔ بات کو سمجھانے کے کئی طریقے ہوتے ہیں۔ جو صاحبان علم ہیں' جو صاحبان فہم و ذکاء ہیں' جن کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ اسلام اور اسلامیات سے واقف ہونے کی کوشش کرتے ہیں ان کے لیے قرآن مجید کی آیتیں ہیں' ان کے لیے احادیث رسول ہیں' ان کے لیے تاریخ اسلام ہے لیکن اللہ نے یہ چاہا کہ ان لوگوں کو بھی جو قرآن سے معنی اخذ نہیں کر سکتے' ان لوگوں کے لیے بھی جو حدیث کے معنی نہیں سمجھ سکتے ہیں' ان لوگوں کے لیے بھی جو تاریخ کا عمیق مطالعہ نہیں کر سکتے کچھ ایسے واضح اشارے کر دیئے جائیں کہ انہیں یہ محسوس ہو جائے کہ ہماری ایجنسی کونسی ہے جس کے ذریعے ہم اسلام نبیؐ کے بعد قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ نبیؐ آخر تو ختمی مرتبت ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا' ان کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا' قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی۔ بس یہی آخری کتاب ہے' یہی آخری رسول ہے اور قرآن کی ایک ایک آیت پر ہمارا رسولؐ تم کو عمل کر کے دکھائے گا بلکہ ہم یہ انتظام کریں گے کہ وہ عمل کرتا جائے' ہم آیت نازل کرتے جائیں تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ اسلام ہمارے لیے قابل عمل نہیں ہے۔ اب دوسرا سوال تمہارے ذہن میں رہے گا کہ جب نبی ہمارے درمیان سے چلا جائے گا' جب رسول کو ہم واپس بلالیں گے اس لیے کہ خالی وہ تمہارا رسول نہیں ہے' وہ رحمت اللعالمینؐ ہے' سارے عالم کے لیے اس کو رحمت قرار دیا ہے تو ابھی تمہیں کیا پتا کہ کس کس عالم میں اپنے رسول کو بھیجنا ہے تو جب ہم اس نعمت کو تمہارے درمیان سے اٹھالیں گے تو تم پریشان ہو گے کہ رسول کے بعد ہم کس سے اسلام پوچھیں' قرآن کی آیتوں کے معنی کس سے پوچھیں' حدیث کا مطلب کس سے پوچھیں' سیرت رسولؐ کس سے

معلوم کریں تو ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ایک ایسی ایجنسی' ایک ایسا سلسلہ ہدایت
کا تمہارے درمیان باقی رکھیں' تمہارے درمیان قائم رکھیں کہ جن سے تم
پوچھ سکو۔ اگر تمہیں ہدایت کی ضرورت ہو تو ہر دور میں ہم ایک ہادی رکھیں
گے۔ تم میں یہ بحث ہوگی کہ وہ ہادی کون ہے تو تم صرف اتنی بات پر غور کر لینا
کہ وہ ہادی جو نبیؐ کے بعد قابل پیروی ہوگا وہ کسی نئے دین کا ہادی ہے یا اسی
دین کا ہادی ہے جس کا آخری نبی ہمارا رسولؐ ہے۔ وہ ہادی جس سے تم اسلام
معلوم کرنا چاہتے ہو اس کی اپنی کوئی کتاب ہے یا وہ اسی کتاب کے مطابق
ہدایت کرے گا جس کا نام قرآن مجید ہے۔ وہ ہادی جس سے تم اسلام لینا چاہو
گے وہ ہادی خود نمونہ بنے گا تمہارے لیے کہ جو ہم کر رہے ہیں وہ اسلام ہے یا
وہ پیروی سیرت رسولؐ کرکے یہ بتائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
کی یہ سیرت تھی تو سارے فرقے اس بات پر متفق ہوں گے کہ ہادی کا تصور نبیؐ
کے بعد ہدایت کا تصور یہ نہیں ہے کہ نبیؐ کا ہادی دین خدا کے علاوہ کوئی دین
پیش کرے' قرآن کے علاوہ کوئی کتاب پیش کرے' حدیث نبویؐ کے علاوہ اپنی
کوئی حدیث پیش کرے یا سیرت رسولؐ کے علاوہ اپنی کوئی سیرت پیش کرے۔ تو
پھر ہادی کا مطلب کیا ہے۔ ہادی کا مطلب یہ ہے کہ جو نبیؐ پہنچا گیا اس کو باقی
رکھے۔ اس میں تبدیلی نہ آنے پائے' اس میں امینڈمنٹ نہ ہونے پائیں' اس
میں کمی نہ ہونے پائے' اس میں کوئی اضافہ نہ ہونے پائے تو جو اتنا دین کو سنبھال
لے کہ نہ کمی ہونے پائے نہ زیادتی ہونے پائے نہ اضافہ ہونے پائے نہ کوئی چیز
گھٹنے پائے ویسا ہی میرا دین رہے جیسا نبیؐ لایا تھا بس وہ تمہارا ہادی ہوگا۔ تو یہ
منزلت کس کی ہوگی۔ کہا اس کی ہوگی جس کو ہم اتنا پاور دیں گے کہ وہ اپنے
نفس کو اتنا کنٹرول کرلے کہ ہم آواز دیں تیرا نفس تو میرا نفس ہے۔ توجہ فرمائی

آپ نے نفس اللہ کے ہوتے ہوئے غیر نفس اللہ کی پیروی میں اس کی شمولیت نفس ضروری ہے لہٰذا دین کو خطرہ یقینی ہے۔ اب میں مناظرہ نہیں کرنا چاہتا' مباحثے میں نہیں پڑنا چاہتا اگر آپ کسی راوی کی روایت سے پہلے اس کی زندگی پر غور کریں گے تو کہاں سے شروع کریں گے۔ صلوات۔

میں نے علم الرجال کی کتابوں میں راویوں کی سوانح حیات پڑھی ہے اور علماء کو علم رجال میں بحث کرتے دیکھا ہے تو وہ اپنی گفتگو یہاں سے شروع کرتے ہیں کہ جس سے ہم یہ روایت کر رہے ہیں وہ راوی کس قبیلے کا تھا' کس خاندان کا تھا' کس باپ کا بیٹا تھا' کس ماں کا بیٹا تھا اور اس کی ولادت کہاں ہوئی اور جہاں ولادت ہوئی وہاں کا ماحول کیا تھا اور اس نے کس سے علم حاصل کیا اور علم حاصل کرنے کے بعد جو اس نے روایت کی تو درمیان میں کونسے راوی اختیار کیے۔ صلوات۔

روایت کرنے والوں میں چاہے وہ ازواج کرام ہوں' چاہے وہ اصحاب کرام ہوں' چاہے وہ تابعین ہوں' چاہے وہ تبع تابعین ہوں' چاہے وہ علماء امت ہوں' چاہے وہ رہبران ملت ہوں روایت کر دینا مشکل ہے۔ ادھر کسی نے ایک روایت کی' اس کی چھان بین اور انکوائری شروع ہو گئی۔ تو ایک روایت پر تو چھان بین اور پورا اسلام جو پیش کرے اس میں محض اعتبار بغیر چھان بین کے تو کیا آپ مجھ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد اسلام پیش کرنے والی شخصیتوں میں' میں سب کا علم رجال پیش کروں گا۔ نہیں۔ میرے پاس نہ اتنا وقت ہے نہ آپ میں اتنی قوت سماعت ہے۔ مجھے تو مقصد سے مقصد ہے۔ میرا نوجوان تو یہ چاہتا ہے کہ ایک محفوظ ذریعہ بتا دیجئے' ایک معتبر ترین نام بتا دیجئے کہ جس کے ذریعے سے ہم اسلام

معلوم کر سکیں۔ تو آیئے علم رجال سے دیکھئے۔ اس کا نام اور نام نامی' میں کیا عرض کر رہا ہوں' یہ یاد رکھئے گا میں راوی کی بات کر رہا ہوں جس سے روایت ملے۔ نماز کیا ہے' روزہ کیا ہے' حج کیا ہے' زکوۃ کیا ہے' خمس کیا ہے' جہاد کیا ہے' توحید کیا ہے' عدل کیا ہے' نبوت کیا ہے' امامت کیا ہے' قیامت کیا ہے' سیرت کیا ہے' اس سے زیادہ آپ کو کیا معلوم کرنا ہے' توجہ چاہ رہا ہوں' تو میں ایک راوی کا نام دیتا ہوں اس لیے کہ اگر میں یہ کہوں گا کہ میں ہادی کا نام لیتا ہوں تو آپ کہیں گے ہم ہادی نہیں مانتے۔ اگر میں کہوں گا میں ایک ولی کا نام لیتا ہوں تو لوگ کہیں گے کہ ہم انہیں ولی نہیں مانتے۔ اگر میں کہوں گا میں ایک خلیفہ کا نام لیتا ہوں تو لوگ کہیں گے ہم انہیں خلیفہ نہیں مانتے۔ اگر میں کہوں گا میں ایک مجتہد کا نام لیتا ہوں تو کوئی کہے گا ہم مجتہد نہیں مانتے۔ اگر میں کہوں گا میں نائب کا نام لیتا ہوں تو لوگ کہیں گے ہم نائب نہیں مانتے۔ میں کہتا ہوں میں ایک راوی کا نام لیتا ہوں جس نے رسولؐ سے روایتیں کیں اور ہم تک اسلام پہنچایا۔ اس راوی کا نام ہے علیؑ۔ صلوات۔

عالم اسلام کے تہتر فرقوں میں ایک عالم دین یہ نہ کہے گا کہ علیؑ راوی نہیں ہیں۔ راوی کا مطلب روایت کرنے والا۔ بھئی جب سب نے روایت کی **قال رسول اللہ** تو علی نے بھی کہا **قال رسول اللہ**۔ جب سب نے روایت کی کہ پیغمبر اسلامؐ نے اس آیت کے یہ معنی بتائے علیؑ نے بھی روایت کی کہ پیغمبرؐ نے اس آیت کے یہ معنی بتائے۔ جب کسی راوی نے روایت کی کہ ہم نے نبیؐ کو یوں نماز پڑھتے دیکھا علیؑ نے بھی روایت کی کہ ہم نے یوں نماز پڑھتے دیکھا۔ جب کسی نے روایت کی کہ ہم نے اس وقت پر روزہ کھولتے دیکھا علیؑ نے بھی روایت کی کہ ہم نے اس وقت پر روزہ کھولتے دیکھا۔ کیا وجہ ہے کہ ہر ایک

راوی پر غور کیا جائے اور علیؑ کو بحیثیت راوی بھی سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے۔ تو آیئے انہی پانچوں باتوں کو پرکھ لیں جو ہر راوی کے لیے پرکھی جاتی ہیں۔ علیؑ کس خاندان سے تھے۔ کہا خاندان نبوت سے تھے۔ تو اب اس سے معتبر کوئی خاندان تھا۔ ایسا خاندان تھا کہ اللہ نے اسی خاندان میں قرآن نازل کیا' اسی خاندان میں آخری رسولؐ چنا۔ خدا جس خاندان سے آخری رسول چنے ہم اس خاندان کا راوی نہ مانیں۔ صلوات۔

علیؑ کا تعلق کس خاندان سے تھا۔ خاندان رسالت سے تھا۔ خاندان بنی ہاشم سے تھا۔ اس خاندان سے تھا کہ جس خاندان میں نبیؐ تھا۔ اور کہوں اس خاندان کا راوی ہے علیؑ جس خاندان کے پاس کعبہ کی تولیت تھی' جس خاندان میں اللہ کے گھر کے متولی تھے اسی خاندان سے تھا علیؑ۔ رسولؐ سے رشتہ کیا تھا۔ رسولؐ کا چچازاد بھائی تھا۔ یہ خدا کے اختیار میں تھا بندے کے اختیار میں نہیں' میں کچھ عرض کر رہا ہوں' کس کو کہاں پیدا کرے خدا جانتا ہے بندہ نہیں۔ چچازاد بھائی ہونا خدا کا اختیار ہے نہ نبیؐ کا اختیار تھا اس کا چچازاد بھائی علیؑ ہو نہ علیؑ کا اختیار تھا کہ ان کے چچازاد بھائی محمدؐ ہوں۔ یہ تو خدا نے جس کو جس کے نسب میں چاہا پیدا کیا۔ بعد کے رشتے نبیؐ کے اختیار میں تھے نبیؐ سے علیؑ کا دہرا رشتہ تھا۔ حسب و نسب میں چچازاد بھائی تھے۔ حسب میں چچازاد بھائی تھے۔ نسب کی منزل میں آئے داماد تھے۔ تو داماد بنانا بندے کا کام ہے اپنی بیٹی کے لیے جسے چاہے پسند کرے۔ میں کچھ عرض کر رہا ہوں' جسے چاہے پسند کرے۔ تو جب لوگ فاطمہؑ کی خواستگاری کے لیے آئے اور پیغمبر سے کہا یا رسول اللہؐ ہم آپ کی بیٹی کے ساتھ پیغام عقد دیتے ہیں تو نبیؐ نے کیا جواب دیا میری بیٹی کے لیے مجھے حق نہیں ہے خدا کو حق ہے۔ اب آپ

اصاف سے جائیں جو نبیؐ اپنی بیٹی خود نہ دے سکتا ہو۔ صلوات۔

کہا پھر کسے حق ہے اگر آپ کو حق نہیں ہے۔ کہا فاطمہؑ کے عقد کا حق خدا ہے۔ خدا جس کے ساتھ چاہے گا اور خدا جس کے ساتھ حکم دے گا میں بنی بیٹی کو اس کے ساتھ بیاہوں گا۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا انہیں شادی کرنا نہیں ہے۔ بھلا کسی کی بیٹی کا حق خدا کو بھی ہوتا ہے اور خدا ہی نے تو باپ کو بیٹی کے عقد کا حق دیا۔ اب پیغمبرؐ کیا کریں۔ اللہ کہتا ہے تمہیں حق نہیں ہے مجھے حق ہے۔ امت کہہ رہی ہے آپ بہانہ کر رہے ہیں۔ دعا کی معبود اس مسئلے کو حل کر دے۔ کہا اچھا میرے حبیب ان سے کہہ دو کہ آج رات اپنے بالا خانوں پر چلے جائیں۔ آسمان سے ستارہ نازل ہو گا جس کی ڈیوڑھی پر اترے اسی کے ساتھ فاطمہؑ کا عقد ہو گا۔ میرا سوال ہے کہ پورا قرآن جبرائیلؑ لے کے ایک دو الفاظ لانے میں کیا حرج تھا کہ فاطمہؑ کا عقد کس کے ساتھ ہو گا مگر کہا جب ان کو تم پر اعتبار نہیں۔ کیوں اعتبار نہیں۔ تم ہو میرے رسول اور یہ ہیں ستارہ پرست تو اب میں انہی کے خدا کو بھیجوں گا۔ صلوات۔

انہی کے خدا کو بھیجوں گا جنہیں یہ اپنا خدا کہتے رہے وہی آئے گا۔ لوگ لا خانوں پر چڑھ گئے۔ آسمان سے ایک ستارہ چلا۔ جب ستارہ چلا سب کی نگاہیں آسمان پر وہ آرہا ہے' وہ آرہا ہے۔ اب سب خوش کہ ہمارے ہی گھر آرہا ہے۔ یہ ایک نفسیاتی بات ہے اس لیے کہ جب چاند نکلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ہی گھر میں نکلا ہے۔ توجہ فرمائی حد مستقیم ہر ایک کے گھر میں بنتا ہے۔ تو اب جو ستارہ چلا تو سب نے کہا ہمارے یہاں آرہا ہے۔ ایک دفعہ جب وہ قریب پہنچا مدینہ کی فضاؤں میں داخل ہوا تو اس نے چکر کاٹنا شروع کیا۔ اب ذرا عالم دیکھئے ابھی سب دیکھ رہے تھے وہ آرہا ہے' ہمارے گھر آرہا ہے اب جو

اس نے گھومنا شروع کیا تو سب نے گھوم گھوم کے دیکھنا شروع کیا۔ توجہ فرمائی' طواف کرنے لگا اور طواف کرتے کرتے محلہ بنی ہاشم کی طرف جھکا۔ محلہ بنی ہاشم میں علیؑ کی ڈیوڑھی پر جھکا اور سب نے بلندیوں سے دیکھا۔ ایک مرتبہ سیدھا بلند ہوا اور پکارتا گیا اے آسمان کے ستارو تم میں کون ہے مجھ سے بہتر کہ میں نے علیؑ کی ڈیوڑھی کا بوسہ دیا ہے۔ صلوات۔

ابھی میری منزل آگے ہے میں نے کیوں یہ واقعہ بیان کیا۔ ہم عزادار جب عزاخانوں میں جاتے ہیں' امام باڑوں میں جاتے ہیں' روضوں پر جاتے ہیں تو جھک کے چوکھٹ کا بوسہ دیتے ہیں تو لوگ ہم سے پوچھتے ہیں قرآن میں کہاں لکھا ہے' حدیث میں کہاں لکھا ہے' اسلام میں کہاں لکھا ہے' کہتے ہیں آسمانی مذہب پر عمل کرو۔ اس چوکھٹ کو چومنے ایک آسمان والا آیا تھا اور سارے اصحاب نے دیکھا کہ اس نے چوکھٹ کو چوما اور جب چوم لیا تو فخر کیا تم میں کون ہے ہم سے بہتر کہ ہم نے اس ڈیوڑھی کو چوما۔ وہی فخر ہم کرتے ہیں مسلمانو تم میں کون ہے جو ہم سے بہتر ہے کہ ہم اس دروازے کو چومتے ہیں۔ صلوات۔

آستانہ بوسی' ڈیوڑھی کو چومنا یہ ستارے نے کیا جو عقل رکھتا ہے نہ ہوش نہ حواس' نہ انسان ہے نہ جن' نہ اس پر کوئی عبادت واجب' توجہ چاہ رہا ہوں' اس نے تو حکم خدا کی اطاعت کی آپ کے دروازے کو چوما اور چلا گیا۔ اب کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پوچھا ستارہ کس کے گھر اترا' توجہ چاہ رہا ہوں' کہا علیؑ کے گھر۔ بھئی سر تو سب کا جھکا کہا علیؑ کے گھر اترا۔ کہا فاطمہؑ کا عقد علیؑ کے ساتھ ہوگا۔ اب توجہ چاہ رہا ہوں' میری منزل قریب آگئی' ارباب ملت فاطمہؑ کی شادی رسولؐ کی بیٹی

کی شادی ایک بالکل رسولؐ کا پرسنل اور ذاتی مسئلہ تھا مگر خدا نے بتا دیا کہ میرا نبیؐ ہے اسے گھر کا داماد بنانے کا بھی حق نہیں ہے مجھے ہے' میں کچھ کہہ گیا۔ صلوات۔

تو علیؑ وہ راوی ہے جو بنی ہاشم ہے' خانوادہ رسالت سے ہے' نبیؐ کا چچازاد بھائی ہے اور نبیؐ کا بحکم خدا داماد ہے اور نبیؐ نے کہا یا علیؑ اگر تم نہ ہوتے تو میری بیٹی کا کوئی کفو نہ تھا۔ اے مسلمانوں ہاتھ جوڑ کے عرض کرتا ہوں کہ معنی بھی سمجھے اگر علیؑ نہ ہوتے تو بیٹی کا کفو نہ ہوتا۔ تو آپ کا کیا ذکر ہے نبیؐ کی بیٹی ایسی تھی کہ علیؑ نہ ہوتے تو کوئی کفو نہ ہوتا۔ کیوں۔ بیٹی تھی معصومہ۔ زوجہ پہ شوہر کی اطاعت واجب لہٰذا اگر معصوم نہ ہوتا تو بیٹی بیاہی نہ جاتی۔ بیٹی بیاہی نہ جاتی تو اولاد نہ ہوتی اور اولاد نہ ہوتی تو

"انا اعطینٰک الکوثر۔ فصل لربک وانحر۔ ان شانئک ھوالابتر"

تو خاندان رسالت سے ہے انگلیوں پر گنتے چلیے گا۔ خاندان رسالت سے ہے اللہ نے اس کو نبیؐ کا چچازاد بھائی بنایا ہے۔ اللہ نے اس کو نبیؐ کا داماد بنایا ہے خاندان ہوگیا۔ باپ کون ہے۔ ابوطالب۔ ماں کون ہے۔ فاطمہ بنت اسد۔ باپ ہے ابوطالب۔ ماں کون ہے فاطمہ بنت اسد۔ باپ کون تھا۔ جس نے نبیؐ کو پالا۔ اس میں بحث ہے کہ ایمان لائے کہ نہیں لائے مگر اس میں تو بحث نہیں ہے کہ پالا ابوطالب نے' توجہ چاہتا ہوں' لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ کی کیا صفت۔ نبیؐ نے علیؑ کو پالا تو جو بھی کمالات علیؑ کے تھے وہ علیؑ کے ذاتی نہ تھے وہ تو آغوش کا اثر تھا۔ تو علیؑ میں کمال آیا وہ محمدؐ کی آغوش کا اثر تھا اور محمدؐ میں جو کمالات تھے وہ کس کی آغوش کا اثر تھا۔ صلوات۔

دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔ وہ باپ جس نے اپنے بیٹوں کو لٹا دیا'

نبیؐ کو اٹھا لیا راتوں کو۔ جب لوگوں نے پوچھا ابو طالب یہ کیا کرتے ہو۔ کہا تمہیں نہیں معلوم کوئی دشمنی سے اگر قتل کرنے کو آئے تو میں چاہتا ہوں میرا بیٹا قتل ہو جائے مگر نبیؐ بچ جائیں۔ کیا سمجھ کے بیٹا قربان کر رہے تھے اور کیا سمجھ کے انہیں بچا رہے تھے۔ قدرت نے اسے قرآن کی سند بنا دیا۔ ابو طالب تیرے دل میں تمنا ہے کہ بستر پر تیرا بیٹا لیٹے اور محمدؐ بچے تو جب مجھے نبیؐ کی جان بچانا ہوگی تو میں اور کسی کو نہیں لٹاؤں گا تیرے ہی بیٹے کو لٹاؤں گا۔ صلوات۔

جس راوی کا باپ ابو طالب' جس راوی کی ماں فاطمہ بنت اسد اب یہ راوی پیدا کہاں ہوا۔ صلوات۔

جائے ولادت کہاں ہے راوی کی۔ راوی کہاں پیدا ہوا۔ راوی تو خانہ کعبہ میں پیدا ہوا۔ ہم تو یہی سنتے ہیں کہ فلاں کے گھر بچہ ہوا۔ فلاں کے گھر بچہ ہوا۔ آپ کہہ رہے ہیں اللہ کے گھر بچہ ہوا۔ قرآن میں ہے۔

قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفوا" احد

اور مورخ لکھتا ہے کہ خدا کے گھر بچہ ہوا۔ کہا آپ سمجھے نہیں بچہ خدا کا نہیں ہے۔ تاریخ عالم و آدم سے کوئی ایسا راوی ڈھونڈ کے نہ لا سکیں گے جو اللہ کے گھر میں پیدا ہوا ہو۔ ایک ہی راوی ہے جو اللہ کے گھر میں پیدا ہوا۔ اللہ کے گھر میں' خانہ کعبہ میں' بیت اللہ میں اور تمام روایتیں اس بات کی شاہد ہیں کہ علی ابن ابی طالبؑ شکم اطہر میں مادر گرامی سے گفتگو کرتے تھے۔ بس ایک منزل پیش کرنا ہے' دامن وقت میں گنجائش نہیں۔ صاحبان فہم و ذکاء کا مجمع ہے۔ پ اشاروں کو سمجھتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں فاطمہ بنت اسد کعبہ میں دعا کرنے گئیں تھیں۔ کوئی ایسی بی بی جس کے شکم میں بچے کی ولادت کا زمانہ قریب ہو کرنے گھر سے باہر نہ جائے گی چہ جائیکہ فاطمہ بنت اسد۔ مولوو کہتا تھا مادر

گرامی گھر سے چلیے' اللہ کے گھر چلیے' ولادت کعبہ میں ہوگی اور فاطمہ بنت اسد سوچتی ہیں کہ بچہ جو باتیں کرتا ہے پیٹ میں یہ کہہ رہا ہے کہ کعبہ میں چلو تو دعا کرنے لگیں۔ کیا دعا کی روایت بتاتی ہے فاطمہ بنت اسد نے دعا کی۔ معبود اس مشکل کو مجھ پر آسان کر دے۔ نہ ولادت کی دعا' نہ کسی تکلیف کی دعا' مشکل کی آسانی کی دعا۔ میں نے فکر کی کیا مشکل تھی۔ مشکل یہ تھی کہ شریعت محمدیؐ ابھی آئی نہیں' قرآن ابھی نازل ہوا نہیں' مسلمان کے لیے شریعت عیسیٰؑ نافذ ہے۔ انجیل کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ جناب فاطمہ بنت اسد کے سامنے یہ روایت ہے کہ جب مریمؑ بیت المقدس میں تھیں اور عیسیٰؑ کی ولادت کا وقت آیا تو وحی نازل ہوئی۔ مریمؑ باہر جاؤ اس لیے کہ یہ عبادت کی جگہ ہے زچہ خانہ نہیں ہے اور جناب مریمؑ بیت المقدس سے باہر گئیں۔ بچہ کہہ رہا ہے کعبہ میں چلیے۔ خدا مریمؑ سے کہہ رہا ہے بیت المقدس کے باہر جاؤ اور یہ کہہ رہا ہے کعبہ میں چلیے تو اس مشکل کو مجھ پر تو آسان کر کہ سیرت مریمؑ پر عمل کروں یا بچے کے کہنے پر عمل کروں۔ یہ دعا کر ہی رہیں تھیں کہ ایک مرتبہ دیوار کعبہ شق ہوئی۔ صلوات۔

کعبہ کی دیوار شق ہوئی اور فاطمہ بنت اسد کعبہ میں داخل ہوئیں۔ در موجود' دروازہ موجود مگر دیوار کا کھلنا دعا کی قبولیت ہے یعنی اس طرح سے مشکل آسان کرنا کہ لوگ یہ نہیں کہیں کہ سیرت مریمؑ کے خلاف کیا۔ نشانی تیری طرف سے ہونی چاہیے تاکہ کسی کو اعتراض کا موقع نہ ہو۔ آپ کسی عورت کو نہیں کسی مرد کو کسی دیوار کے پاس لا کے کھڑا کر دیجیے اور دیوار پھٹے۔ دیکھوں کے منہ نکلتا ہے۔ فاطمہ بنت اسد کا استقلال بتا رہا ہے کہ میں کیسے بھاگوں۔ میں کرار کی ماں ہوں۔ غیر فرار کی ماں ہوں۔ یہ اللہ کا اشارہ ہے۔ میں کعبہ میں

جاؤں گی۔ کعبہ میں گئیں۔ دیوار بند ہوئی۔ اب لوگ آئے۔ جو دو چار تھے کعبہ میں۔ کہا فاطمہ بنت اسد کعبہ میں چلی گئیں۔ ابوطالب فاطمہ بنت اسد کعبہ میں چلی گئیں۔ لوگ آئے قفل کو دیکھا بند۔ کھولنے کی کوشش کی۔ کھلا نہیں۔ بھئی جس کی کنجی لوگوں کے پاس تھی وہ قفل ان سے نہیں کھلا۔ ایک دن نہیں دو دن نہیں تین دن تک نہیں کھلا اور سب چکر کاٹ رہے ہیں کدھر سے گئیں' کیسے گئیں' ادھر گئے ادھر گئے۔ یہ طواف ہو رہا ہے۔ یہ طواف ہو رہا ہے تاریخ میں لکھا ہے کہ لوگ سرور کائنات کے پاس گئے۔ ابھی کہا نہیں ہے کہ میں نبیؐ ہوں' اعلان نبوت نہیں ہوا ہے' قرآن نازل نہیں ہوا ہے۔ جا کے کہا ابوطالب ذرا اپنے بھتیجے سے کہو کعبہ میں چلیں' قصہ کیا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں عربوں سے کہ فاطمہ بنت اسد کعبہ میں ہیں' تم محمدؐ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ کہ تم کچھ سمجھتے ہو کچھ ان کا تعلق ہے اور اللہ کی مرضی یہی بتا سکیں گے۔ لوگوں نے جب کہا محمدؐ عربی آئے اور آ کے وہیں پہ کھڑے ہوئے جہاں پر دیوار میں شگاف آیا تھا کہ ایک مرتبہ جہاں سے دیوار شق ہوئی تھی وہیں سے پھر دیوار شق ہوئی اور محمدؐ پھر وہیں سے داخل ہوئے۔ مجمع لگا رہا تھوڑی دیر میں دیوار پھر کھلی اور اب جو دیکھا محمدؐ نکل رہے ہیں اور گود میں ایک بچے کو لیے ہوئے ہیں۔ صلوات۔

دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔ یہ نبیؐ کے لا رہے ہیں۔ وصی کہوں تو آپ اختلاف کریں گے' خلیفہ کہوں تو آپ بحث چھیڑ دیں گے' جانشین کہوں تو آپ اختلاف کریں گے۔ یہ اپنا راوی لا رہے ہیں اور کہاں سے لا رہے ہیں۔ خدا کے گھر سے لا رہے ہیں۔ ارے آپ کو خدا کے گھر والے پہ بھروسہ نہیں ہم آپ پر کیسے بھروسہ کریں۔ صلوات۔

یہ راوی ہم کعبہ سے لائے' یہ راوی ہم ذوالعشیرہ سے لائے' توجہ چاہ رہا
ہوں' یہ راوی ہم شب ہجرت کے بستر سے لائے' یہ راوی ہم میدان بدر سے
لائے' یہ راوی ہم میدان احد سے لائے' یہ راوی ہم میدان خندق سے لائے
اور یہ راوی ہم میدان خیبر سے لائے' یہ راوی ہم صلح حدیبیہ کے صلح نامے
سے لائے۔ میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ تو ایسا راوی ہے کہ بدر میں نہ
ہوتا تو سارے راوی مرجاتے' احد میں نہ ہوتا تو سارے راوی مٹ جاتے'
خندق میں نہ ہوتا تو سارے راوی بھن جاتے' خیبر میں نہ ہوتا تو سارے راوی
خندق میں گر جاتے۔ یہ وہ راوی ہے جس کے ہاتھ پر سارے راوی تھے۔
صلوات۔

ہم اس سے اسلام لیتے ہیں جس نے براہ راست نبیؐ سے روایت کی۔ ہم
نے اس سے اسلام لیا ہے کہ جس نے نبیؐ کی سیرت کو دہرایا' احادیث کے معنی
سمجھائے جس نے قرآن مجید کے معنی بتلائے اور اعلان کیا پوچھو پوچھو جو کچھ تم
کو پوچھنا ہو۔ قبل اس کے کہ تمہارے درمیان سے اٹھ جاؤں۔ اے
برادران اسلامی مجھے فکر نہیں ہے کہ آپ کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں
انصاف سے بتایئے جب وہ منبر پر بیٹھا کہہ رہا تھا صلونی صلونی تو آپ کیوں نہ
بولے۔ تم سے کیا پوچھیں تم خود ہی ہم سے پوچھو۔ سب کہتے تھے یہ بتایئے یہ
بتایئے اور جب وہ بتاتا تھا تو کہتے تھے یا علیؑ سوچتے نہیں ہو' فکر نہیں کرتے ہو'
غور نہیں کرتے ہو' جو پوچھا جو پوچھا فوراً بتایا۔ پلٹ کے پوچھا ہاتھ میں
کتنی انگلیاں ہیں۔ کہا پانچ۔ کہا سوچا نہیں گنا نہیں' غور نہیں کیا۔ کہا یہ تو
سامنے کی بات ہے۔ کہا جیسے تمہارے لیے پانچ انگلیاں سامنے کی ہیں کائنات کا
علم میرے سامنے کا ہے۔ صلوات۔

بس آخری بات کس نے منبر سے اعلان کیا پوچھو پوچھو جو کچھ تم کو پوچھنا ہو۔ قبل اس کے کہ تمہارے درمیان سے اٹھ جاؤں۔ ہم اور کچھ نہیں کہتے ہم کہتے ہیں اسی سے پوچھو جو کہتا تھا پوچھو۔ تو کسی نے کہا ہی نہیں کہ ہم سے پوچھو تو ہم کسی سے کیوں پوچھیں وہ کہتا تھا ہم سے پوچھو ہم بتائیں گے کہنے والا کہتا تھا پوچھو پوچھنے والوں کی سمجھ میں نہ آتا تھا کیا پوچھیں۔ تو ایک راوی یہ کہہ رہا ہے پوچھو اور وہ منبر پر جائے تو سلونی کہے' جب بستر پر لیٹے تو سو جائے اور نفس خدا سے سودا ہو جائے' وہ جو میدان میں جائے تو مجاہد بن جائے' فاتح بن جائے' وہ جس کے بغیر کوئی اسلام مکمل ہی نہیں ہوتا' جس کو پہلا نہ مانیں تو شیعہ نہ رہیں' جس کو چوتھا نہ مانیں تو سنی نہ رہیں۔ صلوات۔

جب اسلام اس سے نہ پوچھ کے دوسروں سے پوچھا گیا تو اسلام کس منزل کو پہنچا۔ اس منزل کو پہنچا کہ یزید کی سی شخصیت سربراہ اسلامی بن گئی۔ مجھے کچھ کہنا نہیں ہے۔ تو کس نے بتایا کہ اسلام کیا ہے۔ اسی کے بیٹے نے تو بتایا' اسی کے گھر کے فرد نے تو بتایا یہ کربلا کیا ہے۔ یہ کربلا ایک چھلنی ہے جس میں گرد چھن جاتی ہے۔ اسلام نکھر جاتا ہے۔ کربلا میں حسینؑ ابن علیؑ نے قربانی پیش کر کے بتایا ہم سے پوچھو ہم بتائیں گے نانا کا دین کیا ہے اور اس کے لیے سب نے کہا کہ ہم شریک رہیں گے۔ یہ عزاداری اس کربلا کی یاد دلاتی ہے جہاں پر وہ بھی قائل ہو جاتے ہیں جو راوی حقیقی کے قائل نہیں تھے کہ ہاں حسینؑ ہی بتائیں گے کہ اسلام کیا ہے۔ تو نبیؐ نے کہا میری طرف سے شبیہ پیغمبرؐ جائے گا۔ فاطمہؑ نے کہا میری طرف سے زینبؑ جائیں گی۔ حسنؑ نے کہا میری طرف سے قاسمؑ جائیں گے۔ علیؑ نے کہا میری طرف سے عباسؑ جائے گا۔ بس حضور بات نامکمل رہ گئی انشاء اللہ کل مکمل کر دوں گا۔ مگر آج کی تاریخ کی مناسبت

عباسؑ کا ماتم کرتا ہے اس لیے کہ کربلا کی لڑائی میں،
کربلا کی جنگ میں، کربلا کے جہاد میں، کارنامہ حسینی میں عباسؑ کا وہی مقام ہے
جو نبیؐ کی تبلیغات میں علیؑ کا مقام ہے۔ جیسے خدا نے علیؑ کو نبیؐ کے لیے چنا تھا،
عباسؑ کو حسینؑ کے لیے علیؑ نے چنا تھا۔ اے بھائی عقیلؑ میں ایسے گھرانے میں
عقد کرنا چاہتا ہوں جس سے ایسا بیٹا پیدا ہو جو وقت مصیبت میرے حسینؑ کے
کام آئے۔ ام البنین کا نام منتخب کیا۔ عقد ہوا۔ ام البنین آئیں علیؑ کی ڈیوڑھی
پر۔ ہم عزاداروں نے عزاداری کے طریقے اہل بیتؑ سے سیکھے ہیں۔ احترام و
ادب کا طریقہ آل محمدؐ سے سیکھا ہے۔ ان کی ڈیوڑھی سے سیکھا ہے۔ سنو بی بی
بن کے آئی ہیں، زوجہ بن کے آئی ہیں اور جیسے ہی دروازے پہ پہنچی ہیں جھک
کے بوسہ دیا، پیشانی دہلیز پر رکھ دی۔ چوکھٹ کو بوسہ دیا۔ ساتھی کی بیبیوں نے
پوچھا بی بی آپ اس گھر کی مالکہ بن کے آئی ہیں، چوکھٹ کیوں چوم رہی ہیں؟
کہا خاموش ہو جاؤ یہ بی بی فاطمہؑ کا گھر ہے یہ خاتون جنتؑ کا گھر ہے، یہ حسنینؑ کا
گھر ہے، یہ مولائے کائناتؑ کا گھر ہے۔ اس کی چوکھٹ کو چومنا ہمارے لیے
شرف ہے۔ جب ماں ایسی ہوتی ہے تو عباسؑ کا جیسا بیٹا ہوتا ہے۔ یہ احترام اور
ادب بڑی اہمیت رکھتا ہے عالم اسلام میں۔ کل عرض کروں گا آپ کے سامنے
آج تو اتنا سن لیں گھر میں داخل ہوئیں تو حسنینؑ تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ کہا
شاہزادو آپ ہماری تعظیم کو کیوں اٹھے۔ کہا آپ ہماری ماں ہیں۔ کہا نہیں
نہیں۔ میں ماں بن کے نہیں آئی ہوں۔ میں خدمت کا جذبہ لے کے آئی ہوں۔
ارے آپ کی ماں خاتون جنتؑ ہیں۔ اللہ اللہ یہ احترامات دیکھئے، یہ ادب، یہ
قاعدہ اس گھرانے کا دیکھئے۔ جب یہ فرمایا تو زندگی بھر عباسؑ سے یہی کہتی رہیں۔
اے عباسؑ کبھی حسنؑ و حسینؑ کو بھائی نہ کہنا، آقا کہنا۔ تم غلام ہو وہ آقا ہیں۔

اللہ اللہ ہمیشہ یہی سمجھاتی رہیں دیکھو بھائی نہ کہنا آقا کہنا۔ زندگی بھر عباسؑ نے آقا کہا۔ کیوں ماں کی وصیت تھی اور اس طرح سے تربیت کی اس طرح سے تعلیم دی کہ عباسؑ سائے کی طرح حسینؑ کے ساتھ تھے۔ یہ واقعات کربلا حادثہ نہیں ہیں۔ یہ ایک انتظام تھا تحفظ دین کے لیے۔ کوفہ میں مسجد میں علیؑ بیٹھے ہیں حسینؑ نے کہا پیاسا ہوں۔ لوگ اٹھے پانی لانے کے لیے کہ ایک مرتبہ علیؑ بلند ہوئے' کھڑے ہوگئے۔ کیا دیکھا لوگوں نے ایک بچہ سر پر کاسہ رکھے چلا آرہا ہے' دوڑ رہا ہے' پانی چھلک رہا ہے' جسم بھیگ رہا ہے اور وہ تیز چلا آرہا ہے۔ علیؑ نے بڑھ کے پانی لے لیا۔ بچے کو گود میں لے کے بیٹھ گئے۔ رونا شروع کیا۔ ہم اس راوی اول کی سیرت کے مطابق حسینؑ پر روتے ہیں۔ رونا شروع کیا۔ اصحاب نے کہا یا علیؑ خوشی کا وقت ہے۔ بھائی نے پانی مانگا ہے۔ بھائی پانی لے کے آیا ہے۔ آپ رو رہے ہیں۔ کہا تمہیں نہیں معلوم میں کیوں رو رہا ہوں۔ یہ عباسؑ کا کرتا جو اس پانی میں بھیگ گیا ہے یہ ایک دن خون میں بھیگ جائے گا۔ اللہ اللہ یہ کوفہ ہے جب اکیسویں رمضان کی رات آئی اور اپنے بچوں کو حسنؑ کے سپرد کیا تو عباسؑ روتے ہوئے ماں کے پاس آئے۔ مادر گرامی ہم سے کیا خطا ہوئی' ہم سے کیا غلطی ہوئی۔ کہا بیٹا کیا ہوا۔ کہا بابا نے سب کو آقا حسنؑ کے سپرد کیا' مجھے نہیں سونپا۔ آئیں تکوں سے آنکھیں ملیں۔ امیرالمومنینؑ نے پوچھا کون۔ آپ کی کنیز ام البنین۔ کیوں رو رہی ہو۔ کہا آقا آپ نے میرے عباسؑ کو کیوں رلا دیا۔ کہا کیا ہوا۔ ام البنین نے کہا عباسؑ کہہ رہے ہیں مجھے آقا کو نہیں سونپا۔ کہا میرے قریب لاؤ۔ عباسؑ قریب آئے۔ علیؑ نے سینے سے لگایا۔ آہ سرد بھری۔ آواز دی حسینؑ حسینؑ میرے قریب آؤ۔ حسینؑ آئے۔ عباسؑ کے دونوں ہاتھ لیے۔ لو میں انہیں تمہیں سونپتا ہوں۔ بس حضور تصور

شرط ہے۔ عزادارو اکیس رمضان کی رات کو جو ہاتھ علیؑ نے حسینؑ کے ہاتھ میں دیئے تھے، عاشور کو وہ ہاتھ کہاں ملے۔ جب حسینؑ جا رہے تھے۔ علی اکبرؑ بازو پکڑے تھے کہ ایک مرتبہ حسینؑ رک گئے۔ دیکھا ایک ہاتھ خاک پر تڑپ رہا ہے۔ پہچانا، اٹھایا۔ آگے بڑھے۔ دوسرا ہاتھ اٹھایا۔ آنکھوں سے لگایا۔ جزاکم ربکم۔ آج آٹھویں محرم ہوگئی۔ حسینؑ حسینؑ تین راتیں اور مہمان ہیں۔ آنکھوں سے لگائے۔ میرا تصور کہتا ہے کہ جب حسینؑ نے عاشور کے دن کربلا کے میدان میں فرات کے کنارے سے عباسؑ کے ہاتھ آنکھوں سے لگائے ہوں گے تو یاد آگیا ہوگا یہ وہی ہاتھ ہیں جو بابا نے سونپے تھے۔ جزاکم ربکم۔ آگے بڑھے۔ ہاں میں نے رخصت چھوڑ دی، میں نے درمیان کے واقعات چھوڑ دیئے۔ عزادارو یہ منظر سنو۔ پہنچے۔ کہاں پہنچے۔ فرات کے کنارے پہنچے۔ دیکھا شیر زخمی ہے۔ لہو میں چہرہ ڈوبا ہوا ہے۔ حسینؑ سرہانے گئے، سر اٹھایا، زانو پہ رکھا، چہرے سے خون صاف کیا، آواز دی عباسؑ عباسؑ حسینؑ آگیا۔ عباسؑ عباسؑ کوئی وصیت ہو تو بیان کرو، توجہ، کہا آقا آنکھوں سے خون صاف کر دیجئے تاکہ آخری بار آپ کی زیارت کرلوں۔ حسینؑ نے آنکھوں سے خون صاف کیا۔ عباسؑ نے زیارت کی۔ کہا وصیت۔ کہا بس ایک وصیت آقا ایک وصیت۔ کہا بتاؤ۔ کہا میرا جنازہ خیمہ گاہ میں نہ لے جایئے گا۔ میرا جنازہ خیمہ گاہ میں نہ لے جایئے گا۔ لوگوں نے اس کے معنی یہ سمجھے کہ عباسؑ کو سکینہؑ سے شرم آرہی تھی مگر شرم کی کیا بات جب چچا نے جان دے دی بازو کٹ گئے جانثار کردی تو شرم کیوں۔ میرا خیال ہے اس لیے وصیت کی کہ حسین کی کمر ٹوٹ گئی میرے غم میں کمر ٹوٹ گئی ہے جو بھی جنازہ حسینؑ نے اٹھایا میں نے ساتھ دیا۔ اب میرا جنازہ نہ لے جائیں۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں لوگ

پوچھتے ہیں کہ یہ علم کیا ہے۔ یہ علم کے گرد ماتم کیا ہے۔ یہ رسم و رواج نہیں ہے۔ یہ کربلا کی منظر نگاری ہے۔ توجہ چاہ رہا ہوں۔ کہا بھیا میری بھی وصیت ہے۔ کہا آقا فرمایئے۔ کہا زندگی بھر تم نے آقا کہا بھائی نہ کہا۔ ایک مرتبہ بھائی کہہ دو۔ بھائی کہا اور آنکھیں بند کرلیں۔ وہ حسینؑ جو مسلم کا جنازہ لائے' وہ حسینؑ جو عونؑ و محمدؑ کے جنازے لائے کھڑے دیکھ رہے ہیں علی اکبرؑ علی اکبرؑ وصیت ہے جنازہ نہ اٹھانا۔ چلو خاک پر سے علم اٹھالو۔ ہاں آج خاص ماتم کا دن ہے آج دن بھر گھروں میں ماتم ہوا ہے۔ کیوں حسینؑ کس طرح سے آرہے ہیں کہ علی اکبرؑ کے کاندھے پر علم ہے حسینؑ کمر پکڑے ہیں۔ آہستہ آہستہ چل رہے ہیں۔ ادھر بی بی سکینہؑ بچوں کو لیے کھڑی ہیں۔ علم دیکھا۔ وہ چچا آرہے ہیں۔ اے بچوں پانی آرہا ہے۔ ہاں عزادارو بچے جمع ہوگئے۔ پانی آرہا ہے۔ علم آرہا ہے۔ اب جو حسینؑ قریب آئے تو کیا دیکھا علم ہے علمدار نہیں ہے۔ مشکیزہ ہے مگر تیر لگا ہے۔ بچوں نے دل پکڑ لیے خاک پہ بیٹھ گئے۔ حسینؑ قریب آئے۔ مقاتل میں لکھتے ہیں سکینہؑ آگے بڑھیں۔ بابا! چچا کہاں ہیں؟ چچا کہاں ہیں؟ حسینؑ نے کہا۔ سکینہ تیرا چچا مارڈالا گیا۔ سنئے لکھا ہے سکینہؑ آگے بڑھیں' چچا کا علم لیا' بچوں نے ماتم شروع کیا۔ واعباسا واعباسا علم خیمے میں آیا۔ بیبیاں رو رہی ہیں۔ ارے یہ علمدار کا علم ہے یہ عباسؑ کا علم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نویں مجلس

برادران ملت!

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرما رہا ہے۔ اے مسلمانو! ہمارے رسولؐ کی سیرت تمہارے لیے نمونہ عمل ہے۔ اسلام اور عزاداری کے موضوع پر اس حسینیہ سجادیہ کے اس عشرے میں مسلسل آٹھ دن سے گفتگو آپ کی خدمت میں جاری رہی۔ آج اس عشرے کی یہ نویں مجلس ہے اور کل انشاء اللہ دسویں مجلس ہوگی جس مجلس کو مجلس شام غریباں کے نام سے پوری دنیا میں یاد کیا جاتا ہے۔

عزاداری اور اسلام کے موضوع پر مسلسل آٹھ دن آپ کے سامنے، گفتگو جاری رہی اس حسینیہ سجادیہ کے اس عشرے کی مجالس میں آپ کے سامنے، میں آج نویں اور آخری مجلس پڑھ رہا ہوں۔ اس عشرے کی دسویں مجلس انشاء

اللہ کل شب میں ساڑھے چھ بجے شروع ہو جائے گی جس مجلس کو مجلس شام غریباں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ وہ مشہور و معروف مجلس ہے جس کا آغاز علامہ رشید ترابی اعلیٰ اللہ مقامہ نے فرمایا تھا اور ساری دنیا میں ان کی آواز پاکستان کے نیشنل افق سے گونجا کرتی تھی۔ الحمدللہ کہ اللہ نے ان کی خدمتوں کا فیض انہیں یہ عطا کیا کہ اس خیر کو خیر جاریہ بنا دیا اور ان کے فرزند مجتہد العصر حجتہ الاسلام علامہ عقیل ترابی صاحب قبلہ اس مجلس کو خطاب فرماتے ہیں اور انشاء اللہ کل بھی خطاب فرمائیں گے۔ جس طریقے سے علامہ ترابی طاب سرہ آفتاب خطابت تھے تو یہ ماہ خطابت ہیں۔ اپنے باپ ہی سے علم و ضیاء کو اخذ کر کے آپ کے سامنے اس تاریک اندھیرے میں جب سورج ڈوب جاتا ہے تو آپ کو علم و دین کی روشنی پہنچاتے ہیں۔ انشاء اللہ آپ کل بھی تشریف لائیں گے اور مجلس شام غریباں میں شرکت فرمائیں گے۔ میں آغاز کلام سے پہلے آپ سے درخواست کروں گا کہ میں نے مسلسل آپ حضرات کے لیے دعا کی کہ خداوند عالم آپ کو صحیح و سالم رکھے اور تا وقت ظہور حضرت حجت علیہ السلام اسی طریقے سے عزاء سید الشہداءؑ میں منہمک رکھے۔ آپ بھی دعا فرمائیں کہ بانی مجلس جناب اظہر سجاد صاحب جو کچھ عرصے سے علیل ہیں خداوند عالم انہیں شفائے عاجلہ اور کاملہ عطا فرمائے۔ ان کی اہلیہ اور ان کے بچوں کو صحیح و سالم رکھے۔ ان کے بھائیوں کو خدمت عزا کا موقع عطا فرمائے اور ہم سب عزاداریوں ہی عزاداری کرتے ہوئے اس امام کی رجعت کے وقت بھی عزاء امام میں مصروف رہیں جس وقت کسی کو بحث کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ صلوات۔

میں نہیں عرض کر سکتا کہ میں نے کہاں تک موضوع کا حق ادا کیا لیکن میں

نے اس بات کی سعی کی، کوشش کی بہ طفیل آل محمدؐ بہ طفیل باب العلم مولائے
کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام کہ تمام برادران اسلام کے سامنے بغیر
کسی ذہنی تحفظ کے کہ ان مسلمانوں کا تعلق کس مکتبہ فکر سے ہے یعنی کہ
سوچنے کا انداز کیا ہے، میں نے اس بات کی سعی اور کوشش کی کہ باوجود
اختلافات کے اتنا گھمبیر ہونے کے اور باوجود عالم اسلام میں اتنی الجھن اور
کنفیوژن کے اب بھی اگر ایک مسلمان صراط مستقیم کو سمجھنا چاہے تو اس کے
لیے کوئی زحمت نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ تھا کہ اللہ کے دین میں کوئی اختلاف
نہیں ہے۔ کسی قسم کا کنفیوژن، کسی قسم کا تضاد، کسی قسم کی الجھن اللہ کے کلام
میں نہیں ہے کہ جو مسلمان پریشان ہو جائے۔ کسی قسم کا کنفیوژن، کسی قسم کا
تضاد یا الجھن سیرت رسولؐ میں نہیں ہے۔ جو کچھ پریشانی ہے وہ معنی قرآن اور
سیرت رسولؐ کے ہم تک پہنچنے کی ہے یعنی اس ایجنسی میں پریشانی ہے جس کے
ذریعے اللہ کے رسولؐ کی سیرت ہم تک پہنچی ہے اور جو لوگوں کے بیانات سے
معنی قرآن کا تعین ہوا ہے اس سلسلے میں، میں نے ایک گزارش کی تھی
برادران اسلام کے سامنے کہ بغیر اس الجھن میں پڑے ہوئے کہ کون صحیح ہے
کون غلط ہے، کون اس لائق ہے کون اس لائق نہیں ہے، صرف ہم یہ تلاش
کرلیں کہ ان تمام ذرائع میں، ان تمام "سورس" میں معتبر ترین ذریعہ کونسا
ہے۔ سب سے زیادہ محل اعتماد اور سب سے زیادہ محل اعتبار ذریعہ کونسا ہے۔
اس لیے کہ جب ہم ازواج سے پوچھ سکتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے کس آیت کے
متعلق کیا فرمایا، کس عمل کو کس طرح انجام دیا اور اسلام کو کس طرح سے
سمجھایا۔ اگر ہم اصحاب سے پوچھ سکتے ہیں کہ سرور کائناتؐ نے قرآن مجید کی
کس آیت کا کیا مطلب بتایا، کس آیت پہ کس طرح سے عمل کیا، احکام و

عبادات الٰہی کس طرح سے انجام دیں تو ہمیں کوئی مانع نہیں ہو سکتا کہ ہم ان اہل بیتؑ سے نہ پوچھیں جن اہل بیتؑ کا خصوصی تذکرہ قرآن مجید میں ہے، جن کی مدح میں پورا "سورۂ دہر" نازل ہوا، جن کی شان میں ساڑھے تین سو آیتیں نازل ہوئیں، جن پر قدرت نے اللہ نے اپنے بھروسے اور اعتماد کا اظہار آیہ تطہیر کے ذریعے کیا، جن پر رسول اللہؐ نے اپنے اعتبار اور اپنے اعتماد کا اظہار کبھی شب ہجرت بستر پہ لٹا کے کیا، کبھی کاندھوں پر بلند کر کے کیا، کبھی ہاتھوں پہ بلند کر کے کیا۔ اس بات سے کوئی بھی اسلام کا فرقہ انکار نہیں کر سکتا کہ اہل بیتؑ طیبین و طاہرین بہترین ذریعہ ہیں اسلام کے سمجھنے کا اس لیے ان میں تقدس بھی ہے، ان میں صداقت بھی ہے، ان میں طہارت بھی ہے، ان میں عصمت بھی ہے، وہ خانوادۂ رسالت سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور ان کی گارنٹی اور ضمانت قرآن مجید نے دی ہے۔ چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں ذہنوں کو الجھا کے مسلمانوں کو پریشان کیا گیا یعنی آج جب اول اہل بیتؑ مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا نام آتا ہے تو بعض ذہن الجھ جاتے ہیں۔ آپ اسلام میں کتنے ہی فرقے کیوں نہ تصور کریں مجھے تو مسلمان صرف دو ہی حصوں میں بٹا نظر آتا ہے۔ بنیادی تقسیم مسلمانوں کی دو ہی نظریات میں ہے ایک کا نام ہے حب علیؑ اور دوسرے کا نام بغض علیؑ یعنی ہر مسئلہ اسلام کا جو الجھا ہے وہ بغض علیؑ میں الجھا ہے اور جو مسئلہ سلجھا ہے وہ حب علیؑ سے سلجھا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے اسی لیے جہاں توحید کو سمجھایا، جہاں اپنی نبوت کو پیش فرمایا، جہاں اسلام کے مسائل سمجھائے، جہاں فلسفہ اسلام سے آگاہ کیا، جہاں ایک ایک آداب تخلی بتلائے، جہاں تہذیب و تمدن کا ایک ایک اشارہ واضح کیا۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جس میں سونے کا بھی طریقہ ہے، جاگنے کا بھی طریقہ ہے،

ت کرنے کا بھی طریقہ ہے' اٹھنے کا بھی طریقہ ہے' بیان کرنے کا بھی طریقہ ہے' یہاں سننے کا بھی طریقہ ہے' بات سمجھانے کا بھی طریقہ ہے' بات سمجھنے کا بھی طریقہ ہے اور اس کے لیے سب سے بڑا انتخاب اہل بیتؑ طیبین و طاہرین کا تھا اسی لیے فرمایا کہ مسلمانو میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب' دوسرے اپنی عترت اہل بیتؑ۔ دیکھو یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو تو ان دونوں سے متمسک رہنا' ان دونوں کا دامن تھامے رہنا تاکہ تم میں گمراہی نہ آئے۔ پیغمبرؐ کی پیشین گوئی ہے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد مسلمان گمراہ ہو ہی نہیں سکتا۔ گمراہ ہونے کی صرف دو شکلیں ہیں یا قرآن کو چھوڑ دے تو گمراہ ہو جائے گا یا عترت کو چھوڑ دے تو گمراہ ہو جائے گا۔ لوگوں نے اس کی کوشش کی کہ قرآن اور عترت کو الگ کر دیں۔ کوئی قرآن کا ٹھیکیدار بن جائے کوئی عترت کا ٹھیکیدار بنا دیا جائے مگر یہ کسی نے نہیں سوچا کہ عترت ملتی نہیں بغیر قرآن کے' قرآن سمجھ میں نہیں آتا بغیر عترت کے۔ صلوات۔

ہمارے بزرگوں نے ان مجالس عزا کا جو پیٹرن قائم کیا' ہمارے بزرگ علماء نے' ہمارے بزرگ خطباء نے جو اس مجلس کا مزاج ڈھالا' جو اس مجلس کو معین کیا' جاری کیا' اس کی روایات کو قائم کیا اس میں اس کے دو اجزاء رکھے۔ ایک فضائل اہل بیتؑ' ایک مصائب اہل بیتؑ کیونکہ فضائل میں بھی پورا اسلام سمویا ہوا ہے' مصائب میں بھی پورا اسلام سمویا ہوا ہے۔ فضائل سن کے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام کس سے سمجھیں' مصائب سن کے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کس کی بات پر کان نہ دھریں۔ توجہ فرمائی آپ نے' یہ جزو بہت

اہم ہیں۔ اگر مجلس کا مزاج بدل گیا تو اسلام کا مزاج بدل جائے گا۔ صرف دو ہی چیزیں ہیں جن اوقات کے اوپر ابلیس مسلمان پر حملہ کرتا ہے۔ اسلام دین عقل ہے کہ مسلمان اسلام قبول کرتا ہے ساری حیات اسلام سے وابستہ رہتا ہے۔ ابلیس اس فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح سے مسلمان کو جادۂ اسلام سے ہٹا دے لیکن ابلیس کا قابو نہیں چلتا اس لیے کہ عقل سالم سے مسلمان اسلام پر عمل کرتا رہا ہے۔ ابلیس کو دو ہی موقعے ملتے ہیں جب انسان کی عقل ضعیف ہو جاتی ہے' توجہ فرمائیں گے آپ' ایک موقع خوشی کا ہے' ایک موقع غم کا ہے۔ ماہر نفسیات کا فیصلہ ہے کہ جب انسان حد سے زیادہ خوش ہوتا ہے تو اس کی عقل فیصلہ نہیں کرپاتی۔ جب انسان حد سے زیادہ غمزدہ ہوتا ہے تو انسان کی عقل فیصلہ نہیں کرپاتی۔ تو گمراہی کے دو ہی وقت ہیں۔ اتنا خوش دیکھو کہ عقل سے کام نہ لے رہا ہو تو گمراہ کردو۔ اتنا مصیبتوں میں دیکھو کہ عقل ماؤف ہو گئی ہو تو گمراہ کردو۔ طاغوتی طاقتوں کے پاس دو ہی مواقع ہیں عقل انسانی کو گمراہ کرنے کے لیے جس وقت عقل کمزور ہو گئی ہو۔ یعنی جب انسان کثرت سے دولت پا جاتا ہے' بیلنس باقی نہیں رہتا' کبھی کبھی انسان جب کثرت سے علم پا جاتا ہے تو بیلنس باقی نہیں رہتا' کبھی کبھی انسان جب اعلیٰ عہدہ پا جاتا ہے تو بیلنس باقی نہیں رہتا اور کبھی کبھی انسان کو جب غم اور مصیبت گھیر لیتی ہے' مصائب گھیر لیتے ہیں' کچلا جاتا ہے' اسے دبایا جاتا ہے' اسے جھنجوڑا جاتا ہے' اسے ستایا جاتا ہے' سماج اس پر مظالم کا' ظلم کا پہاڑ توڑتا ہے تو وہ اتنا پریشان ہو جاتا ہے کہ عقل اس کی ماؤف ہو جاتی ہے۔ ابلیس کے لیے یہی دو بہترین چانس ہیں۔ بزرگوں نے نفسیاتی علاج کیا ہے۔ امت محمدیؐ کا انہیں فضائل سناؤ محمدؐ و آل محمدؐ کے تاکہ اگر بڑی سے بڑی دولت بھی پا جائیں تو اس پر دماغ کا

بیلنس بگڑنے نہ پائے اس لیے کہ کتنی ہی دولت کوئی پاجائے گا مگر اس کے ہاتھ کا دھون جواہرات نہیں بنے گا۔ کتنی ہی دولت کوئی پاجائے گا مگر اس کے اشارے پر کوہ ابو قیس سونے کا نہیں ہو گا۔ اسی طریقے سے کتنا ہی کوئی علم پاجائے گا لیکن وہ مدینہ علم کا دروازہ نہیں بنے گا۔ کتنا ہی علم کوئی پاجائے سلونی نہیں کہہ پائے گا لہٰذا انہیں علیؑ کے فضائل سناؤ تاکہ یہ علم میں جتنی ترقی کریں اپنے کو گرد پائے خطیب منبر سلونی سمجھیں۔ اسی طریقے سے اگر انسان اقتدار پاجاتا ہے' انسان حکومت پاجاتا ہے' مسلمان اعلیٰ عہدے پہ آجاتا ہے تو اس کا دماغ بیلنس میں نہیں رہتا۔ بزرگوں نے کہا انہیں علیؑ کے فضائل سناؤ تاکہ بیلنس رہے۔ کس پہ حکومت ہے۔ زمین پہ حکومت ہے۔ ہاتھوں پر حکومت ہے۔ آنکھوں پر حکومت ہے۔ کانوں پر حکومت ہے مگر علیؑ کی دلوں پر حکومت ہے۔ خاک کے ذروں پر حکومت ہے۔ حکومت دائرے میں محدود ہے۔ جہاں ملک کی سرحد ختم ہوجاتی ہے وہاں حکومت ختم ہوجاتی ہے۔ جہاں ملک الموت آجاتا ہے حکومت ختم ہوجاتی ہے۔ جہاں مسند اقتدار ختم ہوجاتی ہے حکومت ختم ہوجاتی ہے۔ اس علیؑ کے فضائل سناؤ جس کی حکومت ہمہ گیر ہے' دائروں کی پابند نہیں ہے' سرحدوں کی پابند نہیں ہے' مدت و معیاد کی پابند نہیں ہے' حد یہ ہے کہ زمین کی پابند نہیں ہے وہ اشارہ کردے تو آفتاب پلٹ آئے۔ صلوات۔

توجہ فرمائیں آپ' میں اس منزل سے قریب ہوگیا جو مجمع کثرت سے فضائل اہل بیتؑ سنتا ہے' فضائل مولائے کائنات سمجھتا ہے اسے دنیا کی کوئی خوشی دین سے نہیں ہٹا سکتی کیونکہ وہ دیکھتا ہے ہمارے پاس کتنی دولت ہے جو ہم خدا کو بھول جائیں۔ جس نے دنیا کو تین طلاقیں دے دیں اس نے اللہ کا

سجدہ کیا تو کون ہے جو سجدے سے گریز کر سکے گا۔ جسے اتنا علم دیا گیا کہ **راسخون فی العلم** کہا گیا' جسے امام مبین کہا گیا' جس نے کائنات کے سامنے دعویٰ کیا پوچھو پوچھو جو کچھ تم کو پوچھنا ہو قبل اس کے کہ تمہارے درمیان سے اٹھ جاؤں۔ وہ بھی معبود کو مانتا تھا' وہ بھی رسولؐ کا احترام کرتا تھا' وہ بھی در فاطمہؑ پہ اجازت لے کے گھر میں داخل ہوتا تھا لہٰذا کتنا ہی علم کیوں نہ مل جائے علیؑ سے زیادہ تو نہیں ہے لہٰذا سیرت علیؑ کی پیروی کی جائے اور کتنا ہی بڑا اقتدار کیوں نہ مل جائے علیؑ سے زیادہ تو صاحب اقتدار نہیں ہو گا۔ یہ ہے مزاج اور افادیت فضائل۔ اب مصائب میں پریشان ہو جاتا ہے۔ مسلمان آپ ہم سے کیا کہئے گا ہم نے تو مسلمان کو اللہ سے قدم قدم پہ بگڑتے دیکھا ہے۔ اتنا تو کوئی کسی سے روٹھتا ہی نہیں' اتنا تو کوئی کسی پر بگڑتا ہی نہیں جتنا مسلمان اللہ پر غصہ دکھاتا ہے۔ وہ رحمٰن و رحیم نہ ہوتا تو چاہے اسلام رہتا مسلمان ختم ہو جاتے' توجہ فرمائی میں کیا بات عرض کر رہا ہوں' ذرا سی گرمی زیادہ پڑی' پھونک ڈالا۔ ذرا سی سردی زیادہ پڑی' ہمیں مار ڈالیں گے۔ اب کی نہیں چھوڑیں گے۔ شکوہ قدم قدم پر خدا سے ہے۔ زبان پر **لا الٰہ الا اللہ** ہے۔ کوئی اللہ نہیں سوائے اس وحدہ لاشریک کے لیکن مسلمان کو قدم قدم پر اپنے اللہ سے شکوہ ہے۔ میں آپ سے کیا عرض کروں آپ تو بہرحال خوش ہی ہو جائیں گے لیکن میرا کیا عالم ہوا آپ کیا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ایک بار ہندوستان اور پاکستان میں میچ ہو رہا تھا۔ اتفاق سے اس ہاکی میچ میں پاکستان ایک گول سے ہار گیا۔ چند احباب میرے گھر پر کھانے پر مدعو تھے۔ انہوں نے کھانا نہیں کھایا پاکستان کے ہارنے پر اور یہ جملے کہے اللہ ہی مسلمانوں کو ذلیل کرنے پر تلے ہیں تو مسلمان کو عزت کہاں سے ملے گی۔ آپ توجہ فرما رہے ہیں' میں نے کہا بیشک اللہ کو چاہئے تھا

کہ تیرہ پہن کے ہاکی لے کے پاکستان کی ٹیم میں شامل ہو کے دو چار گول نکال دیتا تاکہ اسلام کی عزت بچ جاتی۔

میں صحیح عرض کر رہا ہوں' منبر پر ہوں' عرض کرنے کا مقصد یہ ہے میرے بزرگ کہتے تھے اللہ نے اچھا کیا جو اپنا کلیجہ نہیں بنایا ورنہ یہ مسلمان کلیجہ توڑ ڈالتا۔ کچھ عزاداروں کو شکوہ ہے کہ لوگ ہمارے کلیجے گودتے ہیں۔ آپ کی کیا اہمیت ہے۔ گودنے والے اللہ کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ ہم آپ تو مجبور ہیں' وہ قادر ہے تو مصیبت آجائے' پیسہ ختم ہو جائے اگر ہمارا نوجوان امتحان میں فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوتا ہے تو خاندان والوں کو کہتا ہے میں نے بڑی محنت کی تھی' میں نے بڑی مشقت کی تھی۔ دیکھا آپ نے فرسٹ آیا اور اگر فیل ہو جاتا ہے' ہم کیا کریں اس نے تقدیر ہی ایسی لکھی ہے یعنی جو نیکی ہے مسلمان کی وہ اس کا کمال ہے اور جو خامی ہے وہ اللہ کی برائی ہے۔ نجانے کس قلم سے ہماری تقدیر لکھی ہے عالم یہ ہے کہ لاٹری کا ٹکٹ لیا' خریدا تو گھر یاد آیا' ٹی وی یاد آئی حالانکہ دعا یہ کی تھی ہمیں بھی اتنا دے دے کہ ہم تیرے غریبوں کو پہنچائیں مگر ملتے ہی بھول جاتا ہے اور نہیں نکلتا ہے تو ہماری تقدیر ہی خراب ہے۔ تقدیر کے رونے والے معمولی مصائب پر رو دیتے ہیں اور خدا کے خلاف کلمہ کہتے ہیں۔ اس کو بڑے حسن سے علامہ اقبالؒ نے شکوہ میں لکھا ہے۔ پھر جواب شکوہ بھی لکھا ہے یعنی مسلمان کا شکوہ اتنا مستند ہے کہ مفکر اسلام نے شکوہ لکھ ڈالا۔ آپ پڑھتے ہیں پڑھ لیجئے گا کس طرح سے مسلمان شکایت کرتا ہے۔ مصیبت پر شکایت کی عادت ہے۔ بزرگوں نے مصائب اہل بیتؑ اس لیے مجلس کا جزو رکھے کہ مصیبت پر شکر کی عادت پڑے۔ کربلا کے مصائب' کربلا کی مصیبتیں اور پھر کربلا والوں کے سجدے بتا رہے ہیں کہ مزاج

اسلام کربلا سے سیکھو۔ آپسی اختلافات اور ایک دوسرے پر لعن و طعن اور ایک دوسرے کے لیے پریشان کن حالات پیدا کردینا۔ مسلمان اسی میں اپنی نجات سمجھتا ہے۔ ہر ایک قابل پیروی ہے مگر جو محتاط ترین راستہ ہے' جو طاہر ترین راستہ ہے' جو معتبر ترین راستہ ہے وہ پیروی اہل بیتؑ ہے۔ ہم ان نو دنوں میں' ہم ان دس دنوں میں عالم اسلام کو پیغام دیتے ہیں کہ سب کے اسلام سن لیے ذرا حسینؑ کا اسلام بھی سنو۔ ان کے اسلام سن لیے جنھوں نے پیغمبرؐ سے نسبت پیدا کرکے عظمت حاصل کرلی۔ ذرا اس کا بھی پیغام سنو جس سے نسبت میں خود رسولؐ اپنی عظمت محسوس کرتا ہو۔ اگر خالی حسینؑ کو عظمت ہوتی رسولؐ سے تو حسین منی فرماتے۔ ان کو و انا من الحسین نہ فرماتے مگر انا من الحسین فرما کے بتا دیا اگر نواسے کی عظمت میرا نانا ہونا ہے تو میری بھی عظمت کی بقاء حسینؑ کا میرا نواسہ ہونا ہے۔ اس لیے کہ حسینؑ ہی سے تمھیں رسولؐ ملے گا۔ سلسلہ امامت ہی سے تمھیں رسولؐ ملے گا۔ صلوات۔

اہل بیتؑ رسالت نے اس انداز پر اسلام دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ: اگر کوئی مسلمان واقعی اس اسلام کو سمجھ لے اور اس اسلام پر عامل ہوجائے تو ہزاروں اللہ سے شکوے دور ہوجائیں۔ میں اپنے نوجوانوں کے سامنے اپنے نوجوانوں کے لیے فرض سمجھتے ہوئے ایک پیغام چھوڑ رہا ہوں۔ آج کا نوجوان فرسٹیشن کا شکار ہے۔ آج کا نوجوان پریشان ہے۔ وہ کہتا ہے ہم محنت کرتے ہیں' ہم مشقت کرتے ہیں مگر ہمیں کسب معاش کے ذرائع نہیں ملتے' ملازمتیں نہیں ملتیں ہیں' ہم کو کاروبار نہیں ملتا ہے' ہمارے ساتھ تعصب برتا جاتا ہے۔ جس ملک میں گیا یہی شکوہ ملا کہ ہمارے ساتھ تعصب برتا جارہا ہے۔ اہل بیتؑ کے فضائل یہ بتاتے ہیں کہ اگر اپنے میں کمال پیدا کروگے تو تعصب کی زنجیریں

ٹوٹ جائیں گی اور پھر دنیا مجبور ہو گی تمہاری مدد چاہنے کے لیے تو اے نوجوانوں اکثریت اور اقلیت کا رونا نہ رو۔ اپنے میں ایسا کمال پیدا کرو کہ اکثریت اور اقلیت کا تعصب ٹوٹ جائے کیونکہ کمال کی منزل میں تعصب نہیں رہتا۔ جب کوئی بیمار پڑتا ہے تو ایسے ڈاکٹر کو ڈھونڈتا ہے جس سے شفا ہو جائے' مذہب نہیں دیکھتا ہے۔ جب کسی کو مکان بنانا ہوتا ہے تو ایسے انجینئر سے رائے لیتا ہے جو فن کا ماہر ہو' مذہب نہیں دیکھتا ہے۔ جب کسی کو عدالت کے سامنے اپنے مقدمے کی پیروی کرانا ہوتی ہے تو ایسے وکیل کو تلاش کرتا ہے جو ماہر قانون ہو' تعصب نہیں رہ جاتا۔ معلوم یہ ہے نوکری میں تعصب ہوتا ہے۔ فن اور کمال میں تعصب نہیں ہوتا تو اگر ہمیں تعصب کی وجہ سے نوکریاں نہیں مل سکتیں تو ہم فن میں کمال تو حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی فضائل اہل بیت" سمجھاتے ہیں کہ عہدہ علیؑ کو نہ ملا تعصب کی وجہ سے مگر ہر مشکل میں یا علیؑ نکلا۔ صلوات۔

آج جس پر وقت پڑتا ہے وہ یا علیؑ کہتا ہے۔ مسلمان تو مسلمان ہندو پہلوان بھی جب اکھاڑے میں اترتا ہے تو یا علیؑ کہہ کے اترتا ہے یعنی صفات و کمالات ایسے ہونا چاہئیں کہ تعصب کی زنجیریں ٹوٹ جائیں۔ دوسری چیز آئیڈنٹی فکیشن یعنی انسان کو ایسی زندگی بسر کرنا چاہئے کہ اس کی سیرت اس کی آئیڈنٹٹی بن جائے۔ مثال میں دے رہا ہوں۔ میرے بچپنے میں ہندوستان میں بڑے بڑے سیٹھوں کے یہاں' بڑے بڑے افسروں کے یہاں نیپال کے باشندے' وہ کم قد باشندے' وہ جو شاید چار فٹ سے بھی زیادہ جن کا قد نہیں ہوتا' وہ دبلے پتلے نیپالی ساتھی کہلاتے تھے۔ میرے بچپنے میں وہ ہر دروازے پر نظر آتے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کونسی قوم ہے جس کے گھر جاؤ ملتی ہے۔ کہا یہ ہمارے پہرہ دار ہیں۔ یہ ہماری حفاظت کے لیے ہیں۔ یہ شب بیداری کے لیے

ہیں۔ چوروں سے ڈاکوؤں سے بچانے کے لیے ہیں۔ کیا آپ کو نہیں معلوم اس قوم کی ایک صفت ہے۔ ایک تو وفادار ہوتے ہیں دوسرے ایماندار ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا جب مال بچانا ہوتا ہے تو وفادار اور ایماندار ڈھونڈا جاتا ہے۔ قوم و مذہب نہیں دیکھا جاتا۔ اگر ہمارے نوجوان دنیا پر ثابت کردیں کہ اہل بیتؑ کا ماننے والا وفادار ہوتا ہے ایماندار ہوتا ہے تو ہر تعصب کی زنجیر ٹوٹ جائے گی۔ کوئی نہ پوچھا جائے گا سوائے آپ کے۔ توجہ فرمائی آپ نے۔ اب اس کے بعد میری منزل آگے ہے۔ یہ سب فیض فضائل سننے سے ملتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مجالس کا پیٹرن بدلنا چاہئے۔ جس دن مجلسوں کا پیٹرن بدلے گا اس دن اسلام کا پیٹرن بدل جائے گا۔ کیسا ہوجائے گا۔ ویسا ہی ہوجائے گا جہاں جیسا پیٹرن ہے لیکن فضائل دل کو قوت دیتے ہیں دل کو تقویت دیتے ہیں۔ دوسرے جو بھی سعی انسان کرتا ہے' جو بھی محنت انسان کرتا ہے وہ کسی انعام کے لیے کرتا ہے۔ وہ کسی جگہ کے لیے کرتا ہے۔ بڑے مقدس مجھے ملے لیکن ایک مقدس بھی ایسا نہ ملا جو یہ کہے ہم اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ اللہ لائق عبادت ہے۔ سارے موعظوں کا خلاصہ اور روح یہ ہے مسلمانو نماز پڑھو تاکہ جنت ملے۔ نماز ترک نہ کرو ورنہ جہنم میں جلائے جاؤ گے یعنی جزا اور سزا۔ ہم جو اللہ کی اطاعت کریں گے وہ یا جزا کی تمنا میں یا سزا کے خوف سے۔ اسی لیے قرآن میں جزا کا بھی ذکر ہے جنت کی منظر نگاری بھی کی گئی ہے اور جہنم کے بھڑکتے شعلوں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ تہتر فرقوں میں ہم جزا بھی سنتے ہیں' سزا بھی سنتے ہیں مگر اعتبار نہیں آتا۔ جب اعتبار آجاتا ہے تو بندہ عمل شروع کردیتا ہے۔ ذکر اہل بیتؑ اعتبار ہے۔ وہ کیا جنت بتائے گا جسے خود معلوم نہ ہو کہ وہ جنت جائے گا کہ نہیں۔ جنت تو وہ بتائے گا جو مالک جنت ہوگا

جنت تو وہ بتائے گا جو قسیم جنت ہوگا۔ صلوات۔

یہ انسان اور اس انسان کی نفسیات کے لیے جزا اور سزا کا تصور ضروری ہے۔ صرف مولائے کائنات نے یہ بات فرمائی تھی کہ ہم نہ اس لیے تیری عبادت کرتے ہیں کہ ہمیں جنت کا شوق ہے' نہ اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ جہنم کا خوف ہے۔ اے معبود میں تیری عبادت اس لیے کرتا ہوں کہ تجھے لائق عبادت سمجھتا ہوں۔ تو جب یہ معیار عبادت سامنے ہوگا تو عبادت میں جو خالصیت ہوگی وہ مستحق جزا قرار پائے گی۔ اب آپ توجہ فرمائیں' میں اپنی منزل سے قریب آگیا۔ فضائل اہل بیتؑ اور مصائب اہل بیتؑ میں یہی افادیت ہے کہ یقین جزا ہو جاتا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے جتنا یقین جنت جانے والوں کو محبت اہل بیتؑ کے ذریعے دلایا کسی عمل کے ذریعے نہیں دلایا۔ کبھی کہا علیؑ قسیم نار و جنہ ہے۔ کبھی کہا حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانان جنت کے۔ کبھی کہا میری بیٹی فاطمہؑ جنت کی بیبیوں کی سردار ہے۔ کبھی کہا جو اس کے غم میں روئے گا جنت پر جانا واجب ہوگا۔ کبھی کسی نے کہا کہ جوان کے چہرے پر نظر کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ کبھی انہوں نے آواز دی کہ آؤ آؤ ہم تمہیں جنت لے چلیں گے ہمارے چاہنے والے جنت میں ہمارے درجے میں ہوں گے ہمارے ساتھ ہوں گے۔ یقین جزا جتنا در اہل بیتؑ سے ملتا ہے اتنا یقین جزا کہیں نصیب ہی نہیں ہوتا ہے۔ وقت نہیں ہے کہ تفصیلات میں جاؤں۔ کسی نے کہا کہ ہم ضامن جنت ہیں۔ کوئی کیسے کہتا' کسی کو اپنا ہی یقین نہیں ہے۔ دوسرے کو کیا دعوت دے گا۔ دعوت تو وہ دے گا جسے خود یقین جنت ہو' جو سردار جوانان جنت ہو' جو جنت کا بانٹنے والا ہو۔ وہ آواز دے گا جنت کے لیے اسی لیے ساری تبلیغ' ساری تحریر' ساری کتابیں' سارے فلسفے' ساری منطقیں' توجہ چاہ رہا

ہوں' یہ سب دنیا تک ساتھ ہیں۔ قبر میں کچھ نہیں جاتا۔ قبر میں نہ کوئی عالم جائے گا' نہ مجتہد جائے گا' نہ ذاکر جائے گا' نہ واعظ جائے گا' نہ باپ جائے گا' نہ بیٹا جائے گا' نہ دینیات کی کتاب جائے گی' نہ قرآن مجید جائے گا۔ کوئی جائے گا قبر میں۔ کہا قبر میں کچھ نہیں جاسکتا۔ یہ سب یہیں تک ہے مگر کسی نے کہا چاہنے والے گھبراتا نہیں ہم اول شب تمہاری قبر میں آئیں گے۔ اسلام کے تہتر فرقوں میں کسی بھی رہبر اسلام نے وعدہ کیا ہے۔ تین وعدے کیے علیؑ نے چاہنے والو گھبراتا نہیں۔ مرنے سے پہلے سرہانے آؤں گا۔ چاہنے والو گھبراتا نہیں قبر میں منکر نکیر کے آنے سے پہلے سرہانے آؤں گا۔ چاہنے والو گھبراتا نہیں محشر کی بھیڑ میں تمہارے پاس آؤں گا۔ یہ تین وہ مواقع ہیں جس کی ذمہ داری کوئی لے ہی نہیں سکتا۔ وہ صاحب اختیار' وہ صاحب اقتدار جس کے فضائل سن کر خوش ہو کر ہم اس کے چاہنے والوں میں شامل ہونے کا سرٹیفکیٹ لے لیتے ہیں اس نے کہا مرنے سے پہلے آؤں گا۔ سرہانے آخری منزل ہے انسان کے لیے علیؑ سرہانے آئیں گے۔ مشکوۃ شریف کی حدیث ہے کسی مجلس میں تفصیل سے عرض کروں گا کہ ابلیس ہر مسلمان کے سرہانے آکے بیٹھ جاتا ہے اور مرتے وقت بھی بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ کیا کہنا علیؑ تیرا کہ اس نازک وقت پر آپ نے کہا کہ میں سرہانے آؤں گا۔ عجب نہیں جو یہی مصلحت ہو جہاں میں ہوں گا وہاں ابلیس نہیں آئے گا کیونکہ ابلیس کی بھی ایک سیرت ہے۔ علیؑ کے مقابلے میں خود کبھی نہیں آیا۔ جب بھیجا تو دوسروں کو بھیجا۔ صلوات۔

بس میں اپنی منزل سے اور قریب تر ہو گیا۔ اے عزاداران حسینؑ علیؑ نے کہا میں قبر میں آؤں گا۔ سوال پوچھنے والوں سے پہلے آؤں گا۔

ایک منزل پر منکر نکیر جب قبر میں سوال پوچھنے آئیں گے تو کیا پوچھنے آئیں گے۔ میں عرض کر چکا ہوں ایمان ہی تو پوچھنے آئیں گے اور جس کی قبر میں کل ایمان بیٹھا ہوگا اس کا ایمان کیا پوچھیں گے۔ حشر کی بھیڑ میں جہاں باپ بیٹے کا نہ ہوگا، جہاں بیٹا باپ کا نہ ہوگا، جہاں بھائی بھائی کا نہ ہوگا وہاں علیؑ نے کہا میں آؤں گا۔ ارے ہمیں ہٹاؤ جب، جب کوئی سہارا تو دے دو، کوئی وعدہ تو کر لو۔ اب آپ پوچھتے ہیں یہ عزاداری کیا ہے۔ ہم سے سنو یہ عزاداری کیا ہے۔ یہ مرنے سے پہلے انتظام ہے، یہ قبر کا انتظام ہے، یہ حشر کا انتظام ہے، میں کچھ عرض کر رہا ہوں، عزاداری کو پوچھنے والو عزاداری دلیل محبت ہے، سند محبت ہے، یہ رسوم عزا، یہ غم، یہ ماتم، یہ گریہ و بکا، یہ جلوس، یہ علم۔ لوگ کہتے ہیں کہ غم ہے تو رو لیجئے۔ روتے تو ہیں۔ رونا آسانی سے نہیں آتا۔ ہم تو وہ ہیں کہ فضیلت پر بھی آنسو نکلتے ہیں اور غموں میں بھی آنسو نکلتے ہیں۔ ہم تو دن ہو گئے خوش بھی ہو رہے تھے، رو بھی رہے تھے۔ جب ان کے فضائل سنتے تھے، خوش ہوتے تھے۔ جب ان کے مصائب سنتے تھے، روتے تھے اور آج بھی اس بات پہ خوش ہیں کہ اللہ نے ہمیں ایسے ماں باپ کے گھر پیدا کیا کہ ہم فرش عزا پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اس پر رو رہے ہیں کہ ایام عزا ختم ہو گئے۔ آج شب عاشور آ گئی۔ آج کی رات تزکیہ نفس کی رات آ گئی۔ ہاں عزادارو کربلا میں سب کچھ ہے، عزا میں سب کچھ ہے، اس سے یقین نجات ہے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں میرے حسینؑ میرے حسینؑ میں پہلے تمہارے رونے والوں کو بخشواؤں گا۔ مسلمانو اگر نبیؐ کی شفاعت چاہتے ہو، رو لو۔ علیؑ نے کہا حسینؑ قیامت میں قیامت کی پیاس ہوگی۔ میں تمہارے رونے والوں کو جام کوثر سے سیراب کروں گا۔ میں عرض کرتا ہوں برادران اسلام اگر قیامت کی پیاس بجھانا ہے، رو لو۔ حسنؑ نے کہا

میرا تمام حق شفاعت آپ کے رونے والوں کے لیے مخصوص ہے۔ بس اب دل تھام لیجئے۔ جب دکھیاری ماں کی طرف ننھے ننھے ہاتھ جوڑ کے مڑے ماں آپ تڑپ گئیں۔ حسینؑ حسینؑ مجھ سے پوچھتے ہو۔ اے حسینؑ میں قیامت میں زیر عرش سر کے بال کھول دوں گی اور عرض کروں گی۔ معبود تیری کنیز فاطمہؑ اس وقت تک جنت میں قدم نہیں رکھے گی جب تک ایک ایک رونے والا داخل بہشت نہیں ہو جائے گا۔ یہ عزاداری ذریعہ نجات ہے اور نجات کا بہترین ذریعہ ہے۔ نجات کی ضمانت ہے۔ یہ سب کب کہا گیا۔ جب واقعہ کربلا کے محضر پر حسینؑ سے منظوری لے لی گئی' توجہ چاہ رہا ہوں' تو دکھیاری ماں نے پوچھا تھا۔ یا رسول اللہؐ! اے بابا! یہ واقعہ کب گزرے گا۔ فرمایا فاطمہؑ نہ میں ہوں گا' نہ علیؑ' نہ تم ہو گی' نہ حسنؑ۔ تو کیا پوچھا سنیں آپ چند جملے غور سے سنیں۔ ہم کو لوگ مقصد حسینؑ کی عظمت بتا کے رونے سے روکتے ہیں۔ دکھیاری ماں نے یہ نہیں پوچھا کہ میں اپنے بچے کے کٹ جانے پہ راضی ہوں' قتل ہو جانے پر راضی ہوں' پیاسا رہنے پر راضی ہوں' بھوکا رہنے پر راضی ہوں' میں اس کے لال علی اصغرؑ کی شہادت پر راضی ہوں۔ تو یہ شہید ہو جائے گا۔ آپ کا مقصد پورا ہو گا کہ نہیں یہ تو شہزادی پوچھتیں جب شہادت کے فیض میں کمی ہوتی تکملہ مقصد کا تو یقین ہے۔ پوچھا بابا پھر میرے بچے پر روئے گا کون۔ توجہ بڑی دور سے آپ کے اذہان عالیہ کو لایا ہوں۔ حدیث ہے مجمع الاخبار میں بھی ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ جب محضر شہادت پر حسینؑ' فاطمہؑ' علیؑ اور حسنؑ نے منظوری دے دی تو پوچھا یہ واقعہ کب ہو گا۔ کہا جب ہم نہیں ہوں گے' تم نہیں ہو گی۔ تو کہا کہ میرے بچے پر روئے گا کون۔ سنو' غور سے سنو کہ وہ اللہ کا رسولؐ جس کے کہنے سے کلمہ مانا' توحید مانی' عدالت مانی'

قیامت مانی' وہ کیا کہہ رہا ہے۔ کہتا ہے فاطمہؑ ابھی ابھی جبرائیلؑ آئے تھے۔ خدا نے تمہیں سلام کہا ہے اور کہا ہے میرے رسولؐ میری کنیز فاطمہؑ سے کہہ دو کہ نہ گھبراؤ میں ایک گروہ کو خلق کروں گا جو نسل بعد نسل تمہارے حسینؑ کا غم مناتی رہے گی' تمہارے حسینؑ پر روتی رہے گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ یہ ہم رو نہیں رہے ہیں۔ ہم وعدۂ الٰہی پورا کر رہے ہیں۔ اگر ہم ہزار رکعتیں شکر کی پڑھیں تو کم ہیں۔ معبود تو نے ایسی نسل میں پیدا کیا کہ ہم حسینؑ کے عزادار بنے۔ اللہ اللہ یہ مقام شکوہ ہے یہ مقام شکر ہے۔ دعائیں دو اپنی ماؤں کو جنہوں نے بتایا کہ وعدۂ الٰہی کی یہ نسل ہے۔ ایک جملہ کہوں گا' بغیر کہے پاکستان سے نہیں جاؤں گا۔ آداب منبر کو پیش نظر رکھ کے کہوں گا۔ لفظ ہے نسلاً" بعد نسل۔ خدا کہتا ہے ایک نسل ہوگی ایک نسل ہوگی جو حسینؑ پر روئے گی۔ ہم رو کے بتاتے ہیں کہ ہم حلالی ہیں۔ اسی نسل سے ہیں جسے حسینؑ پر رونے کے لیے خلق کیا گیا۔ بس آگے حد ادب ہے۔ کیا کسی کو اپنا صحیح النسب ثابت کرنے سے کوئی قانون روک سکتا ہے۔ اسی لیے چھٹے امام فرماتے ہیں جب ہماری محبت کی ٹھنڈک دل میں محسوس کرنا تو اپنی ماں کے لیے دعا کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ عزاداری ماؤں سے ملتی ہے۔ یہ شیرمادر ہے۔ ہمیں گھٹی میں عزاداری ملتی ہے۔ اسی لیے ہماری مائیں پہلا لفظ کہلاتی ہیں حسینؑ۔ جب بچے کا پہلا ہاتھ اٹھتا ہے بیٹا ماتم کرو۔ بچے کو لاتی ہیں کبھی ذوالجناح کی چادر میں چھپاتی ہیں۔ کبھی عباسؑ کے علم کے پھریرے میں چھپاتی ہیں۔ یہ تربیت ہے وعدۂ الٰہی ہے اور کہتی ہیں مولا تیرا عزادار نکلے مولا یہ تیرا ماتم دار نکلے۔ اللہ اللہ مائیں بچوں کو عزاداری سکھاتی ہیں۔ جیسے کسی کی کوئی مادری زبان نہیں روک سکتا کوئی ہم سے مادری عزاداری نہیں چھین سکتا۔ یہ ہماری گھٹی میں ہے۔ کبھی ہمیں امام

باڑے کے سامنے لٹا دیا۔ ماں بچپنے سے اثر ڈالتی ہے۔ کل آرہا ہے عاشور کا دن۔ مائیں عصر تک بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں۔ اگر گھر کا کوئی بڑا سمجھدار کہتا ہے ارے یہ تو شیر خوار ہے' اس کے لیے فاقہ کہاں ہے۔ اسے دودھ پلا دو۔ تو ماں کہتی ہے کیا علی اصغرؑ سے زیادہ ہے۔ جزاہ کم ربکم ہاں آپ روئیں گے آج کی رات گریہ و بکا کی رات ہے۔ ہاں عزادارو تو دن سے مسلسل یہاں مجلس ہو رہی ہے مگر ابھی تک ماتم نہیں ہوا ہے۔ میں آپ سے ہاتھ جوڑ کے عرض کروں گا کہ آج بعد ختم مجلس زیارت پڑھنے سے پہلے دو منٹ صحیح سب مل کے حسینؑ حسینؑ ہم کہہ لیجئے گا اس لیے کہ حسینؑ کی ماں کو یہ آواز بہت پسند ہے۔ ہاں عزادارو ماشاء اللہ جزاک اللہ۔ یہ آپ کا گریہ بتا رہا ہے کہ آپ وعدۂ الٰہی کو پورا کر رہے ہیں۔ ہم عزادار ہیں۔ ہم نذر و نیاز کرتے ہیں۔ ہم اپنے بچوں کو علم کے پھریروں میں چھپاتے ہیں۔ علم کی ہوا ایمان پہ باقی رکھتی ہے۔ آج لوگ کہتے ہیں یہ عزاداری کیا ہے۔ سنو عزاداری کچھ نہیں ہے۔ ہمارے گھروں میں اپنے باپ کے مرنے پر' ہمارے گھروں میں اپنی ماں کے مرنے پر' ہمارے گھروں میں اپنے شوہر کے مرنے پر' ہمارے گھروں میں اپنی اولاد کے مرنے پر ہم جو کچھ کرتے ہیں اظہار غم کے لیے وہ سب آقا کے لیے کرتے ہیں۔ جتنے رسوم عزا ہیں لوگ کہتے ہیں کہ آپ ترک لذات کیوں کرتے ہیں۔ کسی کا باپ مرجائے تو اس سے لذیذ غذا کھائی جائے گی۔ میں توجہ چاہ رہا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں یہ چالیس دن آپ کے ہاں کڑھائی کیوں نہیں چڑھتی۔ یہ قرآن میں کہاں ہے۔ یہ قرآن میں نہیں ہے جب ہمارا باپ مرجاتا ہے تو عورتیں چالیس دن کڑھائی نہیں چڑھاتیں کیونکہ کڑھائی چڑھانا' گلگلے تلنا' یہ خوشی کی علامت ہیں' یہ سماج ہے۔ تو جب ہم اپنے باپ کے لیے نہیں چڑھاتے تو بہتر شہیدوں کا

سوگ منانے میں کیسے چڑھائیں۔ ایک عجیب بات کہہ رہا ہوں جو سوگ مناتا ہے اپنے گھر میں توجہ چاہ رہا ہوں، اگر کوئی عورت بیوہ ہوگی، بال بکھرائے گی، مانگ میں صندل بھرنا چھوڑے گی، چوڑیاں توڑے گی، بیٹھ کے خاک پر روئے گی، مگر اپنے شوہر کے جلنے کسی دوسرے کے شوہر کے لیے کوئی اپنا سہاگ نہ اجاڑے گی۔ اگر کسی سے کہئے چوڑی توڑو تو کہے گی بدشگونی نہ کرو۔ ہمارا شوہر زندہ ہے۔ ارے تم اس عزا کو کیا روکو گے جو بیبیوں کے دل و دماغ پر اتنا گہرا اثر رکھتا ہے کہ انتسویں ذالحج آئی، چوڑیاں توڑ دیں، کنگھی چھوڑ دی، بالوں سے عزاخانوں کو صاف کیا، سیاہ لباس پہنا۔ کیوں حسینؑ مہمان آرہے ہیں۔ حسینؑ ہمارے گھر میں مہمان آرہے ہیں۔ عشرہ تمام ہو رہا ہے۔ یہ آخری رات ہے۔ یہ شب عاشور ہے۔ لوگ رات بھر جاگتے ہیں۔ اس عزاخانے سے اس عزاخانے میں۔ یہاں زیارت، وہاں زیارت۔ لوگوں کو حیرت ہے کہ تم سوتے کیوں نہیں شب عاشور سوتے کیوں نہیں۔ کیسے سوئیں ارے ہندوستان اور پاکستان بن گیا۔ آنے جانے کی زحمت ہے اگر کوئی عزیز پاکستان سے ہندوستان جاتا ہے تو جس صبح کو روانہ ہوتا ہے گھر والے نہیں سوتے۔ اب تو آپ کل چلے جائیں گے۔ دیکھئے کب ملاقات ہو۔ ہم کیسے سوئیں آقا آپ کل چلے جائیں گے۔ عباسؑ آپ کل چلے جائیں گے۔ علی اکبرؑ آپ کل چلے جائیں گے۔ علی اصغرؑ یہ جھولا کل اٹھ جائے گا۔ لوگ کہتے ہیں رات بھر جاگتے ہو اور پھر جلوس میں تاحد جلوس پہنچانے جاتے ہو۔ یہ قربت اور محبت کی دلیل ہے۔ آپ مسافر کو گودی میں چھوڑنے جاتے ہیں۔ پانی کے جہاز پر بٹھاتے ہیں۔ ریل کا مسافر ہے تو اسٹیشن تک پہنچانے جاتے ہیں۔ ہوائی جہاز کا مسافر ہے تو ایئرپورٹ تک چھوڑنے جاتے ہیں۔ دیکھتے رہتے ہیں اب جارہا ہے۔ دیکھیں

زندگی میں ملاقات ہو کہ نہ ہو۔ ارے یہ ہم سامان عزا لے کے نکلتے ہیں۔
تابوت حسینؑ نکلا۔ حسینؑ جا رہے ہیں۔ ذوالجناح نکلا۔ آقا جا رہے ہیں۔ چلیں
پہنچا آئیں۔ چلو خدا حافظ کہہ دیں۔ ایک کام اور ہوتا ہے چلتے وقت۔ اے
جانے والے ہماری خطا کو معاف کر دینا۔ ہم کچھ خاطر نہ کر سکے۔ ہم کچھ
مہمانداری نہ کر سکے۔ ارے ہم آپ کا کچھ خیال نہ کر سکے لوگ شعر پڑھتے
ہیں۔

ہے در چشم زدن صحبت یار آخر است
ارے شعر گل ندید و بہار آخر است

حسینؑ خدا حافظ یہ مجمع الوداع کہنے کو آیا ہے۔ آقا ہماری خطائیں معاف
کرتے جائیں۔ اے حسینؑ ہم تمہاری خدمت نہ کر سکے۔ جزاء کم وبکم اے
مولا پھر آنا غریب خانے کو رونق بخشنا۔ اے آقا نہ ہم دل کھول کے تبرک بانٹ
سکے نہ ہم دل کھول کے نذر کر سکے نہ ہم دل کھول کے رو سکے نہ ہم ماتم کر سکے۔
کسی ماتمی سے پوچھو دل بھر گیا۔ کسی رونے والے سے پوچھو دل بھرا جزاء کم
وبکم بس حضور مجھے نہیں معلوم مجلس کہاں پر تمام ہو جائے گی۔ اتنا بڑا مجمع آیا
ہے۔ رات بھر جاگ رہا ہے۔ حسینؑ جا رہے ہیں۔ حسینؑ جا رہے ہیں۔ علی
اکبرؑ جا رہے ہیں۔ عباسؑ جا رہے ہیں۔ کوئی زینبؑ کے دل سے پوچھے کل جب
گھر سے تعزیئے نکلیں گے کل جب گھر سے علم نکلیں گے بیبیاں بال کھول کے
کہیں گی الوداع الوداع۔ سنئے سنئے' ہاں حق ادا کیجئے اپنی خلقت کا۔ لکھا ہے کہ
حسینؑ جب رخصت آخر کے لیے آئے۔ ایک خیمے میں گئے۔ بہن سے کچھ دیر
گفتگو کی۔ خیمے سے نکلے۔ بیبیاں کہتی ہیں ہمیں نہیں معلوم کیا بات ہوئی۔
ہمیں نہیں معلوم بھائی بہن میں کیا گفتگو ہوئی۔ مگر جب خیمے سے نکلے ہم سمجھ

میرے کیوں کہ طریقہ بدل گیا۔ کیا طریقہ بدل گیا۔ بیبیاں کہتی ہیں اب تک حسینؑ
آگے چلتے تھے بی بی زینبؑ پیچھے چلتی تھیں۔ اب جو بھائی بہن خیمے سے نکلے تو
ہم نے دیکھا بہن آگے آگے جا رہی ہے۔ بھائی سر جھکائے ہوئے پیچھے پیچھے
جا رہا ہے۔ ہماری سمجھ میں آگیا کہ بھائی نے بہن کو گھر سونپ دیا۔ آئیں سید
سجادؑ اٹھو بابا رخصت کے لیے آئے ہیں۔ سید سجادؑ فرماتے ہیں کہ میں نے
آنکھیں کھولیں تو بابا کو نہیں پہچانا۔ سنیں گے آپ روایت کے کلمے کیسے بیان
کروں۔ فرماتے ہیں اتنے تیر جسم پر پیوست ہیں کہ معلوم ہوتا تھا طائر سفید
سرہانے ہے۔ کہا سید سجادؑ خدا حافظ حسینؑ تم سے رخصت کے لیے آیا ہے۔
کہا بابا آپ کیوں جا رہے ہیں۔ حبیبؓ کہاں ہیں۔ کہا شہید ہوئے۔ زہیرؓ کہاں
ہیں۔ شہید ہوئے۔ مسلمؓ کہاں ہیں۔ شہید ہوئے۔ چچا عباسؑ کہاں ہیں۔ شہید
ہوئے۔ بھائی علی اکبرؑ کہاں ہیں۔ شہید ہوئے۔ اب ہمارے تمہارے علاوہ کوئی
نہیں ہے۔ پھوپھی اماں میرا عصا دیجئے، میری تلوار دیجئے میں باپ کی نصرت
کے لیے جاؤں گا۔ حسینؑ نے بازو پکڑ لیے۔ سید سجادؑ نہیں بیٹا نہیں۔ تم نہ
جاؤ۔ تمہارا امتحان مجھ سے زیادہ سخت ہے۔ میری وصیتیں سن لو۔ سید سجادؑ
وقت نہیں ہے۔ میرے لال وصیتیں سن لو۔ بس ایک وصیت بیان کروں گا۔
سید سجادؑ جب قید سے چھٹ کے مدینے جانا ہمارے شیعوں کو ہمارا سلام کہنا۔
ارے ہم کیسے بھولیں کہ ہم شیعہ ہیں۔ امام نے ہمیں سلام کہا ہے۔ جب ٹھنڈا
پانی پینا میری پیاس کو یاد کرنا۔ بس حضور ایک یا دو منٹ رہ گئے۔ بی بی زینبؑ
نے کہا چلیے بھیا چلیے۔ حسینؑ آئے۔ بیبیوں پر حسرت کی نظر ڈالی کہا خدا حافظ
فی امان اللہ۔ ہم جا رہے ہیں۔ بیبیاں آگے بڑھیں۔ ہاتھ جوڑے فرزند رسولؐ
خدا حافظ لیکن آخری تمنا سن لیجئے۔ کہا بتاؤ جلد بتاؤ۔ کہا ہم دو رویہ صف بنا کے

کھڑے ہو جائیں آپ ہمارے بیچ سے نکل جائیے تاکہ آخری بار زیارت کرلیں۔ صحن خیمہ گاہ میں صف بنی۔ حسینؑ چلے۔ ادھر دیکھا الوداع۔ ادھر دیکھا الوداع۔ ادھر دیکھا الوداع۔ ادھر دیکھا الوداع۔ در خیمہ پر آئے۔ دیکھ بہن کھڑی ہے۔ آکے کہا زینب الوداع۔ کہا نہیں بھیا نہیں۔ کہا بہن دیر ہو رہی ہے۔ کہا بھیا ذرا ٹھہر جاؤ۔ کہا بہن کیا ہے۔ ذرا گلے سے رومال ہٹادو۔ گلے سے رومال ہٹایا۔ بڑھ کے بوسے لیے۔ اے بہن یہ کیا۔ بھیا یہ ماں کی وصیت ہے۔

توحید الآئمہ

صحیفہ توحید ——— بزبان اردو

مرتبہ:۔ ممتاز الافاضل جناب مولانا سید محمد ہارون قبلہ

معقولات و منقولات اور روزمرہ مشاہدات و تجربات کے علاوہ عقلی و سائنسی
دینیات کیساتھ آئمہ معصومین علیہم السّلام کے فرامین کی روشنی میں مسئلہ وجود و توحید
باری تعالیٰ کے حوالہ سے مختلف الہامی و غیر الہامی، تبلیغی و غیر تبلیغی، قدیم ادیان و مذاہب
اور جدید نظریات کا تقابلی موازنہ و مطالعہ۔

مسئلہ وجود و توحید پر بلاشبہ ایک منفرد و مکمل کتاب جس میں اسلام اور خصوصاً
اثنا عشری عقیدہ وجود و توحید پر ہر دور کے معترضین اور منحرفین کے اعتراضات
و اختلافات کا دندان شکن مدلل و مؤثر جواب دیا گیا ہے۔

دینیات کے طلباء و طالبات اور عامۃ الناس کے علاوہ علماء و ذاکرین
کرام کے لیے بھی ایک گرانقدر علمی تحفہ۔

قیمت صرف روپئے

ملنے کا پتہ: احمد بکڈپو۔ امام بارگاہ شاہ کربلا
رضویہ سوسائٹی کراچی ۱۸

توحید الائمہ

صحیفہ توحید ——— بزبان ا[illegible]

مرتبہ :۔ ممتاز الافاضل جناب مولانا سید محمد ہارون قبلہ

معقولات و منقولات اور روز مرہ مشاہدات و تجربات کے علاوہ [illegible]
توجیہات کیساتھ ائمہ معصومین علیہم السلام کے فرامین کی روشنی میں مسئلہ [illegible]
باری تعالیٰ کے حوالے سے مختلف الہامی و غیر الہامی تبلیغی و غیر تبلیغی قدیم [illegible]
اور جدید نظریات کا تقابلی موازنہ و مطالعہ۔

مسئلہ وجود و توحید پر بلاشبہ ایک منفرد و مکمل کتاب جس میں اسلام [illegible]
اثنا عشری عقیدہ وجود و توحید پر دور کے معترضین اور منحرفین کے [illegible]
و اختلافات کا دندان شکن مدلل و مؤثر جواب دیا گیا ہے۔

[illegible]ینیات کے طلباء و طالبات اور عامۃ الناس کے علاوہ علماء [illegible]
کرام کے لیے بھی ایک گرانقدر علمی تحفہ۔

قیمت صرف روپے

ملنے کا پتہ: احمد بک ڈپو۔ امام بارگاہ شہ[illegible]
رضویہ سوسائٹی کراچی نمبر[illegible]